مدارس کے نصاب تعلیم میں

قرآن کریم کا مقام

اور اس کا منہج تدریس

www.KitaboSunnat.com

نگراں
مولانا عبدالواحد مدنی

مرتب
رفیق احمد رئیس سلفی

قرآن اکیڈمی
صفا کمپلیکس ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن کا مقام اور اس کا منہج تدریس

(مجموعہ مقالات سمینار منعقدہ یکم و ۲/ مارچ ۲۰۰۵ء)

نگراں
مولانا عبدالواحد مدنی

مرتب
رفیق احمد رئیس سلفی

www.KitaboSunnat.com

قرآن اکیڈمی
صفا کمپلیکس، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر (یوپی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : مدارس کے نصابِ تعلیم میں قرآن کا مقام اور اس کا منہج تدریس

نگراں : مولانا عبدالواحد مدنی

مرتب : رفیق احمد رئیس سلفی (علی گڑھ)

ناشر : قرآن اکیڈمی، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر

طبع اوّل : جولائی ۲۰۰۷ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

قیمت : ۱۵۰ روپے

ملنے کے پتے

☆ قرآن اکیڈمی، نزد صفا شریعت کالج، ڈومریا گنج، ضلع سدھارتھ نگر-272189 (یوپی)

☆ دارالصفا، A-41/2، ابوالفضل انکلیو-II، شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی-110025

فون: 011-26976984

☆ مکتبہ ترجمان، 4116- اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

☆ الکتاب انٹرنیشنل، مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ 110025

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ ترتیب

۱- عرض ناشر	مدیر قرآن اکیڈمی	۵
۲- گزارشاتِ مرتب	رفیق احمد رئیس سلفی	۷
۳- خطبۂ استقبالیہ	مولانا عبدالواحد مدنی	۱۳
۴- افتتاحی خطاب	ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی	۲۴
۵- فضلائے مدارس عربیہ میں قرآن فہمی کا ذوق...	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	۳۱
۶- ترجمہ معانی قرآن مجید: مشکلات ومسائل	مولانا محمد فاروق خاں	۵۴
۷- حفظ قرآن مجید: نصاب اور طریقۂ کار	مولانا اسعد الاعظمی	۶۳
۸- قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم: اہمیت اور طریقۂ کار	رفیق احمد رئیس سلفی	۸۲
۹- ہندوستان کے سلفی مدارس میں تدریس قرآن...	مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم	۹۰
۱۰- دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس قرآن: ایک جائزہ	ڈاکٹر جمشید احمد ندوی	۹۹
۱۱- جامعہ دارالسلام عمرآباد میں قرآن کی تدریس	مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی	۱۰۵
۱۲- مدرسۃ الاصلاح میں قرآن حکیم کی تدریس...	مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	۱۱۰
۱۳- تفہیم وتدریس قرآن میں فکر فراہی سے استفادہ	ڈاکٹر عبداللہ فہد فلاحی	۱۲۳
۱۴- الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تدریس قرآن	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	۱۵۵
۱۵- ہندوستان کے شیعی مدارس میں قرآن کی تدریس	ڈاکٹر نثار احمد اعظمی	۱۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶- ہندوستان میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر...	مولانا محمد جرجیس کریمی	۱۷۳
۱۷- مدارس عربیہ میں تدریس قرآن کی مطلوبہ ترجیحات	مولانا ابوالعاص وحیدی	۱۸۲
۱۸- تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس	مولانا محمد ارشد مدنی	۱۹۵
۱۹- تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس...	مولانا محمد احمد اثری	۲۱۱
۲۰- تفسیر ابن جریر طبری: طریقۂ تدریس واستفادہ	ڈاکٹر احسان اللہ فہد	۲۲۳
۲۱- تفسیر فتح القدیر: طریقۂ تدریس واستفادہ	مولانا عزیز الرحمٰن سلفی	۲۴۳
۲۲- تفسیر بیضاوی: طریقۂ تدریس واستفادہ	مولانا شریف اللہ سلفی	۲۷۲
۲۳- القرطبی کی الجامع لأحکام القرآن: طریقۂ استفادہ	ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی	۲۸۷
۲۴- الاتقان فی علوم القرآن: طریقۂ استفادہ	مولانا عبدالعلیم ماہر	۳۰۲
۲۵- مقدمہ فی اصول التفسیر لابن تیمیہ	مولانا ابوالبرکات اصلاحی	۳۱۹
۲۶- مدارس اسلامیہ کے نصاب میں اصول تفسیر...	ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی	۳۳۰
۲۷- تفسیر میں اسرائیلی روایات: ایک تنقیدی مطالعہ	مولانا احمد مجتبیٰ السلفی	۳۴۲
۲۸- قرآن کی تدریس میں سائنسی تحقیقات سے استفادہ...	مولانا محمد مظہر اعظمی	۳۵۱
۲۹- سنن ترمذی میں ابواب فضائل القرآن...	مولانا عبداللہ مدنی	۳۷۲
۳۰- عظمت قرآن اور اس کے تقاضے	مولانا ارشد سراج الدین مکی	۳۸۵
۳۱- وادیٔ 'صفا' سے قرآن کی آواز	رفیق احمد رئیس سلفی	۳۹۰
۳۲- سمینار کی کارروائی اور اس کی تجاویز وسفارشات	ادارہ	۳۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

كلية الصفا للشريعة واللغة العربية (صفا شریعت کالج) کے قیام کے بعد ہی سے شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ دینی مدارس میں قرآن مجید کی تفہیم و تدریس کے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا ہے اور دینی علوم وفنون کے نصاب میں قرآن مجید کو جو مقام و مرتبہ ملنا چاہیے وہ نہیں دیا جا رہا ہے، جب کہ قرآن مجید سارے ہی نافع علوم انسانی کی اصل اور منبع ہے۔ یہی احساس جب شدت اختیار کر گیا تو مارچ ۲۰۰۵ء کے اوائل میں ایک کل ہند سمینار منعقد کیا گیا، جس میں مختلف مکاتب فکر کے اہل علم کو دعوت دی گئی۔ الحمدللہ سمینار کو غیر معمولی پذیرائی ملی اور بڑی تعداد میں اہل علم و دانش نے شرکت فرما کر بھرپور انداز میں اظہار خیال فرمایا اور قرآن مجید کے زیر سایہ مختلف مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء و دانشور یکجا ہوئے۔

سمینار دو دنوں تک جاری رہا اور موضوع سے متعلق مقالات کی خواندگی کا سلسلہ بحسن و خوبی چلتا رہا۔ سمینار کا محل وقوع شہری وسائل و سہولیات سے محروم ایک دور افتادہ و پس ماندہ جگہ تھی، لیکن قرآن مجید کی کشش اور برکت نے ہندوستان کے طول و عرض سے ایک معتد بہ تعداد کو جمع کر دیا تھا۔ سمینار کا افتتاح ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوۃ العلماء لکھنؤ، نے فرمایا اور صدارتی کلمات جامعہ سلفیہ کے صدر ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے پیش کیا۔

سمینار میں کل ۳۲ مقالات پیش ہوئے۔ سمینار کی آخری نشست میں بعض اہم قراردادیں بھی منظور ہوئیں۔ ان قراردادوں میں ایک اہم تجویز قرآن اکیڈمی کا قیام تھا۔ الحمدللہ سمینار کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا جا چکا ہے، قرآن اکیڈمی کے لیے ایک مختصر قطعہ اراضی خرید کر ایک عمارت تعمیر ہو چکی ہے اور بعض افراد کو قرآن اکیڈمی کے کام کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔

قرآن اکیڈمی کے پیش نظر ہندوستانی سماج بالخصوص مسلم سماج کو سامنے رکھ کر کچھ ٹھوس اور مفید کام کرنے کا منصوبہ ہے تاکہ قرآن کی دعوت اور اس کا حیات آفریں پیغام زیادہ سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندگان خدا تک پہنچایا جا سکے۔ الحمدللہ بعض محسنین کے تعاون سے اکیڈمی نے اپنی بے بضاعتی اور قلت وسائل کے باوصف بعض اہم کام انجام دیے ہیں۔ قرآن مجید معریٰ کی بڑے پیمانہ پر اشاعت ومفت تقسیم کے علاوہ ترجمہ ثنائی اور احسن البیان کی بھی اشاعت وتقسیم کا کام کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں استاذ محترم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی سابق پروفیسر مدینہ یونیورسٹی کی ہندی کتاب ''قرآن کے سائے میں'' شائع کی گئی ہے۔ بروقت قرآن مجید کا ہندی ترجمہ زیر طباعت ہے۔

قرآن اکیڈمی کے پیش نظر مستقبل قریب میں حسب وسائل بتوفیق الٰہی درج ذیل کام کرنے کا ارادہ ہے:

۱- مختلف زبانوں بالخصوص اردو، ہندی میں قرآن مجید کے مستند تراجم کی مسلسل اشاعت وتقسیم۔

۲- مختلف موضوعات پر قرآنی تعلیمات پر مختصر فولڈرس کی اشاعت۔

۳- حسب توفیق و استطاعت علماء اور عوام کے درمیان قرآنی ذوق پیدا کرنے کے لیے مختلف انعامی مسابقات کا انعقاد۔

۴- قرآن سے متعلق مفید موضوعات پر سالانہ سمینار کا انعقاد۔

۵- دعوتی ضروریات کا تفصیلی جائزہ لے کر مختلف موضوعات پر مختصر کتابوں اور رسالوں کی تالیف وتصنیف کا انتظام کرنا۔ اس سلسلے میں اندرون و بیرون ملک مقیم باذوق اہل علم کی خدمات سے مستفید ہونے کی تدبیر کرنا۔

۶- قرآن فہمی کے باب میں پائے جانے والے انحرافات سے امت کو آگاہ کرنا اور سلف صالح (صحابہ/ تابعین/ تبع تابعین) کے بتائے ہوئے اصول فہم قرآن کی ترویج وتبلیغ کرنا۔ قرآن مجید اور اسلام جیسے دین رحمت کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات و الزامات کا معقول و مدلل جواب دینا۔ قرآن اکیڈمی نوجوان باذوق باحثین کی ایک ٹیم تیار کرنا چاہتی ہے جو ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی تدبیر کر سکے۔

صفا شریعت کالج کے اردو ترجمان 'ماہنامہ نداء الصفا' کے مدیر برادر عزیز مولانا رفیق احمد رئیس سلفی اس سمینار کے کنوینر تھے۔ زیر نظر مقالات کی اشاعت بھی براہ راست انھیں کی نگرانی میں ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ برادر عزیز کو حسن علم وعمل کی مزید توفیق عطا فرمائے، آمین۔

— **ناشر**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزارشاتِ مرتب

گزشتہ چند برسوں سے اسلام دشمن عناصر نے قرآن کریم اور سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے تعلق سے جو روش اپنا رکھی ہے، وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ مذہب بے زار مغربی تہذیب اپنے منطقی نتائج تک پہنچنے کو تھی اور قریب تھا کہ اس کی عمارت اپنی زیبائش و آرائش کے ساتھ زمیں بوس ہو جائے کہ اسی دوران خاص حکمت عملی، سازش اور منصوبہ بندی کے تحت اسلام اور اس کے تمام شعائر کو زیر بحث لایا گیا۔ اسلام اور اہلِ اسلام پر تنقید و الزام تراشی کوئی نئی بات نہیں، تہذیب و شرافت سے تہی دست اور نفرت و تعصب کے خوگر صدیوں سے یہ ناپاک سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، لیکن اب انھوں نے اعلانیہ طور پر معاندانہ اور جارحانہ رخ اپنا لیا ہے۔ اب وہ دنیا کو یہ باور کرانے میں اپنی توانائی صرف کر رہے ہیں کہ مسلمان تشدد پسند اور دہشت گرد ہیں، ان کا مذہب انھیں اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ جس قرآن کو وہ الہامی کتاب کہتے ہیں، اس کتاب سے ان کو جہاد کی تعلیم ملتی ہے۔ جب تک ان کے ہاتھوں میں قرآن موجود ہے، وہ ''مہذب دنیا'' کے لیے مسئلہ بنے رہیں گے اور دنیا کو امن و سکون سے جینے نہیں دیں گے۔

قرآن کریم کے سلسلے میں اسلام دشمن عناصر کا یہ پروپیگنڈہ جاری ہے اور دیکھیے کب تک دنیا کے مسلمان ذہنی اذیت کا شکار رہیں گے۔ ان حالات میں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے اور اسے کس حکمت عملی کے ساتھ اس جارحانہ رویے کا جواب دینا چاہیے، اس سوال پر امت کے اصحابِ فکر و نظر مسلسل غور کر رہے ہیں۔ اس تعلق سے مختلف ملکوں میں سرکاری اور پرائیویٹ سطح پر کچھ مثبت اقدام بھی کیے جا رہے ہیں۔ ہم قرآن سے متعلق ایسے تمام کاموں کا پرتپاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر مقدم کرتے ہیں اور ان سے وابستہ شخصیات کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ آج کی دنیا میں اجتماعی طور پر کسی کے خلاف سازش کرنا ناممکن ہے، بلکہ چند لوگ اپنے مفادات کے حصول کے لیے دوسروں کو یرغمال بنالیتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ دنیا کے بیشتر لوگ ہمارے ہم نوا ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ جب تک انسان، انسان ہے، اس کا ضمیر زندہ ہے، خیر وشر میں تمیز کرنے کی اس کی صلاحیت باقی رہے گی۔ وہ حق وانصاف کی عظمت کا معترف رہے گا اور ظلم وفساد کو برا سمجھتا رہے گا۔

چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کے سلسلے میں تمام ناپاک سازشوں کے علی الرغم اس کی تعداد اشاعت میں دن بہ دن اضافہ ہورہا ہے۔ دنیا بھر کی زندہ زبانوں میں اس کے تراجم سامنے آرہے ہیں اور اس سے افادہ واستفادہ کا دائرہ وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے والے افراد میں کمی آنے کی بجائے ان میں روز بہ روز اضافہ ہورہا ہے۔ ان نازک حالات میں امت کو جذبات پر قابو رکھنا ہوگا اور اپنی دوراندیشی اور حکمت عملی سے دشمنوں کی ناپاک سازشوں کو ناکام کرنا ہوگا۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو موجودہ دور کے مسائل کے حوالے سے پیش کیا جائے، اس کی جن آیات کو بطور خاص تنقید واعتراض کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ان کی اس طرح تفسیر کی جائے کہ شبہات خود بخود ختم ہوجائیں۔ ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہے کہ قرآن پر جس منصوبہ بندی کے ساتھ حملے ہورہے ہیں، اس منصوبہ بندی کے ساتھ ہم اس کا دفاع کرنے کے لیے خود کو تیار نہیں کرسکے ہیں۔

قرآن کریم کے مطالعہ وتحقیق کا ذوق بالعموم ان حضرات کے اندر پایا جاتا ہے جو دینی مدارس کے فیض یافتہ ہوں یا مدارس کے طرزِ تعلیم کے مطابق جنھوں نے ذاتی طور پر از خود محنت کی ہو یا انفرادی طور پر کسی عالم دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے ہوں۔ ایک طویل غور وفکر اور مشق وممارست کے بعد فہم قرآن کی منزل آسان ہوتی ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ دینی مدارس میں پڑھایا جانے والا قرآن کا نصاب عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ اس کے فارغین یا اس نظام تعلیم کے فیض یافتگان کے اندر مطلوبہ صلاحیت پیدا ہوسکے۔ موجودہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصابِ تعلیم اور اس کے ثمرات ہمارے سامنے ہیں۔ کیا ہم پوری بصیرت اور شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہر پہلو سے مکمل، کافی اور اطمینان بخش ہیں۔ تقدس و احترام کا روایتی تصور دل و دماغ سے علیحدہ کر کے اگر ہم اصل مسئلہ کی تہہ تک پہنچ سکیں تو شاید یہ اعتراف کرنا پڑے کہ قرآن فہمی کا جو ذوق ہمیں مطلوب ہے، وہ مدارس کا نصاب پیدا کرنے میں ناکام ہے۔ صورتِ حال کا یہ پہلو کس درجہ افسوسناک ہے کہ فارغین مدارس، قرآن کریم کے مضامین پر عبور نہیں رکھتے۔ کس مسئلہ سے متعلق کہاں اصولی ہدایات دی گئی ہیں، ان کا حوالہ دیکھنے کے لیے اشاریۂ قرآن کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک موضوع سے متعلق دو چار آیات نقل کرنے کے لیے انھیں مراجع و مصادر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اندر تلاوت و تدبر قرآن کا نہ کوئی شوق پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے لیے انھیں فرصت ملتی ہے۔ قرآن کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت کا اگر یہ حال ہو تو ان اعتراضات اور الزامات کا جواب کون دے گا جو قرآن کریم پر عائد کیے جا رہے ہیں۔ علمائے متقدمین کی تفاسیر سے استفادہ لازمی ہے، لیکن انھی پر اکتفا کرنے سے آج کی ضروریات کی تکمیل ناممکن ہے۔ ہم مدارس کے فارغین سے بجا طور پر امید رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی تراث سے استفادہ کرتے ہوئے موجودہ مسائل کے تناظر میں قرآن پر فکر و تدبر کی راہ ہموار کریں گے۔ مضامین قرآن پر ان کی گرفت مضبوط ہوگی۔ وہ براہ راست قرآن کریم سے استفادہ کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں گے۔

وقت کی اس ضرورت کے پیش نظر ''صفا شریعت کالج'' کے ناظم محترم مولانا عبدالواحد مدنی نے **''ہندوستان کے دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں قرآن کا مقام اور اس کا منہج تدریس''** کے مرکزی عنوان کے تحت ملک گیر سطح کا ایک سمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ کالج کے محسنین، مختلف مکاتب فکر کے علماء اور باصلاحیت اساتذہ کے تعاون سے یہ سمینار الحمدللہ بہت کامیاب رہا۔ اس سمینار کے انعقاد کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ دینی مدارس کے نصاب میں قرآن اور اس سے متعلق جملہ علوم کی تدریس کا جو تابناک سلسلہ ہے، اس کی کمیت و کیفیت کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ کیا موجودہ ضروریات کی تکمیل اس سے ہوتی ہے۔ اگر نہیں ہوتی اور ہم شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ یقیناً نہیں ہو رہی ہے تو دیکھا جائے کہ کمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصابِ تعلیم میں ہے یا طریقۂ تدریس نظر ثانی کا محتاج ہے۔ مدارس کے فضلاء میں اگر قرآن فہمی کا ذوق پیدا نہیں ہو رہا ہے تو اس کی خاص وجہ کیا ہے؟ ہمیں حد درجہ مسرت و اطمینان ہے کہ دینی مدارس و جامعات کے محترم اساتذہ کرام اور ملت کے اصحاب فکر و دانش نے ہمارے ان احساسات کو سنا اور ہماری دعوت پر سمینار میں شرکت فرمائی اور اپنے گراں قدر افکار و خیالات سے ہمیں مستفید کیا۔

مجموعۂ مقالات قارئین ذی اکرام کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے حد درجہ مسرت ہو رہی ہے، اس کی اشاعت میں تاخیر یقیناً ہوئی ہے، لیکن ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ وسائل و ذرائع پر ہمارا اپنا اختیار نہیں، یہ اسی وقت ہاتھ آتے ہیں جب اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرماتا ہے، پھر بھی ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس کے دین کی حسب استطاعت بیش از بیش خدمت انجام دے سکیں۔

یہ سمینار چونکہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا نمائندہ سمینار تھا، اس لیے اس میں ہر مسلک کے علماء موجود تھے۔ انھوں نے اپنے مقالات میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے، ضروری نہیں کہ کلی طور پر ان سے اتفاق کیا جاسکے، ان سے سنجیدہ علمی اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ ہم نے مجموعۂ مقالات ترتیب دیتے وقت محترم مقالہ نگاران کے افکار و خیالات سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ یا حذف و اضافہ سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ جو کچھ انھوں نے تحریر کیا تھا، آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ مقالات میں کانٹ چھانٹ اور ترمیم و تنسیخ علم و تحقیق کے تقاضوں کے خلاف ہے، اس سے علمی دیانت داری کو ٹھیس پہنچتی ہے اور روح تحقیق تلملا اٹھتی ہے۔ تعصب، حزبیت، جانب داری اور امتیاز من و تو کی علمی دنیا میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شرکائے سمینار میں محترم مقالہ نگاران کے علاوہ بہت سے ایسے اصحاب علم و فضل بھی تھے جنھوں نے اس کے افتتاحی و اختتامی اجلاس کو خطاب کیا تھا، اپنے تاثرات قلبی ظاہر فرمائے تھے اور اس کی بعض نشستوں کی صدارت کرتے ہوئے صدارتی کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ مجموعۂ مقالات میں ان کی شمولیت سے اس کی قدر و قیمت میں یقیناً اضافہ ہوتا اور ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین ان سے بھی استفادہ فرماتے، لیکن بعض فنی اور تکنیکی وجوہات سے ہم کیسٹ کا مواد کاغذ پر منتقل نہ کر سکے، جس کے لیے ہمیں حد درجہ ندامت ہے اور افسوس بھی۔ آئندہ کے پروگراموں میں اس کمی پر قابو پانے کی انشاء اللہ کوشش کی جائے گی۔ اس تعلق سے سب سے ممتاز نام پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ہے۔ محترم نے اپنی منصبی ذمہ داریوں اور دیگر علمی مصروفیات کے باوجود سمینار میں شرکت فرمائی تھی۔ افتتاحی اجلاس کے اپنے خطاب میں پروفیسر قاسمی نے سمینار کے محرک اور اس کے روح رواں مولانا عبدالواحد مدنی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا تھا اور اس سمینار کو اپنی نوعیت کا منفرد سمینار قرار دیا تھا۔ موصوف نے اپنے مفصل خطاب میں قرآن کی عظمت اور اس کے مقام بلند کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا تھا کہ اس وقت رجوع الی القرآن امت کی شدید ضرورت ہے۔ قرآنی علوم کو مطالعہ وتحقیق کا موضوع بنا کر اس سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنا صرف دینی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ ہمارے ایمان ویقین کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن کی تفہیم سنت وحدیث کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ اصحابِ رسول، تابعین عظام اور اسلاف امت کی تفاسیر سے استفادہ ناگزیر ہے۔ پروفیسر قاسمی نے اس سلسلے میں بطور خاص تفسیر ابن کثیر کا نام پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ ماثور کتب تفاسیر میں سب سے عمدہ تفسیر یہی ہے۔ مدارس کے فضلاء کو نہ صرف اس سے بطور خاص استفادہ کرنا چاہیے بلکہ مدارس کے نصاب میں اسے شامل کیا جانا چاہیے۔

قارئین ذی اکرام کو مجموعۂ مقالات میں کئی پہلوؤں سے تشنگی کا احساس ہوگا۔ مرکزی عنوان کے بعض ناگزیر گوشوں پر مقالات موجود نہیں ہیں، حالانکہ سمینار کے لیے جو موضوعات مقرر کیے گئے تھے ان میں یہ شامل تھے۔ اس کی وجہ ہم سب جانتے ہیں کہ بعض محترم مقالہ نگار وقت پر اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے شریک سمینار نہیں ہوسکے اور بعد میں ان کے یہاں علمی کاموں کا ایسا ہجوم رہا کہ بار بار درخواست کرنے کے باوجود وہ اپنے موضوع پر مقالہ تحریر کرنے کی فرصت نہ نکال سکے۔ اگر مقررہ موضوعات پر تمام مقالات آجاتے تو شاید اس کمی کا احساس نہ ہوتا جو آپ اس وقت محسوس کررہے ہیں۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرآن فہمی کے لیے جو سعی محمود فرمائی تھی اور پھر ان کے قابل صد فخر فرزندگان عالی وقار بالخصوص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا تھا، ان کی خدمات کے تذکرے کے بغیر ہندوستان میں علوم شریعت کی درس وتدریس کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ خانوادۂ ولی اللّٰہی کے فکری وعملی تراث سے استفادہ کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ضرورت تھی کہ ان حضرات کی قرآنی خدمات، ان کے فکری میلانات اور قرآن کے تعلق سے ان کے خصوصی رجحانات کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا جاتا اور ان کے اجتہادات کی علمی قدر وقیمت متعین کی جاتی۔ اسی طرح ہماری خواہش تھی کہ کتب ستہ میں قرآن کے فضائل پر جو ابواب ہیں ان کا خصوصی مطالعہ پیش کیا جاتا، تاکہ احادیث رسول کی روشنی میں قرآن کی عظمت نمایاں ہوتی، لیکن اس سلسلے کا صرف ایک مقالہ ہمیں دستیاب ہوسکا، جس کے لیے میں اپنے بزرگ دوست مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری حفظہ اللہ کا بطور خاص شکرگزار ہوں۔

اس کے باوجود مجموعۂ مقالات قارئین ذی احترام کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے مسرت ہورہی ہے اور اس پہلو سے قلبی اطمینان ہے کہ اس سمینار کے انعقاد کا جو بنیادی مقصد تھا، مجموعے کے مشتملات سے کسی حد تک اس کی تکمیل کا سامان مہیا کرنے میں کامیابی ملی ہے۔ کئی محترم شرکائے سمینار نے اپنے تاثرات میں یہ بات واضح طور پر کہی تھی کہ مدارس کے نصابِ تعلیم میں قرآن کا جو نصاب صدیوں سے متعین چلا آرہا ہے وہ ناکافی ہے، اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ ''صفا شریعت کالج'' نے ضرورت کا احساس دلانے اور ملت کے اندر صورِ بیداری پھونکنے میں یقیناً کامیابی حاصل کی ہے۔ امید ہے کہ فکر بیدار ہوگی، عمل کے لیے وسائل فراہم ہوں گے اور ملت کے مخلص افراد اس سلسلے میں اپنا دست تعاون دراز فرمائیں گے۔

ہم اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی کتاب پاک کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ قرآن سے منسوب اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے اور آئندہ ہمیں اس طرح کی علمی، دینی اور دعوتی خدمت کے مزید مواقع عطا فرمائے، آمین۔

۷/۷/۲۰۰۷ء

— مرتب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبۂ استقبالیہ

فہم قرآن: اہمیت، ضرورت اور طریقۂ کار

مولانا عبد الواحد مدنی
ناظم صفا شریعت کالج، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر

اللہ رب العالمین کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے کہ محض اس کے فضل وعنایت کے نتیجہ میں اس سیمینار کے انعقاد کی توفیق مل سکی ہے۔ ترجمان القرآن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نام سے منسوب اس کانفرنس ہال میں آپ جملہ حضرات گرامی کو خوش آمدید کہتے ہوئے بڑی خوشی ہورہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اجتماع اور تقریب کو کلام اللہ سے نسبت ہونے کے ناطے ایک خاص اہمیت ومعنویت اور فضیلت وتقدس حاصل ہوگیا ہے۔

مناسب ہوگا کہ اس موقع پر اختصار کے ساتھ اس ادارہ کا مختصر تعارف آپ حضرات کے سامنے آجائے، جس کے زیر اہتمام یہ سیمینار منعقد ہورہا ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۹۲ء میں آج سے تقریباً ۱۴ سال پیشتر ایک ننھے پودے کی مانند قائم ہوا تھا۔ بزرگانِ دین وملت کی دعاؤں کی برکت سے آج وہ ایک تناور درخت کی شکل میں آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس حقیقت کا اعتراف نہ کیا جائے کہ اس علمی پودے کی آبیاری میں جن چند بزرگوں اور دوستوں کی دعاؤں اور تائید کا خصوصی دخل رہا ہے، ان میں فضیلت مآب مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و چیف ایڈیٹر مجلّہ البعث الاسلامی اور صدر سیمینار فضیلت مآب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری وکیل الجامعۃ جامعہ سلفیہ بنارس و چیف ایڈیٹر عربی ماہنامہ صوۃ الامۃ، و برادر گرامی قدر شیخ صلاح الدین مقبول مدنی کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ بروقت اس ادارہ میں درج ذیل شعبے اور شاخیں سرگرم عمل ہیں:

۱- صفا ہائی اسکول
۲- صفا شریعت کالج
۳- شعبۂ حفظ و تجوید
۴- الکتاب جونیئر اسکول، ججوا، سکرا
۵- ضیا نسواں اسکول، کسہٹا
۶- ضیا جونیئر اسکول، کسہٹا
۷- القلم پرائمری اسکول، پرساعماد
۸- القانتات نسواں اسکول، پرساعماد
۹- کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر
۱۰- شعبۂ تصنیف واشاعت
۱۱- شعبۂ ایتام

اس ادارے کی تمام شاخوں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کی مجموعی تعداد تقریباً پچیس سو (۲۵۰۰) ہے، جن میں تقریباً ۳۰۰ یتیم بچے ہیں، جبکہ مدرسین و ملازمین کی مجموعی تعداد تقریباً ۱۵۰ ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ و طالبات کی تعداد ۵۰۰ سے زائد ہے۔ اللہ ربّ العالمین کے فضل وکرم سے گزشتہ ایک دہائی کی محنت اور بے لوث خدمت کے نتیجے میں اس ادارے نے تعلیم و تربیت کے میدان میں اپنی ایک منفرد شان اور علیحدہ شناخت بنالی ہے اور علاقہ کی مسلم نئی نسل بلاامتیاز مسلک و جماعت بھرپور فیض حاصل کر رہی ہے، فالحمد للہ علی ذلک.

آیئے اس سمینار کی بابت چند باتیں عرض کردوں۔ صفا شریعت کالج (شعبۂ عربی) کے قیام کے بعد سے ہی بڑی شدت کے ساتھ محسوس ہورہا تھا کہ دینی مدارس کے نصاب و نظام تعلیم میں وحی الٰہی کو جو مقام و مرتبہ ملنا چاہیے اور کلامِ الٰہی کی تعلیم و تفہیم کی جو برکت محسوس ہونی چاہیے، اس باب میں کافی کمی، نقص اور کوتاہی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم سے ہماری نئی نسل کو جو قوت حیات ملنی چاہیے وہ نہیں مل رہی ہے، جبکہ مسلمانوں کی عمومی زندگی اور مدارس کے تعلیمی نصاب میں خصوصی طور پر کلام الٰہی کی مؤثر شمولیت ہونی چاہیے کہ قرآن مجید اور سنت رسول پاک ہی ملت کا اصل مرکز ومحور ہے۔ ہر جماعت کی روح اس کا مرکز ہوتا ہے۔ جب تک ملت کے افراد میں اپنے مرکز سے وابستگی پائی جائے گی، ان کی روح سرسبز وشاداب رہے گی اور جتنا جتنا اس وابستگی میں اضمحلال پیدا ہوتا جائے گا ان کے اندر بھی کمزوری اور اضمحلال آئے گا، یہاں تک کہ اگر یہ احساس مرکزیت بالکل ناپید ہو جائے تو پھر جماعت نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے گی۔ایسی قوم کے افراد مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم کے الفاظ میں ”تسبیح کے دانوں کی طرح منتشر اور گریبان عاشق کی مانند پراگندہ ہو جائیں گے۔“

ملت اسلامیہ کا مرکز ومحور صرف اور صرف قرآن وسنت ہے۔اس ملت کے تمام عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، تمدن، تہذیب اور اس کے تمام اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی نظام سب اسی ایک مرکز سے وابستہ اور اسی ایک رشتہ سے منسلک ہیں۔مسلمانوں کی تمام اخلاقی وروحانی برتریوں اور بزرگیوں کا دار و مدار اسی ایک کتاب مبین کے تعامل پر ہے۔مسلمانوں نے جب کبھی اس کتاب کی قیادت میں کسی جانب رخ کیا، دشمنوں کی صفیں جو پہاڑ کی طرح مضبوط تھیں، دم کے دم میں الٹ گئیں اور کفر وشرک کے مضبوط قلعے مفتوح وسرنگوں ہوکر حق و صداقت کا پرچم اڑانے لگے۔مسلمانوں نے قرآن کی مشعل کو ہاتھ میں لیے ہوئے جس کسی وادئ پُرظلمت کی جانب اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑیں تردّد، تذبذب اور شک وشبہ کی تاریکیاں خود بخود چھٹتی چلی گئیں اور پھر وہاں ایمان ویقین کا آفتاب جہاں تاب اس شان سے طلوع ہوا کہ

عالم تمام مطلع انوار ہو گیا

لیکن جب سے دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر مسلمانوں کو قرآن سے بعد ہونا شروع ہوا، ان کی روح اجتماعیت بھی درماندہ ہونے لگی اور آج اس کے جو نتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ان کے ماتم میں دیدہ ودل سے جتنا بھی دجلہ خون بہے کم ہے اور جس قدر بھی آہ وفغاں کے شرارے لب ودہن سے بلند ہوں، تھوڑے ہیں۔ (فہم قرآن، ص ۱۰-۱۱)

اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے پونے چار سالہ اسیری سے رہائی کے بعد اکابر علما کی موجودگی میں فرمایا تھا:

”میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں: ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کا اختلاف اور خانہ جنگی، اسی لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی بقیہ زندگی اسی کام میں صرف کروں کہ قرآن مجید کو لفظاً ومعناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی میں قائم کیے جائیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔''

شاعر مشرق علامہ اقبال کو بھی اپنی فارسی اور اردو شاعری میں قرآن مجید کی اس اہمیت و معنویت کا بھرپور ادراک واحساس تھا، اسی لیے انھوں نے مسلمانوں کی تباہی کو مہجوریٔ قرآن کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

خوار از مہجوری قرآن شدی　　شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندہ اُ　　در بغل داری کتاب زندہ اُ

ایک دوسری جگہ اقبال فرماتے ہیں:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن　　نیست ممکن جز بقرآں زیستن
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است　　ایں کتاب نیست چیزے دیگر است

اقبالیات کے اردو ذخیرہ کا مشہور شعر ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

دراصل یہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح اور مرفوع حدیث رسول اللہ ﷺ کی ترجمانی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

ان اللّٰہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین۔

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بہت سی قوموں کو بام عروج تک پہنچاتا ہے اور اس کتاب کو پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں بہتوں کو ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔''

ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی سرمایہ کا تاریخی جائزہ بتلاتا ہے کہ خانوادۂ ولی اللٰہی سے پہلے قرآن فہمی کا چرچا ہندوستان میں کبھی نہ ہوا۔ اس بات کا اعتراف پروفیسر خلیق احمد نظامیؒ اور مولانا مناظر احسن گیلانی وغیرہ نے کیا ہے، بلکہ ایک معاصر معروف عالم دین مولانا اخلاق حسین قاسمی کی تصریح کے مطابق شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پہلے ہندوستان میں براہ راست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے ترجمہ وتفسیر سے استفادہ کرنے کا تصور بھی خلاف ادب سمجھا جاتا تھا۔ عوام تو عوام خواص کے اندر بھی یہ تصور عام تھا کہ قرآن خداوند عالم کا کلام ہے، اس لیے اسے سمجھنا بہت مشکل ہے اور اس کتاب آسمانی سے استفادہ کرنا ممکن نہیں۔ (قرآن مجید کی تفسیریں، ص ۱۹۳)

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی اصلاحی تحریک کی بنیاد قرآن وسنت کو قرار دیا۔ شاہ صاحب قرآن کو امت مسلمہ کی قوت حیات سمجھ کر اس کی اشاعت اور خدمت پر عازم ہوئے اور مروّجہ اسلامی علوم وفنون پر قرآنی نقطہ نظر سے غور وفکر کیا اور اپنی بساط بھر ان کو صحیح رخ دینے کی کوشش کی اور دوسری طرف قرآن وسنت کو اپنے اصلاحی پروگرام کا مرکز ومحور بنایا۔

فارسی میں قرآن کا ترجمہ فرما کر عامۃ المسلمین کو قرآن فہمی کا پیغام دیتے ہوئے اس کے مقدمہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”اگر تم انصاف سے کام لو تو نزول قرآن کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کی جائے اور اس کی ہدایت سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ قرآن کا صرف تلفظ مقصود نہیں ہے، اگرچہ وہ بھی غنیمت ہے۔ مسلمانوں نے یہ کیا شیوہ اختیار کرلیا ہے کہ وہ قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اس شخص کو کیا حلاوت نصیب ہوسکتی ہے جو قرآن کے مضمون کو نہیں سمجھتا ہے۔“ (مقدمہ فتح الرحمٰن)

شاہ صاحب مسلمانوں کو مزید نصیحت کرتے ہیں:

”جس طرح یاران سعادت مند مولانا روم کی مثنوی، شیخ سعدی کی گلستاں وبوستاں، شیخ فرید الدین عطار کی منطق الطیر، فارابی کے قصے، مولانا جامی کی نفحات الانس اور ان جیسی دوسری کتابیں مجلسوں میں پڑھتے ہیں، کیا اچھا ہو اگر وہ اس طرح قرآن کے ترجمہ کو آپس میں پڑھیں اور اس کی تفہیم سے شغل خاطر کریں۔ اگر وہ اولیاء اللہ کے کلام سے مشغلہ ہے تو یہ شغل کلام اللہ ہے۔ اگر وہ حکیموں کے مواعظ ہیں تو یہ احکم الحاکمین کا موعظہ ہے۔ اگر وہ عزیزوں کا مکتوب ہے تو یہ ربّ العزت کا مکتوب ہے۔“

شاہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمہ قرآن (جس کا نام فتح الرحمٰن ہے) کی بابت مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس ترجمہ قرآن کے پڑھنے کا وقت ناظرہ یا حفظ قرآن ختم کرنے اور تھوڑی بہت فارسی پڑھ لینے کے بعد ہے، تا کہ بآسانی فارسی سمجھ سکیں۔ خصوصی طور سے جو لوگ صنعت وحرفت میں لگے ہوئے ہیں اور جو ملازمین ہیں ان کے بچوں کو ضرور پڑھایا جائے جن کے مکمل عربی نصاب پڑھنے اور ختم کرنے کی امید نہیں ہے۔ ایسے بچوں کو سن تمیز اور سن شعور کو پہنچتے ہی یہ ترجمہ قرآن پڑھادیا جائے تا کہ سب سے پہلی چیز جوان کے اندر جگہ پکڑے وہ قرآن پاک کے معانی ہوں اور اس کی برکت سے ان کی فطری سلامتی زائل نہ ہونے پائے اور ان بے دینوں کی باتیں ان کو دھوکہ میں نہ ڈال سکیں جو صوفیا کے لباس میں دنیا کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح غلط معقولیوں کی بکواس سے اور غیر مسلموں کی باتوں سے ان کا سینہ داغ دار نہ ہو سکے اور عمر کا ایک حصہ گزرنے کے بعد انھیں توبہ کی توفیق نصیب ہو۔'' (مقدمہ فتح الرحمٰن)

ذرا غور فرمائیں تجدید واصلاح امت کے عظیم ہیرو شاہ ولی اللہ دہلوی کو قرآن مجید سے کس درجہ شغف تھا اور عوام وخواص تک قرآن پہنچانے کے لیے آپ کس درجہ بے تاب تھے۔ دنیا کی ساری باتیں ہم سنتے سناتے ہیں، اگر نہیں کرتے ہیں تو صرف قرآن پاک سنانے کا اہتمام نہیں کرتے، ایسا کیوں؟

حالانکہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اشاعت اسلام کی تحریک میں قرآن سنانے کا خاص اہتمام ہوا کرتا تھا۔ صحابہ کرام متعدد حلقے بنالیتے تھے اور ہر حلقہ میں ایک پڑھنے والا ہوا کرتا تھا جو قرآن پڑھ کر سنایا کرتا تھا اور احکام ومسائل بیان کیے جاتے تھے۔

شاہ صاحب اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور صحابہ کرام سے تشبہ پیدا کیا جائے کہ وہ اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے اور قرآن پڑھنے والوں کے سامنے تلاوت کیا کرتے تھے۔''

قرآن مجید کی حفاظت کا ضامن اللہ رب العالمین ہے اور منکرین قرآن کی ہزار ناکام کاوشوں کے باوجود کلام الٰہی ہر طرح کی تحریف واضافہ سے محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کے بیان کے مطابق جرمن مستشرقین نے میونخ یونیورسٹی میں ایک انسٹی ٹیوٹ آف قرآنک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسٹڈیز قائم کیا تھا اور ساری دنیا سے ہر زمانے میں ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کے بیالیس ہزار نسخے اس ادارہ میں جمع کیے گئے تھے۔ یہودی اور عیسائی اسکالرس پچاس سالوں تک ان نسخوں کا نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے کہ کہیں اختلاف، کوئی تحریف، کوئی اضافہ مل جائے تو اس کا خوب ڈھنڈھورا پیٹا جائے، مگر سوائے مایوسی، ناکامی، شرمندگی اور رسوائی کے ان لوگوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور پھر دوسری جنگ عظیم میں اس انسٹی ٹیوٹ پر ایک بم گرا اور سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔ ﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون﴾ (الصف: ۸)

امت مسلمہ عالمی سطح پر اپنی تاریخ کے غیر معمولی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ باطل طاقتوں کے ناپاک عزائم کے نشانے پر امت مسلمہ کے ساتھ خود قرآن مجید ہے اور اب تو قرآن میں ترمیم نیز جہاد وقتال کی آیات کو قرآن سے خارج کرنے کا برملا مطالبہ کیا جارہا ہے اور قرآن کو امن عالم کے لیے خطرہ قرار دیا جارہا ہے۔ ایسے موقع پر ہمارے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات ضرور رہنی چاہئیں:

﴿وان کادوا لیفتنونک عن الذی أوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لاتخذوک خلیلاo ولو لا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلاo اذا لأذقنک ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیراo﴾

(الاسراء: ۷۳-۷۵)

ان آیات میں رسول عربی فداہ ابی وامی کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ آپ کے مخالفین اپنی تمام سازشوں اور مخالفتوں کے باوجود آپ کو راہ حق سے ذرّہ برابر بھی نہیں ہٹا سکتے، کیونکہ وحی الٰہی اور آسمانی ہدایت پر کوئی انسانی طاقت غالب نہیں آسکتی۔ ان آیات میں وارد شدید تنبیہ کا مقصد رسول کو سامنے رکھ کر ہم مسلمانوں کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ بڑی سی بڑی مخالفت کے باوجود وحی الٰہی سے دست بردار نہ ہوں، اسلام اور قرآن کی راہ نہ چھوڑیں۔ باطل کی جانب سے ظلم وستم ہوگا، مشکلات پیدا کی جائیں گی، مگر اہل ایمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ راہ حق پر گامزن رہیں۔ باطل ہمارے دین وایمان کو برابر آزماتا رہے گا۔ قرآن نے شروع ہی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگاہ کر دیا تھا:

﴿لتبلون فی أموالکم وأنفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا أذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الأمور٥﴾ (آل عمران: ۱۸۶)

''اے مسلمانو! تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں، اپنی جانوں میں اور تمہیں مشرکین اور اہل کتاب کی کڑوی کسیلی باتیں سننی پڑیں گی اور ان دشمنوں کے ہاتھوں سے سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، پھر اگر تم نے پرہیزگاری اور ایمان کی راہ اپنائی اور صبر وتحمل سے آزمائشوں کا دور گزار دیا تو یہ کارنامہ بڑے عزم وحوصلہ کا ہوگا۔''

واقعہ یہ ہے کہ دنیائے کفر وطاغوت نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کا اصل سرچشمہ قرآن مجید ہے، اسی لیے مذہبی آزادی اور حقوق انسانی کا پرفریب نعرہ لگانے والی دنیا قرآن کے خلاف مورچہ بندی میں ہمہ تن مصروف ہے اور دینی مدارس و جامعات کے نصاب اور قرآن میں تبدیلی کا پرزور مطالبہ کر رہی ہے، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ باطل کی جانب سے مشکلات جس قدر بھی پیدا کی جائیں، لیکن ہماری ایمانی حمیت اور دینی غیرت کا واضح اور حتمی تقاضا ہے کہ ہم صبر و ثبات قدمی کا ثبوت دیں اور اس طرح کے غیر منصفانہ مطالبات کو بہرصورت ٹھکرا دیں اور قرآن وسنت سے اپنے کمزور پڑنے والے تعلق میں تجدید واستحکام لائیں، اس لیے کہ قرآن مجید اس روئے زمین پر اللہ کی آخری حجت ہے اور ہماری ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دور رسالت وعہد صحابہ وتابعین میں ہر کامیابی کتاب وسنت کی بے لاگ پیروی کی بدولت حاصل ہوئی تھی اور بعد کے ادوار میں ہر قسم کا زوال کتاب وسنت کی خلاف ورزی کا نتیجہ رہا ہے۔ اب زوال کے دلدل سے نکلنے کا واحد راستہ اتباع کتاب وسنت ہے۔

مصنف منہاج القرآن ڈاکٹر برہان الدین فاروقی کے تجزیہ کے مطابق اگر مسلمان قرآن کی اس خصوصیت کو فراموش نہ کیے ہوتا تو یہ اعتماد کبھی زائل نہ ہوتا کہ قرآن تاریخ کے ہر دور میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے تمام تقاضے پورے کرنے کے لیے روشنی، رہنمائی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاطرخواہ نتائج پیدا کرنے کی ضامن ہدایت ہے، مگر زوال سیرت کا یہ عالم ہے کہ ہمارے اندر یہ شعور باقی نہ رہا کہ تاریخ کیا ہے۔ مزید یہ کہ تاریخی جدوجہد کے نتائج کس قانون سے متعین ہوتے ہیں، نہ یہ کہ تاریخ کے مختلف ادوار کیا ہیں؟ نہ یہ کہ زندگی کے مختلف پہلو کیا ہیں اور ان کے تقاضے کیا ہیں؟ دراصل اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کے انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی پہلوؤں کے پیش نظر اپنی آرزو، اپنے نصب العین، اپنے نظام فکر وعمل (کتاب وسنت) اپنے ملیّ تشخص اور اپنی تاریخ کے حوالے سے اپنی اصطلاحوں میں غور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر اپنا نصب العین پیش نظر نہ رہے تو فکر وعمل کا رخ متعین نہیں رہتا ہے اور یہی زوال ہے اور اگر اصل نظام فکر وعمل یعنی کتاب وسنت کی بجائے انسانی استعداد کا زائیدہ اس کی جگہ لے لے تو انحراف کی جگہ پر آجانا ناگزیر ہوجاتا ہے۔ (منہاج القرآن، ص ۲۹-۳۰)

قرآن مجید سے متعلق اس آل انڈیا سیمینار کے ذریعہ اگر ہمیں خود احتسابی کی توفیق مل گئی کہ ہم نے قرآن کے حقوق کا کہاں تک پاس ولحاظ کیا ہے اور قرآن جیسی کتاب رشد وہدایت سے استفادہ کی راہ میں فکر وعمل کی دنیا میں جو بھی حجابات ہمارے اندر پائے جاتے ہیں، ان کا صحیح شعور ہمیں عطا ہوجائے، تاکہ ان حجابات کو دور کرکے قرآن جیسی کتاب اصلاح وانقلاب سے ہم اپنی انفرادی واجتماعی وملیّ وجود میں صحت مند تبدیلی لاسکیں۔

بلاشبہ قرآن مجید زندگی، حیات، بشارت، تذکرہ، نصیحت، شفا اور نور ہے، لیکن یہ انھیں لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو ہدایت کے طلب گار ہوں، جو مومن ومسلم ہوں اور طہارت و پاکیزگی کی زندگی گزارتے ہوں، اسی لیے ﴿وهدى و بشرى للمسلمين﴾، ﴿شفاء و رحمة للمؤمنين﴾، ﴿هو للذين آمنوا هدى و شفاء﴾ کہا گیا ہے۔

رہے وہ لوگ جن کا دامن زندگی فسق وفجور سے آلودہ ہے اور اللہ سے بغاوت وسرکشی کی راہ ضلالت پر قائم ہیں، ایسے لوگوں کے دلوں میں نور علم وہدایت کی بجائے ان کی گمرہی اور ضلالت میں اضافہ کا موجب قرآن ہے۔

﴿ولا يزيد الظالمين الا خسارا﴾ (الاسراء: ۸۲)

﴿وليزيدن كثيرا منهم ما انزل اليك من ربك طغيانا و كفرا﴾ (المائدۃ:۶۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک موقع پر ایمانداروں اور بے ایمانوں میں فہم قرآن اور اس کے اثرات کے اعتبار سے فرق بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر وهو عليهم عمى أولئك ينادون من مكان بعيد﴾ (فصلت: ۴۴)

ایک دوسری آیت میں صاف طور پر قرآن نے کہہ دیا ہے کہ بدعمل اور متکبروں کو اللہ فہم قرآن کی نعمت سے محروم رکھتا ہے:

﴿سأصرف عن آياتي الذين يتكبرون في الأرض بغير الحق﴾ (الاعراف:۱۴۶)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے "القرآن حجة لك وعليك". اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن پر عمل کیا جائے، اس کی تعلیم اور ارشادات کے مطابق خدا پرستی، طہارت و پاکیزگی کی زندگی گزاری جائے تو یقیناً ہدایت کا قرآن بہترین سرچشمہ ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ ایسا نور بصیرت پیدا کردے گا جو قرآن کی دعوت اور اس کی تعلیمات پر ایمان اور اس کے مطابق عمل کو ان کے لیے آسان کردے گا، لیکن اگر اعمال فاسدہ کے حجابات انسان کے آئینہ دل و دماغ پر پڑتے ہیں تو اس سے صحیح فہم قرآن کی امید فضول ہے۔ اس حقیقت کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم أعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها أولئك كالأنعام بل هم أضل أولئك هم الغافلون﴾ (الاعراف:۱۷۹)

اس لیے قرآن مجید سے کماحقہ استفادہ کے لیے علمی استعداد کے ساتھ عملی و اخلاقی استعداد کی بھی سخت ضرورت ہے، جس پر ہمارے علما، طلبہ، مدرسین و معلّمین اور عام مسلمانوں کو سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے۔

قرآن کی ناظرہ تعلیم، تجوید و قراءت اور حفظ کے علاوہ قرآن مجید کی تفہیم و تفسیر اور اس کے متعلق معاون علوم کی تدریس کا تنقیدی جائزہ لینے کی شدید ضرورت ہے، تاکہ قرآن مجید کے تئیں پائے جانے والی تمام کوتاہیوں کا ازالہ ہوسکے اور فہم قرآن کی اس صراط مستقیم پر یہ ملت گامزن ہوسکے، جس میں قرآن کی تفسیر خود قرآن، احادیث صحیحہ (متواتر ہوں کہ آحاد) مستند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار صحابہ و تابعین، عربی زبان و ادب اور سیاق و سباق اور ان تمام کسبی علوم کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے سلیم ذوق کی روشنی میں قرآن سمجھا جا سکے اور اس سلسلے میں ایک بڑی اہم ضرورت ہے کہ انسان اپنے خودساختہ مزعومات و خیالات خواہ ان کا تعلق کلامی مذاہب سے ہو کہ فقہی مسالک سے یا صوفیانہ مشارب سے یا جدید مادّی افکار و نظریات سے، ان میں کسی کو قرآن پر تھوپنے اور زبردستی قرآن سے ان معانی و مفاہیم کو کشید کرنے کی کوشش نہ کی جائے اور نہ ہی قرآن کو اپنی رائے اور خواہش کا تابع بنایا جائے، بلکہ قرآن کو اپنا امام و مرشد و مقتدی بنایا جائے اور قرآن جو کچھ رہنمائی فرمائے اسے بغیر کسی تحفظ و تردّد کے اپنائے، نیز قرآن کو محمد عربی ﷺ فداہ ابی و امی اور آپ کے اصحاب کرام کی تشریح و تفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرے، اس لیے کہ فہم قرآن کی تاریخ اس تلخ حقیقت پر گواہ ہے کہ جب بھی قرآن کو سنن نبوی اور آثار صحابہ سے الگ کر کے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے تو وہ مختلف قسم کی اعتقادی و فکری و اخلاقی و سماجی ضلالتوں کے جنم لینے کا موجب بنا ہے۔ باطنیہ، قرامطہ، رافضہ، خوارج وغیرہ باطل فتنے اس کا واضح ثبوت ہیں۔

اب اخیر میں اس طویل سمع خراشی کے لیے معذرت قبول فرمائیں۔ ایک بار پھر آپ تمام شرکائے سیمنار کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں اور گزارش ہے کہ اگر آپ کی میزبانی و ضیافت کے فرائض کی ادائیگی میں ہم سے کوئی کوتاہی رہ جائے تو آپ عفو و درگزر سے کام لیں کہ آپ حضرات میری دعوت پر نہیں بلکہ قرآن کی دعوت پر یہاں جمع ہیں۔

اللہ کرے یہ اجتماع اس حدیث رسول کا مصداق ہو ”ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده.“ (مسلم)

اے بار الٰہ! تو اس اجتماع کو دین و ملت کے حق میں مفید بنا۔ ہم سب کو اپنی کتاب کی صداقت و ہدایت سے کماحقہ مربوط فرما، ہماری نیتوں کو ہر قسم کے فتور سے پاک فرما اور اس اجتماع کی برکت سے ملت کی اصلاح و فلاح کا سامان فراہم کر۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افتتاحی خطاب

ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی

مدیر ''البعث الاسلامی''، لکھنؤ

یہ سمینار جس موضوع پر منعقد کیا جارہا ہے وہ ہے ''مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں قرآن کریم کا مقام اوراس کا منہج تدریس''۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی اسلامی درس گاہ کا نصاب تعلیم بغیر قرآن کریم کے کبھی بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کی تفسیر، قرآن کریم کا ترجمہ اور قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کی تدریس جس نصاب تعلیم کا جزو ہو اس نصاب تعلیم کا کامیاب ہونا اور نصاب تعلیم کے پڑھنے والوں کا باسعادت ہونا یقینی ہے۔

قرآن کریم ہمارے لیے اصل ایمان ہے، قرآن کریم مسلمانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے، انسانیت کے لیے ایک دائمی دستور حیات ہے اور کائنات کے لیے ایک منارۂ نور ہے، جس کی روشنی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور جس کی روشنی سے وہ قلوب منور ہیں جو ایمان کی لذت سے آشنا ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کریم کی جب آخری آیت کریمہ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا. نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! آية في كتابكم تقرؤنها لو علينا انزلت معشر اليهود لاتخذنا ذلك اليوم عيدا. امیر المومنین نے فرمایا: أي آية. کون سی آیت؟ اس نے یہ آیت پڑھی: اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(المائدۃ:۳) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ کہہ کر جواب دیا: عشية عرفة يوم الجمعة. عرفہ کا دن تھا، شام کا وقت تھا، جمعہ کا دن تھا تو ایک یہودی بڑے عالم نے اس کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کیا کہ وہ مجبور ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اتنی عظیم آیت قرآن کریم کے اندر نازل ہوئی اور آپ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم یہودیوں کے اوپر ایسی کوئی آیت کریمہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو ہمیشہ ہمیش کے لیے جشن کا دن بنا لیتے۔ نہایت تاکید سے اس نے کہا اور زور دے کر کہا:

لاتخذنا ذلک اليوم عيدا.

یہ وہ کتاب ہے میرے بزرگو اور دوستو!

لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد. بہت کوششیں کی گئیں کہ قرآن کریم کے اثر کو کچھ کم کر دیا جائے۔ قرآن کریم کا جو زندگی کی تعمیر میں اور سیرت و کردار کی تعمیر میں بلکہ یوں کہیے کہ صحیح انسان کی تعمیر میں اس کا جو رول ہے، جو اس کا کردار ہے، اس کو لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ اس کی اہمیت کو زیادہ سمجھ نہ سکیں اور آہستہ آہستہ وہ اس سے کنارہ کش ہو جائیں یا اس کی اہمیت ان کی نظروں میں کم ہو جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ جس چیز کا سب سے زیادہ خوف اور خطرہ قرآن کریم کے تعلق سے لاحق ہوا ہے، جو اسلام کو اپنے لیے ایک متوازن دین سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ بغیر اس پر عمل پیرا ہوئے ہمارا قافلہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہم لوگوں کے دلوں پر حکمرانی نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم کی اہمیت کو، اس کی قیمت کو کم کر دینے کی جتنی بھی کوششیں ہو سکتی تھیں، انھوں نے کیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کے اندر وہاں کے ایک ممبر نے قرآن کریم کو اٹھا کر ممبروں کے سامنے یہ پیش کیا اور کہا کہ جب تک قرآن باقی رہے گا اس وقت تک ہم ان کے دلوں پر حکمرانی نہیں کر سکتے، اس لیے اس کے اثر کو اس کی اہمیت کو ان لوگوں کی نظر میں کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ کوششیں جاری ہیں اور موجودہ دور میں جو بھی مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم سے بڑی حد تک کم ہو گیا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قرآن کو محض ایک روایتی کتاب کی حیثیت سے وہ پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ یہ ایک روایت بن گئی ہے اور دلوں پر اس کا جو اثر ہونا چاہیے وہ اثر نہیں ہوتا، تو مغربی طاقتوں کو زیادہ سے زیادہ موقع ملا کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن کریم کے اثر کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے سب سے زیادہ انھوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ وہ اسلامی ممالک کے جامعات اور وہاں کے جو اسلامی ادارے ہیں، جہاں قرآن کریم پوری طرح سے پڑھایا جاتا ہے، اس کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، اس کے مفاہیم اور معانی کو لوگوں کے سامنے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اس طرح سے کہ وہ دلوں پر اثر انداز ہو جائیں اور بہت سے لاکھوں بے شمار ایسے ادارے قائم ہو چکے ہیں جہاں قرآن کی تحفیظ قرآن کو یاد کرنے کا عمل جاری ہے تو انھوں نے کہا کہ اسلامی مدارس کے اندر اس قرآن کو آپ مکمل طور سے نہیں ختم کر سکتے ہیں۔

سائنسی علوم کا دور ہے۔ اہل علم میں سائنسی مسائل کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں۔ آپ پیچھے جا رہے ہیں، اس لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک مختصر ایڈیشن شائع کر دیا جائے اور ہمارے مدارس و یونیورسٹیوں کے اندر وہ مختصر ایڈیشن پڑھایا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قرآن کریم کا ایک مختصر ایڈیشن انھوں نے شائع کر دیا، جس میں بہت سی سورتوں کو حذف کر دیا اور کہا کہ خاص طور سے آپ لوگوں کے یہاں جو ندوات ہوتے ہیں، جو سمینار ہوتے ہیں، ان کے اندر وہ آیتیں نہ تلاوت کی جائیں جس میں کہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہو۔ قرآن کریم کے اندر بہت سی ایسی سورتیں اور آیتیں ہیں جن کو آپ خطبوں میں پڑھ سکتے ہیں، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ ایسے موقع پر ان آیتوں کو پڑھا جائے جن میں یہود و نصاریٰ کا ذکر ہو۔ حال ہی میں اس قرآن کریم کے اثر کو ختم کرنے کے لیے ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس کا نام ہے **مصحف الفرقان الحمید**۔ امریکہ سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے، انگریزی میں بھی اور عربی میں بھی اور اس میں بہت سی لایعنی چیزیں ہیں۔ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کو حذف کیا گیا ہے اور یہود و نصاریٰ کی باتوں کو اس طرح سے مختصر کیا گیا ہے اور تحریف کیا گیا ہے کہ بغیر دیکھے ہوئے اور بغیر پڑھے ہوئے ہم سمجھ نہیں سکتے، بالکل تازہ کوشش ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ اس وقت ہمارے اسلامی ممالک کی جامعات کے اندر وہ شارٹ جو قرآن مجید کی ہے (محرف نسخہ) اس کو جاری کردیا گیا ہے اور قرآن کریم کے نصاب کو بہت زیادہ مختصر کردیا گیا ہے۔ میں ان ممالک کا نام نہیں لینا چاہتا، آپ حضرات اُن سے واقف ہوں گے۔

کس قدر افسوسناک بات ہے، کیسا افسوسناک پہلو ہے۔ اس افسوسناک پہلو کا احساس سوائے چند ایسی شخصیتوں کے جو اس کی شناعت کو اور اس کی برائی کو سمجھ رہے ہیں، وہی اس کو محسوس کرتے ہیں ورنہ ہمارے عام مسلمان تو اس کو جانتے بھی نہیں یا عام مسلمانوں کو اس کا علم ہی نہیں۔

میرے بھائیو اور دوستو! اس وقت سازش ہورہی ہے کہ قرآن کریم کو زندگی کے معاملات سے علاحدہ کردیا جائے۔ انھوں نے بہت کوششیں کیں، تحریف کی بھی کوشش کی، اس کے ایسے نسخے بھی شائع کیے، قرآن کریم کے ایسے ایڈیشن بھی شائع کیے جو محرف تھے، لیکن ان سب کے اندر وہ ناکام ہوگئے۔ انھوں نے دیکھا کہ حافظوں کا ایک گروہ ہے، اُن کے پاس قرآن کریم کے حفاظ جو قرآن کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کیے ہوئے ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ایک لمبا گروہ ہے اور دن بدن وہ تعداد بڑھتی جارہی ہے تو ایسی صورت میں ہم اس کی آیتوں کو حذف کرکے کامیاب نہیں ہوسکتے، لہٰذا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے کورس کو مختصر کردیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ فلاں فلاں آیتوں اور فلاں فلاں سورتوں کو آپ اپنے نصاب کے اندر داخل کرلیں اور وہ بھی محض برکت کے لیے، اس لیے نہیں کہ وہ دستورِ حیات ہے، اس لیے نہیں کہ وہ روشنی کا مینارہ ہے، اس لیے نہیں کہ وہ انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے، اس لیے نہیں بلکہ اس لیے تاکہ یہ کہا جاسکے کہ آپ کے نصاب تعلیم کے اندر قرآن کریم داخل ہے اور دینی و نصابی پیریڈ کی شکل میں موجود ہے۔ وہ اسلامی پیریڈ پڑھائے جارہے ہیں، دینیات پڑھائی جارہی ہے۔

اس وقت ہمارے حالات، ہماری امت کے حالات، اعلیٰ احساسات اس قدر کمزور پڑگئے ہیں کہ اس میں اس طرح کی سازشوں کا کامیاب ہوجانا کچھ بعید نہیں۔ ملت کے باشعور طلباء، باشعور افراد اور ملت کے حاملین، علم بردار، ملت کے شارحین دین اور جامعات و مدارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کے ذمہ داروں کے لیے یہ بہت بڑا چیلنج ہے، جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اگر اس چیلنج کے اوپر ہم نے خاموشی کا اظہار کیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم نے شکست کھالی اور شکست کو تسلیم کرلیا اور ہم بھی اس بات کے قائل ہوگئے کہ قرآن کریم کا مختصر ایڈیشن شائع کردیا جائے اور اسی کو ہم لوگ پڑھتے رہیں اور اس کی ۱۱۴ سورتوں میں سے کچھ سورتوں کو حذف کردیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ خاص طور سے جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ سورۂ جاثیہ پر اُن کی نظر پڑی اور کہا کہ سورہ جاثیہ کو ضرور حذف کردو اور سورہ بقرہ کے اندر جہاں یہود ونصاریٰ کا تذکرہ بہت زیادہ ہے، اس کو بھی حذف کردو اور ایک مختصر سا ایڈیشن پیش کرکے ان سے کہو کہ اس کو اپنے مدرسوں کے اندر چلائیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے تا کہ ہمارے دلوں کے اندر جو

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.

کا اثر ہے اور جو ہمارے احساسات ہیں، دین کے جمال، اس کے خالص اور زندہ و جاوید ہونے کا احساس ہے، وہ ہمارے دلوں سے نکل جائے، تاکہ دیگر تمام مذاہب کی طرح سے اس کے ساتھ ہمارا معاملہ ہو جائے۔ اُن مذاہب کی طرح سے جو دنیا کے اندر آئے اور ختم ہوگئے اور جن کی عمریں بہت کم تھیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ عیسائیت کی عمر کتنی تھی؟ عیسائیت صحیح معنوں میں زیادہ سے زیادہ تین ہفتے تک رہی ہوگی، لیکن اس کے بعد تورات وانجیل کے اندر جو تحریف کی گئی، اس کو محرف بنادیا گیا، یہ آپ کو معلوم ہے۔ بالکل اسی طرح کی کوششیں ہورہی ہیں کہ اسلام کو زندگی سے علاحدہ کردیا جائے۔ زندگی کی سرگرمیوں سے اور زندگی کے تمام معاملات سے اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے اُسے اٹھادیا جائے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اُسے بالکل خشک کردیا جائے، تاکہ اس سے کوئی بھی فائدہ نہ اٹھایا جاسکے اور ہم اور دوسری تمام اقوام ایک ہی کشتی پر سوار ہوکر اپنی زندگی کے ایام بے خوفی، بے شعوری اور بے احساسی میں گزاردیں۔ ہم اس لائق نہ رہ جائیں کہ ہم لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کرسکیں کہ یہ اسلام وہی اسلام ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تھا اور جبریل کے واسطے سے نازل ہوا اور اسی اسلام کو اختیار کرکے ہم دنیا کو مسائل سے نجات دلاسکتے ہیں، جن مسائل میں آپ لوگ الجھے ہوئے ہیں۔ اس دنیا کی قیادت ہم ہی کرسکتے ہیں۔ اس قرآن کی روشنی میں، کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنت کی روشنی میں ہمارے علاوہ دنیا کی کوئی دوسری قوم اس دنیا کی قیادت نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم موضوع ہے، بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ پر تمام علماء، مفکرین، اصحابِ دانش، اہل فکر، اہل مدارس اور علمائے کرام حضرات کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اس وبا کو جو دوسرے اسلامی ممالک کے اندر پھیل رہی ہے، ہمارے ملک کے اندر نہ آنے پائے۔ اس فتنے کو ختم کرنے کے لیے ہم کوشش کریں، آواز اٹھائیں۔ اس وقت جو سماج ہمارے اوپر مسلط کیا جارہا ہے اور جو معاشرہ ہمارے اوپر لادا جارہا ہے، اس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔

اس بے شرمی کا، اس بے حیائی کا، اس بے غیرتی کا جو معاشرہ اور جو سماج ہمارے اوپر مسلط کیا جارہا ہے وہ اسی لیے مسلط کیا جارہا ہے، تاکہ اسلام سے ہمارا تعلق کم سے کم اور کمزور سے کمزور تر ہو جائے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض نام نہاد مسلمان جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ان کی کتنی خاطر تواضع ہوتی ہے۔ جو اسلام کے خلاف لکھتے ہیں، اسلام کے خلاف بولتے ہیں، اسلام کے خلاف عمل کرتے ہیں، اس کے لیے انھوں نے آدمیوں کو تیار کر رکھا ہے، جو نام تو مسلمانوں جیسا رکھتے ہیں، لیکن ان کی فکر اور ان کے اعمال کافروں جیسے ہیں۔

آپ نے سنا ہوگا، ذہن میں ابھی یاد تازہ ہوگی اس رشدی کی جس نے اسلام کے خلاف حضور اکرم ﷺ کے خلاف شیطانی آیات لکھ کر اپنے آپ کو ذلیل وخوار کیا، کس طرح دوسرے ملکوں میں اس کا استقبال کرایا جارہا ہے، کس طرح اس کے لیے سیم وزر کے خزانے کھولے جارہے ہیں اور ابھی آپ کے سامنے اور دوسری مثالیں آرہی ہیں یا آئیں گی۔ بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین، اس کی کتنی خاطر تواضع ہورہی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ مسلمانوں کو اور اُن کے سماج کو خراب کرنے کی کوششیں ہیں اور ایسے مسلمانوں کو جو کمزور عقیدہ رکھتے ہوں، جن کا کتاب وسنت سے تعلق کمزور ہو گیا ہو اور جو اسلامی معاشرے سے باغی ہو گئے ہوں اُن کو وہ خریدتے ہیں اور خرید کر اُن سے وہ باتیں کہلواتے ہیں جو بحیثیت مسلمان کسی کو نہیں کہنی چاہئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے آپ کے سامنے جو باتیں کہی ہیں وہ میں نے اپنی معلومات کے مطابق آپ کے سامنے عرض کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم موضوع ہے۔ میں مبارکباد دیتا ہوں شیخ عبدالواحد مدنی صاحب کو کہ انھوں نے ایسے وقت میں جبکہ قرآن کے خلاف کام ہورہا تھا اور اس کے خلاف سازشیں ہورہی تھیں، انھوں نے قرآن کے موضوع پر یہ سمینار منعقد کیا، جس میں مقالے پڑھے جائیں گے، جس میں علمائے کرام کی تقاریر ہوں گی، جس میں پھر وہ احساس تازہ کرنے کی کوششیں کی جائیں گی جو قرآن کریم کے سلسلے میں مسلمانوں کے دلوں کے اندر ہونا چاہیے اور اس شمع کی لو کو اور زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہمارے گھروں میں اندھیرا اس لیے ہے کہ ہم قرآن سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کررہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ روشنی ختم ہوگئی اور مدھم پڑتی جارہی ہے۔

میں مبارک باد دیتا ہوں ان تمام علمائے کرام کو جنھوں نے اس سمینار کے اندر شرکت کی، جو اپنے پرخلوص کلمات اور اپنے عمل سے سارے عالم کو روشن کریں گے۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضلائے مدارسِ عربیہ میں قرآن فہمی کا ذوق

احتساب و جائزہ

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

صدر جامعہ سلفیہ بنارس (یوپی)

عنوان پر ایک نظر

☆ مذکورہ بالا عنوان میں کوئی چیز عسیر الفہم نہیں ہے کہ اس کی توضیح وتشریح ضروری ہو، لیکن عنوان پر دو وجہ سے کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

اوّل تو یہ کہ یہ سطریں طول کلامی میں معاون ہوں گی، جس کا کبھی کبھی شوق ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ اس سے مضمون کے لیے تمہید ہو جاتی ہے اور مقالہ نگار کو اپنا منہج، اپنی شرط اور نقطہ نظر واضح کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

☆ فضلاء: اس لفظ کا مادّہ (ف ض ل) ہے، لغت میں اس کے متعدد استعمالات و معانی وارد ہیں، انھیں میں سے ایک ''فضلاء'' ہے۔ فَضَل جب نَصَر کے باب سے ہو تو اس کے معنی ہیں: غلبہ فی الفضل. یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فضلَ فلانٌ علی غیرہ یعنی غلب بالفضل علیھم. یہ مادّہ سمع اور کرم کے باب سے بھی آتا ہے، یعنی فَضِل اور فضل بمعنی: کان ذا فضل، یا ذا فضیلة. باب افعال سے ایک استعمال ہے: أفضل علیہ فی الحسب: صار أفضل منہ. تفاضل الرجلان بمعنی: ادعی کل منھما الفضلَ علی صاحبہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاضِل جس کی ایک جمع فضلاء ہے، اسم فاعل ہے، بمعنی ذوالفضل اور ذوالفضیلۃ۔ الفاضِلۃ بمعنی: الدرجۃ الرفیعۃ فی الفضل، یہ لفظ ھبۃ اور نعمۃ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ "أفضل" "مفضال" اور "مُفضّل" وغیرہ استعمالات بھی آئے ہیں، فضل وخوبی والے کے معنی میں۔ (المنجد فی اللغۃ، ص۵۸۶)

☆ ذوق: اس لفظ پر آئندہ قدرے مطول گفتگو ہوگی۔

☆ احتساب: عربی لفظ ہے بمعنی: حساب، جانچ پڑتال، آزمائش۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

☆ جائزہ: صلہ، انعام، جانچ پڑتال، مقابلہ، حاضری، گنتی، درستی کا نشان، پڑتال کی علامت (......) (فیروز اللغات، ص۴۴۹)

ذوق

ذوق پر میری گزارش بعض قدیم اور بعض جدید مآخذ پر مشتمل ہے، لیکن اس میں کسی طرح کی عمیق ونادر تحقیق نہیں ہے، کیونکہ اس کا وقت نہ مل سکا۔

البتہ اس سلسلہ کی دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی علاقہ (اکرہرا، سدھارتھ نگر) کے ایک نامور فرزند محترم عبدالنور ندوی رحمہ اللہ کے ماجستیر کے رسالہ تک میری رسائی ہوگئی، جسے مرحوم نے جامعۃ الازہر کی عربی زبان کی فیکلٹی میں پیش کیا تھا۔ رسالہ کا عنوان تھا: الذوق الادبی، حقیقتہ، وسائل تنمیتہ ودورہ فی النقد. بنیادی طور پر رسالہ کی بحث ادبی وتنقیدی پہلو سے ہے، لیکن زیر نظر مضمون میں وہ لغوی واصطلاحی تشریح کے لحاظ سے مفید ہے۔

اس مجلس میں بطور "نافلۃ القول" عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس رسالہ کو کسی ہندوستانی ناشر کی ہمت وتوجہ سے شائع ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں مفید تحقیق ہے اور یہ ایک ہندوستانی محقق کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ مرحوم عبدالنور رحمہ اللہ کے رسالہ میں ذوق سے متعلق مفید مطالب معلومات بعد میں آئیں گی۔ پہلے میں شیخ محمد اعلی تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون سے ذوق کی تعریف نقل کرنا چاہتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں:(ذوق) بالفتح وسکون الواو: مصدرُ ذاق یذوق. وعند الحکماء: ھو قوۃ منبثۃ، أی منتشرۃ فی العصب المفروش علی جرم اللسان، تدرک بھا الطعوم بواسطۃ الرطوبۃ اللعابیۃ. اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی چیز کو چکھنا اور اس کا مزہ معلوم کرنا۔

موصوف نے مطول کے حاشیہ سے چلپی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ الذوق قوۃ ادراکیۃ لھا اختصاص بادراک لطائف الکلام ومحاسنہ الخفیۃ. اس تعریف میں ذوق کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت ہے۔ حکماء کے علاوہ ادباء اور نقاد بھی مذکورہ تعریف کو معتبر مانتے ہیں اور اسی کے مطابق وہ ذوق کے عناصر اور اس کے اثرات سے بحث کرتے ہیں۔ (کشاف اصطلاحات الفنون، ۲/۵۱۴)

فلاسفہ بھی ذوق کے لفظ ومعنی سے بحث کرتے ہوئے مذکورہ تعریف کو ذکر کرتے ہیں۔ (المیبذی مع حاشیہ محمد عین القضاۃ، ص ۲۷۹)

☆ ذوق پر جیسا کہ میں نے عرض مولانا عبدالنور ندوی رحمہ اللہ کی تحقیق طویل ہے، اس کا جو حصہ ذوق کی لغوی واصطلاحی تشریح سے متعلق ہے، اسے میں باختصار ذکر کر رہا ہوں:

عربی زبان کی لغات کے حوالہ سے موصوف نے لکھا ہے کہ ان لغات میں ذوق کے متعدد معانی واستعمالات نقل کیے گئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان معانی میں ''احساس وتمیز'' کا معنی بطور قدر مشترک موجود ہے۔

پھر ابن فارس اور ابن منظور کے حوالہ سے ذوق کا وہ مفہوم ذکر کیا ہے جسے ہم ''چکھنے اور لذت حاصل کرنے'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ذکر کی ہے کہ ذوق جس طرح اجسام کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح معانی کے لیے بھی مستعمل ہے۔ قرآن کریم میں عذاب کے لیے اس لفظ کا استعمال اسی اعتبار سے ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ دخان، حشر اور تغابن۔ (الذوق الادبی، ص ۳-۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر و ادب میں بلاغت و جمال کے ادراک کے لیے ذوق کا استعمال اسی معنوی اعتبار سے ہوتا ہے۔ جمہرۃ اور اساس البلاغۃ کے حوالہ سے موصوف نے لکھا ہے کہ "ھو حسن الذوق فی الشعر" کے معنی یہ ہیں کہ مطبوع علی احساس الجمال فی الشعر والتلذذ به وادراک مستواه. (ص۵) یعنی انسان کو طبعی و فطری طور پر شعری جمال کا احساس ہے، اس سے لذت یاب ہوتا ہے اور اس کے معیار کا ادراک رکھتا ہے۔

موصوف نے ابن خلدون کے حوالہ سے "ذوق فنی" کو ملکہ بلاغیہ سے تعبیر کیا ہے یا اسے ایسی قوت ادراکیہ بتایا ہے جو کلام کی لطافت اور اس کے پوشیدہ محاسن کا ادراک کر سکے، لہٰذا اس ادراک کو زبان میں ملکہ بلاغت حاصل کرنے تک محدود نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ مقالات الحافظ (ص۹۰) میں وارد ہے۔

محترم عبدالنور رحمہ اللہ نے لغوی و اصطلاحی تشریح کے بعد لفظ ذوق کے استعمال میں جو تدریجی تغیر ہوا ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

اولاً یہ لفظ شعر میں موسیقی کے احساس اور وزن کی معرفت کے لیے استعمال ہوا، پھر اس کے استعمال میں وسعت و ترقی ہوئی اور اس جمال کے ادراک کے لیے اس کا استعمال ہونے لگا جو موسیقی، تعبیر یا افکار میں ہوتا ہے۔

موصوف نے خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذوق کے لفظ کی تعریف یا معنی کی تعیین میں نقاد نے تین طریقے اختیار کیے ہیں۔

(۱) بعض نے "طبیعت" سے اس کی تعریف پر اکتفا کیا ہے۔

(۲) بعض نے اسے معرفت کی ایسی قسم میں داخل مانا ہے جس کی تعیین ممکن نہیں۔

(۳) بعض نے اسے اہل بیان کی تنقیدی اصطلاح مانتے ہوئے اس کی تعریف کی یوں کوشش کی ہے:

(الف) موہوب فطری قوت جس کا اکتساب ممکن نہیں، لیکن عربوں کے کلام کے مطالعہ سے اس کی ترقی اور جلا ممکن ہے۔

(ب) ایک وجدانی قوت جس سے صاحب ذوق شخص وزن کی سلامتی یا فساد، الفاظ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعبیر کا حسن اختیار، صدق شعور، اسلوب کا جمال اور عمدگی وخرابی کے اسباب کا ادراک کر سکے۔
(الذوق الادبی، ص ۱۵-۱۶)

موصوف نے ذوق سے متعلق مذکورہ مبحث میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ ذوق کے مادہ کے مختلف صیغے قرآن کریم میں تقریباً ۶۳ مقامات پر آئے ہیں۔

اردو لغت والے اس لفظ کے درج ذیل معنی ذکر کرتے ہیں: مزہ، لطف، شوق اور خوشی۔

اب ایک نظر علامہ ابن قیم الجوزیہ کے بیان پر جو انھوں نے ذوق کی تشریح میں پیش کیا ہے، میں نے اسے موصوف کی کتاب ''مدارج السالکین'' کی اس تہذیب سے لیا ہے جسے عبدالمنعم صالح نے تیار کیا ہے۔ (ص ۵۳۹) وبعدھا)

علامہ ابن قیم الجوزیہ کی اس کتاب کا موضوع ہمارے اس سمینار کے مرکزی موضوع سے اور جس عنوان پر یہ خاکسار خامہ فرسائی کر رہا ہے، اس سے جس طرح ہم آہنگ ہے، اسے واضح کرنے کی شاید ضرورت نہیں۔

علامہ ابن القیم ذوق کی تعریف میں فرماتے ہیں:

الذوق مباشرة الحاسة الظاهرة والباطنة للملائم والمنافر. یعنی مناسب و نامناسب چیز کے لیے ظاہری و باطنی حاسہ کا استعمال اور یہ چیز صرف منھ کے حاسہ (ذائقہ) کے ساتھ خاص نہیں، اس کی مثال (وذوقوا عذاب الحريق ۳:۱۸۱) سے پیش کی ہے۔

ذوق کے مفہوم کو مزید واضح کرنے اور اس کی جامعیت کو بتانے کے لیے علامہ موصوف نے ایک اور آیت پیش کی ہے: فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون. (۱۶:۱۱۲) موصوف کا تاثر ملاحظہ فرمایئے:

فتأمل كيف جمع بين الذوق واللباس، ليدل على مباشرة المذوق واحاطته وشموله، فأفاد الاخبار عن اذاقته: أنه واقع مباشر غير منتظر، فان الخوف قد يتوقع ولا يباشر. وأفاد الاخبار عن لباسه: أنه محيط شامل كاللباس للبدن.

یعنی ذوق ولباس کو ایک جگہ استعمال کرکے مذوق یعنی چکھی یا چکھائی گئی چیز کے اتصال، احاطہ اور شمول کو بتانا مقصود ہے۔ أذاقها کی خبر سے یہ بتایا کہ شيء مذوق واقع ہو چکی ہے، ملی ہوئی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے انتظار کی بات نہیں ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت اس لیے ہے کہ خوف کبھی کبھی توقع کے بعد بھی لاحق و مباشر نہیں ہوتا اور لباس کے لفظ کو لا کر یہ بتایا ہے کہ شیء مذوق ان لوگوں کو اس طرح محیط اور شامل ہے جیسے لباس بدن کے لیے۔

موصوف نے حدیث نبوی کی روشنی میں بھی ذوق کی معنویت و وسعت کو واضح کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایمان واحسان کی حقیقت کے ادراک اور قلب کے لیے اس کے حصول واتصال کو کبھی ذوق سے، کبھی طعام وشراب سے اور کبھی حلاوت کے وجود سے تعبیر فرمایا ہے، مثلاً:

ذاق طعم الایمان، ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان، من کان الله ورسوله أحب الیه مما سواھما... الخ.

ذوق کے معنوی اور غیر محسوس پہلو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ابن القیم فرماتے ہیں:

وھذا الذوق ھو الذی استدل به ھرقل علی صحة النبوة حیث قال لأبی سفیان: فھل یرتد أحد منھم سَخطة لدینه؟ فقال: لا، قال: وکذلک الایمان اذا خالطت حلاوته بشاشة القلوب.

یعنی ہرقل نے ذوق ہی سے نبوت کی صحت پر استدلال کیا تھا، یعنی مومنوں کے اندر پیدا ہونے والے ایمانی ذوق سے جس کی فرحت وبشاشت دلوں تک پہنچ جاتی ہے، ہرقل نے معلوم کیا کہ یہ نبوت ورسالت کی دعوت ہے، بادشاہی وسرداری کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

موصوف نے مزید فرمایا:

ایمان کا بھی مزہ ہوتا ہے جس سے ذوق و وجدان کا تعلق ہوتا ہے اور دل سے شکوک و شبہات اسی وقت دور ہوتے ہیں جب بندہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ (ص ۵۴۰)

☆ ذوق کے مفہوم کو سمجھنے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کی یہ تحریر معاون ہوگی:

''کسی زبان کے ادب و بلاغت کا ذوق ایک نعمت خداداد ہے، تاہم اس کے استوار ہونے میں اس زبان کے علوم صرف ونحو اور معانی و بلاغت سے بڑی مدد ملتی ہے۔''

(فہم قرآن، ص ۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوان میں ''فضلائے مدارس عربیہ'' کی جو ترکیب وارد ہے، اس سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ مدارس سے فراغت کے بعد مذکورہ ذوق فارغین حضرات میں پیدا ہو جاتا ہے یا پیدا ہو جانا چاہیے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ ان حضرات کے اندر ذوق کی بنیاد تو پیدا ہو جاتی ہے، لیکن وہ ذوق موجود نہیں ہوتا، اس کے لیے مزید ریاض کی ضرورت ہوتی ہے۔ مولانا اکبرآبادی لکھتے ہیں:

''بہر حال فہم قرآن کے لیے صرف عربی دانی کافی نہیں، بلکہ عربیت کا ذوق صحیح درکار ہے اور خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ یہ ذوق محض مقامات حریری، دیوان متنبی اور دیوان حماسہ یا ایم اے عربی کورس پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوسکتا، اس کے لیے ایک مدت دراز درکار ہے۔ ذوق سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو عربی کلام پڑھتے وقت وہی لذت و سرور حاصل ہو جو اس کو خود اپنی زبان کا اچھا شعر سن کر حاصل ہوتا ہے، وہ عربی کے تمام محاورات اور ان کے مواقع استعمال سے پورا واقف ہو۔'' الخ (فہم قرآن، ص ۳۱)

مزید وضاحت فرماتے ہیں:

''دنیا کا کوئی علم وفن ایسا نہیں ہے جس میں کمال اور مجتہدانہ نظر پیدا کرنے کے لیے عام فطانت و ذکاوت کے علاوہ اس علم کے ساتھ ایک فطری لگاؤ ضروری نہ ہو، علی گڑھ سے ہزاروں نے بی اے اور ایم اے کا امتحان پاس کیا، لیکن محمد علی مرحوم کی طرح انگریزی کے بہترین ادیب کتنے پیدا ہوئے؟'' (ایضاً ص ۴۰)

بعض دیگر اقتباسات بھی مناسب نظر آتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عربیت سے مراد عربی زبان کی صرف اتنی استعداد نہیں ہے کہ کوئی شخص عربی سے اردو میں یا کسی اور زبان میں ترجمہ کر سکے، صرف اتنی استعداد سے ایک شخص قرآن کی اجمالی مراد تو سمجھ سکتا ہے، لیکن جب تک اس کا ذوق عربیت پختہ نہیں ہوگا اور امام شافعی کے بقول جب تک اس میں کسی عربی عبارت کو عربی کے ہی انداز فہم و تعبیر کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی، وہ قرآن مجید کے بلیغ اسلوب اور اس کے مخصوص انداز تعبیر سے واقف نہیں ہو سکے گا اور اس بنا پر قرآنی مفہوم و مطلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بہت سے گوشے اور پہلو ایسے ہوں گے جو اس کے عقل وفہم کی گرفت میں نہ آسکیں گے۔'' (ایضاً، ص ۲۹)

مزید لکھتے ہیں:

''اس طرح کا ذوق عربیت سالہا سال کی عرق ریزی، محنت وکاوش، عمیق ووسیع مطالعہ اور بہترین دماغی وذہنی صلاحیتوں کے کارآمد بنانے کے بعد ہی حاصل ہوسکتا ہے اور چونکہ قرآن مجید بلاغت کے مرتبہ قصویٰ پر حاوی ہے، اس لیے کوئی شخص بجز ان بزرگان کرام کے جن کو خود نبی کریم ﷺ نے اپنی مشکوٰۃ نبوت سے منور کیا ہو، دعویٰ کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی آیت کا مطلب وہی ہے جو اس نے سمجھا ہے۔'' (ایضاً، ص ۳۴)

مفسر کے لیے ضروری علوم

یہ مبحث عام اہل علم کے یہاں معروف ہے، البتہ اس ضمن کی بعض تفریعات سے کبھی کبھی اغماض ہوجاتا ہے اور اس سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ میں ان علوم کی طرف اختصار سے اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ علما نے ان علوم کو جو حیثیت دی ہے، اسے یہ جملہ واضح کرتا ہے:

أدوات تعصم المفسر من الوقوع في الخطأ، وتحميه من القول على الله بدون علم.

یعنی یہ علوم مفسر کو غلطی میں پڑنے سے محفوظ رکھتے ہیں اور کسی بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر علم منسوب کرنے سے بچاتے ہیں۔ علوم یہ ہیں:

۱۔ علم لغت: اس سے مفرد الفاظ اور ان کے معانی کی تشریح میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ علم نحو: اگر نحوی ترکیب کا علم نہ ہو تو جملہ کے معنی میں بہت زیادہ اختلاف ہوسکتا ہے، جو مفسر کے لیے مہلک ثابت ہوگا۔

۳۔ علم صرف: اس کے ذریعہ صیغے اور ان کے اوزان معلوم ہوتے ہیں اور اس سے تفسیر میں بڑی مدد ملتی ہے۔

۴۔ اشتقاق: جب مشتق منہ کا علم ہوتا ہے تو معنی کو متعین کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل کی تعیین میں غلطی ہو جائے تو معنی کچھ کا کچھ ہو جائے۔

۵، ۶، ۷-علوم بلاغت یعنی معانی، بیان اور بدیع: مفسر کے لیے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ذوق سے ان کا براہ راست تعلق ہے۔

۸-علم قرأت: مختلف احتمالات کی صورت میں بعض معنی کی ترجیح میں اس سے مدد ملتی ہے، نیز زبان کی وسعت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۹-علم اصول الدین: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، رسالت، آخرت اور جزا وسزا سے متعلق امور کی تفسیر میں اس سے مدد ملتی ہے۔

۱۰-علم اصول فقہ: مسائل کے استنباط میں اس سے مدد ملتی ہے اور مفسر غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۱-علم قصص: سابقہ نبیوں اور ان کی اقوام کے حالات کی توضیح میں یہ علم معاون ہے۔

۱۲-علم اسباب نزول: نزول کا سبب معلوم ہو تو آیت کے مفہوم ومراد کی تعیین آسان ہو جاتی ہے۔

۱۳-علم ناسخ ومنسوخ: احکام کے باب میں اس کی اہمیت واضح ہے۔

۱۴-علم حدیث: بہت سی آیات کے مراد کی تعیین میں اس کی اہمیت واضح ہے۔ مزید بحث مستقل عنوان کے تحت آئے گی۔

۱۵-علم الموھبۃ: سیوطی نے البرہان فی علوم القرآن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وحی کے معانی کی سمجھ اور اس کے اسرار کا ظہور اسی وقت ممکن ہے جب دل بدعت، تکبر، نفسانی خواہشات، دنیا کی محبت، گناہ پر اصرار اور ضعف ایمان وغیرہ سے پاک ہو۔ ان گناہوں کی حیثیت رکاوٹ اور حجاب جیسی ہے، ان کے موجود ہوتے ہوئے صحیح علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ (التفسیر والمفسرون ۱/۲۶۵ وبعدھا)

تفسیر کے مصادر وماخذ

تفسیر بالرائے کو جائز ومقبول بنانے کے لیے علما نے درج ذیل ماخذ کی نشان دہی کی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّلاً: قرآن کریم، قرآن کی بلاغت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس نے موقع و مقام کی رعایت کرتے ہوئے ایک ہی بات کو دو جگہ دو طرح سے بیان کیا ہے۔ کہیں ایجاز ہے، کہیں تطویل، کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل، لہٰذا مفسر کے لیے ضروری ہے کہ ایک موضوع کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کر کے مجموعی طور پر غور کرے، پھر کوئی نتیجہ اخذ کرے۔ القرآن یفسّر بعضہ بعضا کا یہی مفہوم ہے۔ جو لوگ قرآن کے اعلیٰ مقام اور اس کی بے مثال بلاغت کو نہیں سمجھتے انھیں قرآن کے اس اسلوب میں تکرار نظر آتی ہے۔

ثانیاً: حدیث شریف، اس پہلو پر توجہ ضروری ہے، اس کا کچھ بیان آگے آئے گا۔ اصحاب فن جانتے ہیں کہ جس حدیث کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کی بات کی جاتی ہے وہ صحیح حدیث ہے، ضعیف و موضوع روایت موضوع سے اصولاً خارج ہے، مگر تفسیر کے باب میں کچھ لوگ اسی بہانہ حدیث سے دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

علما نے اس بحث میں یہ صراحت بھی کی ہے کہ جس آیت کی صحیح تفسیر موجود ہو، وہاں انسان کو اپنی رائے سے کچھ کہنے کی اجازت نہیں۔ صحیح حدیث کو نظر انداز کر کے اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا آدمی خطا کار ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے بتائید الٰہی اور بامر الٰہی قرآن کی تفسیر کی ہے۔ یہ مسئلہ امت کے لیے اختیاری نہیں کہ چاہے تو مانے اور چاہے تو نہ مانے۔ رہا قرآن کریم کی آیات اور اس کی بلاغت پر غور و فکر تو اس کی راہ متعینہ ضوابط کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ کھلی ہوئی ہے۔

ثالثاً: صحابہ کرام کے اقوال، اس میں بھی صحت سند کا لحاظ ضروری ہے۔ صحابی کی بسند صحیح مروی تفسیر پر بھی انسان کو اپنی رائے کے مقدم کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ انھوں نے نبی ﷺ سے براہ راست تربیت پائی ہے۔ آپ کے ارشادات کو سنا اور نزول قرآن کے ماحول کا مشاہدہ کیا ہے، امت کے علما نے صحابہ کی تعدیل کی ہے، لہٰذا کسی انحراف یا بدظنی سے متاثر ہو کر صحابہ کرام کے سلسلے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنا چاہیے۔

رابعاً: زبان کی پابندی اور لحاظ، کیونکہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے جسے ''عربی مبین'' کہا گیا ہے۔ یہ قریش کی زبان تھی۔ دوسری زبانیں اور لہجات اسی کے تابع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگئے تھے، پھر اکثر مٹ گئے تھے، لہٰذا مفسر کو زبان کی مخالفت کر کے تفسیر نہ کرنا چاہیے، ایسا کرنا سخت قسم کی نادانی ہوگی۔

خامساً: کلام کا تقاضا، تفسیر میں مقتضائے کلام اور مقاصد شریعت کی رعایت بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے لیے "اللهم فقهه في الدين وعلّمه التاويل" والی دعائے نبوی سے یہی مراد ہے۔ (التفسير والمفسرون ۱/۲۷۵)

کچھ امور ایسے ہیں جن سے اجتناب مفسر کے لیے ضروری ہے، جن میں سے یہ اہم ہے کہ تفسیر میں اپنی خواہش اور میلان کو داخل نہ کرے، کسی غلط مذہب یا خیال کی تائید کو اپنا مطمح نظر نہ بنائے، کسی مسلک ورائے کے لیے قرآنی آیت کو تابع نہ بنائے کہ مسلک اصل قرار پائے اور قرآن اس کا پابند نظر آئے۔

مصادر تفسیر کے ذیل میں حدیث نبوی کا ذکر آیا ہے۔ یہ مسئلہ قدیم دور سے اہمیت کا حامل ہے، اسی لیے علمائے اسلام نے قرون مشہود لہا بالخیر سے اس پر توجہ مرکوز کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر سے لے کر آج تک علما کی یہ کوشش رہی کہ قرآن کریم کی تفسیر میں حدیث شریف کی جو اہمیت ہے اسے اجاگر کیا جائے اور عملی طور پر ایسی تفسیریں تیار کردی جائیں جن سے امت کو رہنمائی حاصل ہو اور تفسیر میں حدیث کی اہمیت سے ان کو واقفیت ہو جائے۔

یہ باب طویل ہے، کسی مقالہ سے اس کا تعارف ممکن نہیں، پھر بھی بعض حوالوں سے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث نبوی سے اور خیر القرون میں ائمہ دین کے مناہج واقوال سے قرآن کریم کی جو تفسیر کی جائے اس کا درجہ اس تفسیر سے یقیناً برتر ہے جس میں مذکورہ دونوں امور سے بے نیازی برتی گئی ہو۔

امام ابن تیمیہ نے اس سلسلے میں بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی بات پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

وأيضا فلم يبق مسألة في الدين الا وقد تكلم فيها السلف، فلابد أن يكون لهم قول يخالف ذلک القول أو يوافقه، وقد بسطنا في غير هذا الموضع أن الصواب في أقوالهم أكثر وأحسن، وأن خطأهم أخف من خطأ المتأخرين وأن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتأخرين أكثر خطأ وأفحش، وهذا فی جميع علوم الدين، ولهذا أمثلة كثيرة يضيق هذا الموضع عن استقصائها، واللّٰه سبحانه أعلم. (مجموع الفتاوی، ۱۳/۲۷)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولهذا كان معرفة أقوالهم فی العلم والدين وأعمالهم خيرا وأنفع من معرفة أقوال المتأخرين وأعمالهم فی جميع علوم الدين وأعماله، كالتفسير وأصول الدين وفروعه والزهد والعبادة والأخلاق والجهاد وغير ذلک، فانهم أفضل ممن بعدهم، كما دل عليه الكتاب والسنة، فالاقتداء بهم خير من الاقتداء بمن بعدهم، ومعرفة اجماعهم ونزاعهم فی العلم والدين خير وأنفع من معرفة مايذكر من اجماع غيرهم ونزاعهم. (مجموع الفتاوی، ۱۳/۲۴)

ابوعبدالرحمٰن سلمی کی کتاب ''حقائق التفسیر'' کی مشتملات کی اقسام سہ گانہ کا ذکر کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد تبيّن بذلک أن من فسّر القرآن أو الحديث، وتأوله علی غير التفسير المعروف عن الصحابة والتابعين، فهو مفتر علی الله، ملحد فی آيات الله، محرّف للكلم عن مواضعه، وهذا فتح لباب الزندقة والالحاد، وهو معلوم البطلان بالاضطرار من دين الاسلام. (مجموع الفتاوی، ۱۳/۲۴۳)

یقیناً اس عبارت میں ابن تیمیہ کا اسلوب سخت ہے، لیکن دینی علوم میں منہج سلف (صحابہ و تابعین) سے انحراف کے نتیجہ میں جو مفاسد پیدا ہوئے ہیں اور جس طرح اب تک فکری و عملی بدعتوں کا سیلاب رواں دواں ہے اور اس نے عالمی سطح پر امت کو جو نقصانات لاحق ہوئے ہیں، ان پر نظر کی جائے گی تو ابن تیمیہ کے اسلوب کی شدت کم محسوس ہوگی۔ دفاع عن الرسول ﷺ والصحابۃ رضی اللہ عنہم کے باب میں ان کی مثبت تحریر پر نظر ڈالیے تو اندازہ ہوگا کہ ان واضح اور مدلل بیانات کے بعد ان کے لہجے کی شدت بجا بلکہ ضروری ہے۔ موصوف نے آج سے صدیوں پہلے یہ واضح فرمادیا تھا کہ دین کو ہم تک پہنچانے والے وہی صحابہ ہیں جن کی تربیت نبی ﷺ کے ہاتھوں پر ہوئی تھی، ان کی عدالت مبرہن اور توثیق فرض ہے، جو لوگ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہج سے انحراف کریں گے ان کا ایمان مقبول ومعتبر نہ ہوگا۔

امام ابن تیمیہ نے ایک مقام پر نسخ کی بحث کے دوران تفسیر قرآن میں سنت کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:

ولم يكن السلف يقبلون معارضة الآية الا بآية أخرى تفسرها وتنسخها، أو بسنة رسول الله ﷺ تفسرها، فان سنة رسول الله ﷺ تبيّن القرآن، وتدل عليه وتعبّر عنه وكانوا يسمون ما عارض الآية ناسخاً لها، فالنسخ عندهم اسم عام لكل مايرفع دلالة الآية على معنى باطل، وان كان ذلك المعنى لم يرد بها، وان كان لايدل عليه ظاهر الآية، بل قد لا يفهم منها، وقد فهمه منها قوم فيسمون ما رفع ذلك الابهام والافهام نسخا، (و) هذه التسمية لا تؤخذ عن كل واحد منهم. (مجموع الفتاوى، ۲۹/۱۳)

أحسن طرق التفسیر

شیخ الاسلام کے سامنے ایک سوال اس بات پر مشتمل رکھا گیا تھا کہ تفسیر کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟ موصوف نے اس کا یہ جواب دیا:

إن أصح الطرق في ذلك أن يفسر القرآن بالقرآن، فما أجمل في مكان، فانه قد فسّر في موضع آخر، وما اختصر من مكان فقد بسط في موضع آخر.

فان أعياك ذلك فعليك بالسنة، فانها شارحة للقرآن وموضحة له، بل قد قال الامام أبو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي: كل ما حكم به رسول الله ﷺ فهو مما فهمه من القرآن، قال الله تعالىٰ: ﴿إنا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله ولا تكن للخائنين خصيما﴾.

وقال تعالىٰ: ﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلّهم يتفكرون﴾.

وقال تعالىٰ: ﴿وما أنزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذى اختلفوا فيه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهدى ورحمة لقوم يؤمنون﴾.

ولهذا قال رسول الله ﷺ: 'ألا انى أوتيت القرآن ومثله معه' يعنى السنة.

(مجموع الفتاوى ۳۶۳/۱۳)

سعودی عرب میں تدریس قرآن کریم کے مقاصد پر ایک نظر

یہ مقالہ مدارس عربیہ کے فضلاء کے اندر قرآن فہمی کے ذوق سے متعلق ہے، لہٰذا اس میں بیرون ہند کے مدارس سے متعلق گفتگو کا کوئی خاص جواز نہیں، لیکن مضمون تدریس اور مقصد تدریس کی یکسانیت کی وجہ سے مجھے سعودی عرب میں ثانوی مرحلہ تک کی تعلیم میں قرآن کی تدریس کے مقاصد پر روشنی ڈالنے کی ہمت ہورہی ہے۔ اس تدریس کے منہج میں ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ ابتدائی مرحلہ سے ثانوی تک اور اسی طرح اس کے بعد بھی نصاب کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر مرحلہ میں طالب علم کو قرآن کریم کی اس طرح کی تعلیم سے سابقہ رہے جو اس کے اندر قرآن کو سمجھنے اور اس کے اندر موجود اعجاز وبلاغت کے ادراک کا ذوق اپنے اندر پیدا کرنے میں مدد دے۔

عرب دنیا کے نصاب تعلیم کا آپ کو اندازہ ہے، ان کے یہاں تعلیم میں ازدواجیت کا مسئلہ نہیں کہ دو متوازی نظام تعلیم (دینی ودنیوی) کے بیچ لوگ متحیر ہوں، ایک ہی نظام تعلیم کے تحت جو چاہے دین پڑھے اور جو چاہے علوم تجربیہ وطبعیہ کی تعلیم حاصل کرے۔ اس نظام تعلیم کے بہت سے فوائد ہیں، لیکن حکومت کے بغیر اسے قائم کرنا ممکن نہیں، مگر مشاہدہ بتاتا ہے کہ دنیا کے متمدن ترین ملکوں میں بھی عوام کے بعض طبقات دوگونہ تعلیم کے انتظام وسرپرستی کے لیے مجبور ہیں۔

اب آیئے اس مقصد کی جانب جس کے لیے مذکورہ تمہید پیش کی گئی ہے۔ سعودی عرب سے ۱۴۰۸ھ میں ایک کتاب بعنوان ”كيف ندرس القرآن لأبنائنا“ شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف ڈاکٹر سراج محمد وزان ہیں۔

اس کتاب کی پانچویں فصل میں سعودی عرب میں مختلف تعلیمی مرحلوں میں تدریس قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پوری بحث میرے موضوع سے متعلق نہیں، لہٰذا ضروری امور پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

۱- ابتدائی مرحلہ کے منہج میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کی تدریس کا کوئی مقصد متعین نہیں، البتہ عمومی مقاصد میں ایسی چیزیں موجود ہیں جو طالب علم کو محاسن اخلاق سے آراستہ کرتی ہیں۔

مرحلۂ متوسطہ میں تدریس قرآن کے لیے جو مقاصد متعین کیے گئے ہیں ان کا تعلق زبان ونطق کی اصلاح، رسم خط سے واقفیت، دینی شعور کی تربیت اور قرآن کریم کے ساتھ طلبہ کے دائمی تعلق سے ہے کہ وہ اسے پڑھیں، یاد کریں اور سمجھیں۔

ثانوی مرحلہ میں قرآن کے لیے الگ سے کوئی مقصد متعین نہیں، بلکہ دینی علوم کے کل تیس مقاصد مذکور ہیں جن میں سے بعض کا تعلق قرآن سے زیادہ اور بعض کا کم ہے۔ بعض اہداف کا متن پیش ہے:

۱. ایجاد الأساس الفکری السلیم المتین لدراسة العلوم والمعارف بأنواعها كافة على أساس الاسلام وجعلها منبثقة عن مبادئه الخادمة لهدايته.

۲. اتخاذ القرآن اماماً وحكما والتخلق به سيرة وسلوكا، والاطمئنان لصدق وعد الله بحفظه وتذوق اعجازه وبلاغته والاستظهار في الدعوة موضحا برهانه وقوة حجته.

۳. تكوين عقلية منهجية لدى الطالب في الحكم على الناس والتصرفات وفق أحكام الاسلام، وفي معرفة أحكام الاسلام مستضيئا بنور الشرع في مصدريه الأساسيين: كتاب الله وسنة نبيه ﷺ ورد الأمور المتنازع فيها اليهما.

۴. تكوين القدرة لدى الطالب على الدفاع عن دين الله والدعوة اليه بالحجة والبرهان والاعتقاد بوجوب اعداد العدة واتخاذ القوة لتمكين الدعوة وتأمين طريقها الى الناس جميعا في الأرض.

مصنف نے اہداف کے بعد ان پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے جن کی ان اہداف میں رعایت ہے۔ ان پہلوؤں میں روحانی، عبودی، عقلی، اخلاقی، نفسی، اجتماعی اور تذوقی پہلو ہیں۔ تذوقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلو میں ہدف نمبر دوم کی جانب اشارہ ہے، یعنی قرآن کریم کو امام و حکم مانا جائے، سیرت و سلوک میں اس کی تعلیم پر عمل کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ کا جو وعدہ کیا ہے اس پر اطمینان رکھا جائے اور اس کے اعجاز و بلاغت کا ذائقہ حاصل کیا جائے۔

پانچویں فصل کے اختتام پر مصنف نے ان صلاحیتوں اور مہارتوں کا ذکر کیا ہے جو قرآن کی ایسی تدریس کے لیے ضروری ہیں جو متعینہ مقاصد کے حصول کو آسان بنائیں۔ یہ بحث اس لیے اہم ہے کہ معیاری تدریس کے بغیر معیاری مقاصد حاصل نہ ہوسکیں گے اور ہم جس قرآن فہمی کی توقع رکھتے ہیں وہ پوری نہ ہوگی۔ مصنف نے اس مقام پر کل سترہ مہارتیں ذکر کی ہیں، میں اپنی ترتیب سے صرف بعض کی جانب اشارہ کروں گا۔

۱- طلبہ قرآن کریم کے جتنے حصے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس پر کس حد تک عمل پیرا ہوتے ہیں، اسے جاننے کی صلاحیت کا استاد میں موجود ہونا ضروری ہے۔

۲- استاد میں یہ جاننے کی قدرت کہ قرآن کریم میں جو اصول و احکام طلبہ پڑھتے ہیں انھیں کس حد تک سمجھ لیتے ہیں۔

۳- طلبہ کے نفوس میں دینی شعور کی تربیت پر قدرت۔

۴- کتاب اللہ کی تلاوت، حفظ اور معانی کی فہم کے لحاظ سے طلبہ کی تدریب پر قدرت۔

۵- قرآن کریم کے مطالعہ کے لیے مناسب فکری بنیاد فراہم کرنے کی صلاحیت۔

۶- ایسے مواقع فراہم کرنے کی صلاحیت جن سے اندازہ ہوسکے کہ طلبہ کو کتاب اللہ سے استدلال کی کس حد تک قدرت ہے۔

۷- طلبہ کی ایسی تدریب پر قدرت کہ وہ دین اسلام اور دیگر ادیان و ملل کے مابین تقابل کرسکیں۔

۸- ایسے تعلیمی مواقع فراہم کرنے کی صلاحیت جن سے استاد کو اندازہ ہوسکے کہ طلبہ کس حد تک اللہ کے احکام کی پابندی کے لیے آمادہ ہیں۔

۹- طلبہ کی ایسی تدریب پر قدرت کہ اللہ کے دین کا دفاع کس طرح کیا جائے۔

میں نے مصنف کے الفاظ میں (ترجمہ کرکے) یہ امور اس لیے نقل کیے ہیں تاکہ ہم اندازہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا سکیں کہ قرآن فہمی کے معاملہ میں ذمہ داری دوطرفہ ہے۔ کچھ امور یقیناً طلبہ کی ذمے داری کے دائرہ میں آتے ہیں، لیکن خاصے مسائل علماء و مدرسین سے متعلق ہیں۔ اس کے بعد نصاب تعلیم، طریقۂ تدریس اور معاون کتابوں کی فراہمی کا مسئلہ ہے اور ان سب پر مزید یہ کہ طلبہ کے لیے ایسا عمدہ ماحول فراہم کیا جائے جس میں وہ کتاب اللہ کو سنت رسول اللہ ﷺ اور منہج سلف کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکیں اور اسلام مخالف افکار و رجحانات سے ان کو محفوظ رکھا جا سکے۔

جدید دور میں قرآن فہمی کے بعض نمونے

عنوان میں فضلائے مدارس عربیہ کی قرآن فہمی کی بات ہے، میں نے اسے کچھ عام کر کے ''جدید دور'' کر دیا ہے، چونکہ مدارس کی سرگرمیوں اور دائرۂ عمل کا زیادہ تر حصہ اسی دور میں واقع ہے، اس لیے مذکورہ تعمیم سے ان شاء اللہ کوئی خرابی نہ ہوگی۔

میں نے اس مقام پر تقریباً ۵ یا ۶ تفسیروں کے بعض ایسے نمونوں کو پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا جن سے اس دور کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو سکے، لیکن قلت وقت اور پستی ہمت کے سبب ایسا نہ کر سکا۔ اب صرف دو کوششوں کی جانب اشارہ کروں گا، یقین ہے کہ ان سے موجودہ دور میں قرآن فہمی کے رجحان کا کسی حد تک اندازہ ہو جائے گا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس میدان میں کسی نہ کسی حد تک پیش رفت ہے، البتہ تقاضا مزید کا ضرور ہے۔

جدید دور کی ایک کوشش: تفسیر بہ انداز علوم قرآن

اردو زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کا جو کام ہوا ہے اس کی مقدار خاصی ہے۔ تراجم کے ساتھ عام طور پر حواشی ہیں اور تفسیریں مختصر، متوسط اور ضخیم ہر طرح کی ہیں۔ قرآن کریم کی بعض سورتوں یا اجزا کے ترجمے اور تفسیریں بھی موجود ہیں اور ان میں سے جو مطبوعہ ہیں ان سے قارئین مستفید بھی ہو رہے ہیں۔

ہندوستانی علما کے کام میں مجھے ایک سلسلہ ایسا نظر آیا جو علوم قرآن کے پہلو سے کتاب الٰہی کے مطالعہ کے ضمن میں آتا ہے، اس میں معروف طریقہ پر قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش نہیں کی گئی ہے، بلکہ قرآن میں وارد کسی متعین موضوع سے بحث کی گئی ہے اور قرآن کی جن آیتوں میں وہ موضوع یا اصطلاح آئی ہے ان کی شرح وتوضیح کی گئی ہے، مثلاً: علم الامر من القرآن، علم النداء من القرآن، علم التمنی من القرآن، علم الترجی من القرآن، علم وجوہ مخاطبات القرآن، علم الداء من القرآن. اس سلسلہ کو "سلسلۂ علوم قرآن متعلقہ فصاحت و بلاغت" کا ذیلی عنوان دیا گیا ہے اور اس کے مصنف ابوالبرکات محمد عبیداللہ صاحب مولوی فاضل (ت ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸م) ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن الفریوائی نے لکھا ہے کہ علم تفسیر میں ان کی عمدہ تالیفات ہیں۔ علم الدعاء من القرآن اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے اور اس کی ضخامت ۱۷۰ صفحے ہیں۔ سن طباعت ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ ہے اور مطبع کا نام اختر دکن ہے۔ ذیل میں اسی رسالہ سے متعلق بعض امور کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس خدمت کی نوعیت کا اندازہ ہو سکے۔

مصنف نے دعا سے متعلق پہلے ضروری مباحث پر روشنی ڈالی ہے، پھر سورۂ فاتحہ سے سورہ الناس تک جتنی دعائیں آئی ہیں ان کا ترجمہ کیا ہے اور اکثر مقامات پر امام رازی یا کسی اور مفسر کے حوالے سے بلاغی نکات یا بعض دوسرے علمی فوائد ذکر کیے ہیں۔ دعا سے متعلق یا کسی قرآنی آیت سے متعلق اگر کوئی شبہ وارد ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی دیا ہے۔ بعض شبہات کے متعدد جوابات مذکور ہیں۔ مصنف نے حدیث شریف سے بھی استفادہ کیا ہے، لیکن احادیث کی تعداد کم ہے۔ ضرورت دعا کے ضمن میں چار شبہات پھر ان کے جوابات ذکر کیے ہیں۔

آیت کریمہ ادعونی أستجب لكم اور أجيب دعوة الداع اذا دعان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول کرتا ہے، لیکن دیکھا جاتا ہے کہ داعی دعا مانگتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ مصنف نے اس اشکال کے کل پانچ جواب دیے ہیں۔

دعا کے شروط

مصنف نے وضاحت کی ہے کہ دعا کے شروط وآداب کو انھوں نے قرآن سے اخذ کیا ہے اور جو شروط وآداب قرآن سے نہیں ملے وہاں پر انھوں نے احادیث سے آداب مستنبط کیے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروط کی تعداد سات مذکور ہیں۔اس کے بعد آداب دعا کا بیان ہے،ان کی تعداد ۱۶ ہے، ۱۷نمبر سے ۲۴ تک امور کو ''قبولیت دعا'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ یہ امور بھی آداب میں داخل ہیں۔جن اوقات میں،جن مقامات پر اور جن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے اس کا بھی ذکر ہے۔

☆ دعا کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کے بعد مصنف نے ''قرآن مجید کی دعائیں'' کا عنوان ثبت کیا ہے اور سورہ فاتحہ میں طلب ہدایت کی دعا کو سورہ کی بقیہ آیات کے ساتھ ذکر کیا ہے، پھر تفسیر،شبہ اور اس کا جواب اور بعض بلاغی نکات کا ذکر ہے۔آگے بھی بلاغی پہلو پر توجہ دی گئی ہے۔

☆ **واذ یرفع ابراھیم القواعد... الخ.** بلاغت کے پہلو سے گفتگو کرتے ہوئے مصنف کہتے ہیں کہ ''یرفع'' میں یہ بلاغت ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو امر پہلے گزر چکا ہوتا ہے اس کو بصیغہ مضارع اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اس صورت ماضیہ کی تصویر سامنے بخوبی کھینچ جائے، یعنی اے محمد (ﷺ) تم دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اب گھر کو بنا رہے ہیں اور پایے رکھنے کے لیے گارے لا رہے ہیں۔اصل تو یہاں قواعد البیت کہنا چاہیے تھا،لیکن ایسا نہ کہہ کر پہلے ''قواعد'' میں ابہام کیا اور پھر اس کے بعد ''من البیت'' سے بیان کیا،تاکہ شان اور عظمت خانہ کعبہ کی معلوم ہو،کیونکہ ابہام کے بعد بیان کسی امر کا اس کی عظمت اور شان کو ظاہر کرتا ہے۔

☆ آیت کریمہ **وتب علینا** کی مراد مصنف نے یہ لکھی ہے کہ ہم کو موت کے وقت دین پر ثابت قدم رکھ، پھر ''حل مسئلہ توبہ انبیاء'' کے عنوان سے ''انبیاء سے گناہوں کے صدور'' کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور متعدد جوابات کے ذریعہ ''دعاء توبہ'' کی توجیہ کی ہے،جس توجیہ کو عمدہ قرار دیا ہے،اس میں لکھتے ہیں کہ یہاں اگرچہ توبہ کا لفظ کہا گیا ہے،لیکن یہاں پر انتہا درجہ کا ''**تحرز عن المعصیۃ**'' مراد رکھا گیا ہے،یعنی اپنے کو گناہوں سے شدت کے ساتھ بچانا، کیونکہ جو شخص شدت کے ساتھ گناہوں سے بچے پھر توبہ کرے اور پھر اپنی صورت مثل پشیمان اور قصوروار کے ظاہر کرے تو وہ دوسرے کے لیے زیادہ تر باعث ہوگا ترک گناہ پر، یعنی اے اللہ! باوجود ہم گناہوں سے بچے رہنے کے بھی پھر ایسے پشیمان اور قصوروار ہیں کہ ہماری حالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثل گنہگاروں کی ہے جو کہ توبہ کرتے ہیں۔'' (علم الدعاء من القرآن، ص۴۰)

علوم قرآن کے موضوع پر مصنف کی درج ذیل کتب کا مجھے علم ہوسکا ہے:

علم الترجی من القرآن (۴۰ صفحات)، علم وجوه مخاطبات القرآن (۵۲ صفحات)، علم النداء من القرآن (۱۴ صفحات)، علم التمنی من القرآن (۳۲ صفحات)، علم الأمر من القرآن (۳۲ صفحات)۔

جدید دور کا دوسرا کام

اس مقام پر میں ششماہی مجلّہ علوم القرآن کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جسے علی گڑھ سے مدرسۃ الاصلاح کے فارغین اسی کی دہائی سے نکال رہے ہیں، اس کے ابتدائی شمارے مجھے نہ مل سکے، اس لیے رسالہ کے آغاز اور مقاصد اجراء وغیرہ پر فی الحال کچھ عرض نہ کرسکوں گا، البتہ اس کے بعض عناوین کا ذکر اس مقصد سے کرنا چاہتا ہوں کہ مدارس عربیہ کے فارغین کے ذوق قرآن فہمی اور خدمت قرآن سے متعلق ایک اندازہ ہوجائے۔ یہاں مقالہ نگاروں کے نام اور رسالہ کے سنین نہ ذکر کرکے صرف مقالات کے عناوین پیش کروں گا، کیونکہ قرآن فہمی کے اندازہ کے لیے یہی اصل ہے:

۱- عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں: قرآن کی روشنی میں۔

۲- بنگالی تراجم وتفاسیر قرآن (کتابیاتی مطالعہ)

۳- اردو میں قرآنی مطبوعات (کتابیات)

۴- اسوۂ ابراہیمی قرآن کی روشنی میں۔

۵- تفسیری لٹریچر میں معاشی افکار۔

۶- قرآنی مضامین کا اشاریہ۔

۷- جامعہ اُمّ القریٰ میں قرآنیات پر تحقیقی مقالے۔

۸- مصری جامعات میں قرآنیات پر تحقیقی مقالے (۱۹۲۲ء-۱۹۷۴ء)

۹- سعودی عرب میں قرآنیات پر شائع شدہ عربی کتب (عربی مضمون کا ترجمہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰-المشوّق الی علوم القرآن کا اصل مصنف (عربی مضمون کا ترجمہ)

تفسیر قرآن اور سنت

قرآن کی تفسیر کے باب میں تمام معتبر مفسرین سنت کی اہمیت کے قائل ہیں۔ اصولی طور پر انھوں نے یہ بحث کی ہے کہ تفسیر کے سلسلہ میں پہلے قرآن سے مدد لی جائے گی، پھر سنت رسول ﷺ کو دیکھا جائے گا۔ ان دونوں ذرائع کے بعد دیگر علوم سے مدد لی جائے گی۔

افسوس ہے کہ ائمہ تفسیر کی مذکورہ تصریح کے بعد کچھ لوگ اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ وہ حدیث نبوی کی مدد کے بغیر قرآن کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں، لیکن یہ سوچ صحیح نہیں، کیونکہ صحابہ کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا۔ وہ ہر آیت کے شان نزول سے واقف تھے اور صحبت رسول ﷺ کی برکت کے سبب وہ آیات قرآنی کا صحیح مطلب بعد کے لوگوں سے بہتر طور پر سمجھتے تھے، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل کی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ مشکل آیتوں کا مطلب صحابہ کو سمجھا دیں تاکہ صحابہ اس مطلب کو سمجھ کر تابعین کو سمجھا دیں اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ یہ قاعدہ امت میں جاری رہے۔ (احسن التفاسیر، ۳۶، مؤلفہ مولانا احمد حسن دہلوی، متوفی ۱۳۳۸ھ)

مولانا نے فہم قرآن کے باب میں حدیث کی اہمیت کو ایک مثال سے واضح کیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''اصل یہ ہے کہ اگر قرآن کو سمجھنے کی کوشش میں سنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے تو قرآن مبہم اوامر ونواہی اور قصص کا ایک مجموعہ ہو کر رہ جائے گا اور اسلام کے مکمل ومفصل دستور اساسی ہونے کی حیثیت بڑی حد تک باطل ہو جائے گی۔ مثلاً ''أقیموا الصلاۃ'' کے معنی ومصداق کی تحقیق میں اگر سنت سے مدد نہ لی جائے تو اس حکم کی تعمیل میں عجیب قسم کا انتشار نظر آئے گا۔ صلاۃ کے لغوی معنی دعا یا عبادت گاہ ہیں، پس کوئی صاحب تو اس حکم کی تعمیل محض دعا سے کریں گے اور اس کے لیے بھی کوئی خاص شکل اور کوئی خاص وقت نہیں ہوگا۔'' (ایضاً، ص ۸۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر کے منکرین سنت فہم قرآن کے لیے احادیث کے علم کو شرط قرار نہیں دیتے، ان کے رویہ پر حیرت ونفرت کا اظہار کرنے کے بعد مولانا احمد حسن لکھتے ہیں:

''ان کی رائے میں احادیث ناقابل اعتبار واستناد ہیں اور اس بنا پر ان میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ تشریع احکام یا تفسیر قرآن میں ان سے مدد لی جاسکے، اس وجہ سے ضرورت ہے کہ اس خاص مسئلہ پر کسی قدر وضاحت کے ساتھ کلام کیا جائے۔

سنت سے احتجاج کا انکار ہمارے دور نامسعود کی ہی خصوصیت نہیں، بلکہ اس سے قبل بھی کچھ لوگ تھے جو سنت کو قابل احتجاج تسلیم نہیں کرتے تھے، چنانچہ علامہ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب احکام الاحکام (۱۰۲/۱) میں فتنۂ انکار حدیث کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی قرآن مجید کو کتاب الٰہی مانے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا بھی قائل ہو، لیکن اس کے باوجود وہ احادیث واخبار کی حجیت سے انکار کرے۔'' (ص ۴۷)

کتابت حدیث کا مسئلہ

آپ حضرات اہل علم ہیں، آپ کے لیے اس عنوان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن میں اسے اس لیے ذکر کررہا ہوں کہ سنت رسول ﷺ پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ حدیث شریف کی کتابت بہت تاخیر سے عمل میں آئی، اس لیے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور احادیث عصر صحابہ میں نہیں لکھی گئی تھیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا۔

علما نے منع کتابت حدیث پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس نقطہ کو بھی منقح کیا ہے کہ کیا اعتماد اور مرجعیت کے لیے کسی چیز کا تحریری شکل میں ہونا ضروری ہے؟

مجھے فی الحال ان دونوں باتوں پر کچھ عرض نہیں کرنا ہے، البتہ کتابت حدیث کے متعلق ایک بات اس لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ احسن التفاسیر کے پاکستانی ایڈیشن میں ص ۱۸ پر محترم حافظ عبدالرحمن گوہڑوی کا ایک حاشیہ نظر سے گزرا جسے انھوں نے مؤلف مولانا احمد حسن دہلوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ کے مقدمہ میں اس مقام پر ثبت کیا ہے جہاں کتب حدیث کی تدوین و تالیف کا موضوع زیر بحث آیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''یعنی بعد میں آنے والے ادوار کے طرز کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، ورنہ چھوٹی چھوٹی یا متوسط کاپیوں کی شکل میں تابعین بلکہ متعدد صحابہ کے پاس یادداشتی مجموعے موجود تھے۔ ان ہی مکتوبہ مجموعوں سے محفوظ یادداشتوں سے مقابلہ کے بعد موجودہ کتب صحاح مدوّن کی گئیں۔ اس صراحت سے وہ غلط فہمی دور ہوجانی چاہیے جو خودغرض لوگوں نے پھیلا رکھی ہے کہ حدیثیں ڈیڑھ سو سال کے بعد مدون ہوئیں، حقیقت میں یہ مغالطہ تاریخی واقعات کے سراسر خلاف ہے۔''

ایک مرتبہ علی گڑھ کی ایک مجلس میں بشکل اعتراض میرے سامنے بھی یہ بات آئی تھی کہ حدیث کی کتابت صحابہ کے بعد وجود میں آئی اور صحابہ کے پاس احادیث پر مشتمل نوشتے موجود نہ تھے۔

جواب کا تو مجھے ڈھنگ نہیں، لیکن اس وقت میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ''السنة قبل التدوين''، ''دراسات في الحديث النبوي''، ''مناهل القرآن''، ''حجیت حدیث'' وغیرہ کتب کے مطالعہ کے بعد اگر کوئی خلش باقی رہ جائے تو اس وقت علما سے رجوع کرنا چاہیے، اس سے پہلے نہیں۔ پھر آج کی مجلس میں بھی یہ بات دہرانا چاہتا ہوں کہ مذہبی علوم سے متعلق بھی تحقیق و تدقیق کا کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ حدیث نبوی کے مجموعے بہت بڑی تعداد میں سامنے آچکے ہیں۔ حدیث کے موضوع پر عمدہ قسم کی تحقیقات سامنے آچکی ہیں۔ ابوہریرہؓ جیسے موضوع پر موضوعی انداز میں کام ہوچکا ہے، اس لیے معترضین کو اپنا رویہ بدل دینا چاہیے اور حدیث شریف جس تقدیس و احترام کی مستحق ہے اس کو اسے دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے، حدیث کی تعظیم و احترام بنص قرآنی ہمارا فریضہ اور مسلمان کی فوز و فلاح کا سبب ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ معانی قرآن مجید
(مشکلات ومسائل)

مولانا محمد فاروق خاں

کسی زبان کے متن یا عبارت کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ہر زبان کی اپنی کچھ ذاتی خصوصیات ہوتی ہیں۔ ہر زبان کا اپنا دروبست ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ کا اپنا صوتی حسن یا کھنک ہوتی ہے۔ ان کا اپنا روایتی پس منظر ہوتا ہے۔ بعض الفاظ کے معنی میں کبھی کبھی اتنی وسعت اور گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے کہ ان کا متبادل دوسری زبان میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ ہر زبان کے اپنے محاورے، روزمرہ، ضرب الامثال، انداز بیان اور اسالیب ہوتے ہیں۔ ان ساری چیزوں کا ترجمہ میں پاس ولحاظ رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن میں ترجمہ کے اقسام اور ان کے نقائص و معائب اور قرآن کے ترجمہ کی مشکلات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اہل علم کو اس مقدمہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ترجمے کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے بعض نے یہ بات کہی ہے کہ ترجمہ درحقیقت دو زبانوں کے درمیان محض ایک طرف کا سمجھوتہ یا مصالحت ہے اور مصالحت میں بالعموم کچھ نہ کچھ نقصان گوارا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھیں۔ تین جملے ہیں:

لڑکا گرا/لڑکا گر گیا/لڑکا گر پڑا

ان تینوں جملوں میں جو باریک فرق پایا جاتا ہے ضروری نہیں کہ اس فرق کو دوسری زبان میں ہم باقی رکھ سکیں، اس لیے کہ یہ لازمی نہیں ہے کہ دوسری زبان میں بھی افعال کے اس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معاون افعال موجود ہوں، اسی لیے رابرٹ فراسٹ (1900) کو کہنا پڑا ہے کہ ترجمہ ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ ترجمہ میں تخلیق کو از سرِ نو پانا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں ترجمہ کو Recreation یعنی باز تخلیق سے تعبیر کرتے ہیں۔ کامیاب ترجمہ تو وہی ہوگا جس میں کسی اور زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل پیش کر سکیں، جس میں مفہوم و معنی کے ساتھ ساتھ اسلوب اور اندازِ بیان کے پہلو بھی آ گئے ہوں۔ ترجمے میں اصل متن کے لہجے کی کھنک بھی پائی جائے اور یہ ترجمہ جس زبان میں کیا گیا ہو اس کے مزاج کا پورا لحاظ رکھا گیا ہو۔ کسی ترجمے کی قدر و قیمت کو اسی صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے جبکہ مفہوم و معنی کے ساتھ اس میں وہ آب و رنگ، وہ چاشنی، وہ خوشبو اور وہ لطف اور مزہ بھی آ جائے جو اصل متن میں پایا جاتا ہو۔ بالفاظ دیگر ترجمے پر اصل تصنیف کا گمان ہو۔ اس میں کسی طرح کا گھٹیاپن اور بے نمکی نہ پائی جائے۔ اصل متن کے اسلوب اور اس کی زبان کی قوت کو ترجمے کی زبان میں منتقل کرنا اہلِ قلم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کسی نے یہ صحیح کہا ہے:

The first requisite of an English translation is that to be English.

یعنی ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جا رہا ہے تو اس ترجمہ کا اوّلین مطالبہ یہ ہوگا کہ وہ انگریزی ہو، محض انگریزی کے الفاظ جمع کر دینے کا نام ترجمہ ہرگز نہیں ہے، بلکہ انگریزی زبان کے مزاج اور اسلوب وغیرہ ہر لحاظ سے وہ انگریزی ہو۔

کسی ادبی شہ پارے اور شعر و سخن کا ترجمہ حد درجہ دشوار ہوتا ہے۔ ترجمہ میں ادبی محاسن، صوتی آہنگ اور نغمگی وغیرہ کو منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے، اس میں جو ادبی خوبیاں، صوتی جمال، آہنگ، سرور اور بہاؤ پایا جاتا ہے اور اس میں معانی و معارف کی جو وسعت پائی جاتی ہے، ترجمہ کی زبان میں ان سب کو منتقل کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ پھر بھی کوشش اس بات کی ہونی چاہیے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ سپاٹ اور بے جان نہ ہو، حتی الامکان قرآن کی اصل اسپرٹ اور زورِ بیان، بے ساختگی اور روح کو بیدار کرنے کی خصوصیات کو ترجمے میں بھی منتقل کرنے کی سعی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ترجمے کی زبان میں جتنی بھی قوت اور صلاحیت ہو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان کا اپنا مزاج اور اس کے اپنے اسالیب اور محاورے ہیں۔ ترجمہ میں اگر یہ چیز ملحوظ نہ رہے تو ترجمہ معائب سے محفوظ نہیں ہوسکتا، جیسا کہ عرض کیا گیا قرآن کلام مؤثر کے ذیل میں آتا ہے۔ اس میں حسن سماعت کے ساتھ ساتھ حسن معنی کی بھی رعایت پائی جاتی ہے۔ پھر اس میں جو زور، وقار اور بہاؤ پایا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اس لیے کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ ترجمہ رواں، پروقار اور مؤثر ہو۔

قرآن کے ترجمے میں سب سے پہلے الفاظ قرآن کے صحیح مفہوم و معنی کی تعیین ضروری ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان خاص طور پر قرآن کے اسلوب سے آشنا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس میں اگر تساہلی سے کام لیا گیا تو ترجمہ اغلاط سے پاک نہیں ہوسکتا۔ عربوں کو جس چیز نے مسحور کردیا تھا وہ قرآن کا اسلوب (Pattern) اور آہنگ ہی تھا۔ اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ قرآن میں جن ادبی صنعتوں کا استعمال ہوا ہے ان سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

قرآن کا ایک خاص اسلوب یہ ہے کہ وہ بسا اوقات کلام کا کچھ حصہ بیان کرتا ہے اور اس کا ایک حصہ حذف کردیتا ہے۔ اس طرح کلام غیر ضروری طوالت سے محفوظ رہتا ہے اور الفاظ کم ہوجانے کی وجہ سے کلام زیادہ پراثر ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کتنے ہی ایسے حقائق، معانی اور معارف ہمارے سامنے پیش کرتا ہے الفاظ جن کے متحمل نہیں ہوتے، ایسے مواقع پر قرآن بالعموم حذف کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔

سلسلۂ کلام میں کبھی قرآن درمیان میں اصل موضوع سے ہٹ کر کوئی ضروری بات بیان کرتا ہے۔ ضروری بات بیان کرنے کے بعد اصل کلام کا سلسلہ پھر دوبارہ قائم ہوجاتا ہے۔ قرآن میں غور وفکر کرتے وقت یا اس کا ترجمہ کرتے وقت ایسے معترضہ جملوں سے باخبر رہنا بہت ضروری ہے۔ جہاں تک محذوفات کا تعلق ہے تو ترجمے میں یا تو ایسے مقامات پر نقطے لگادیے جائیں یا پھر قوسین کے اندر محذوفات کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ قاری کو قرآن کے سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

معترضہ جملوں کے آغاز اور آخر میں خط کھینچ کر ان کو نمایاں کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح سلسلہ بیان سے جملہ معترضہ صاف الگ نمایاں رہے گا اور اس سے قرآن کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کے لیے چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

جملہ معترضہ پر نگاہ نہ ہونے کی وجہ سے کس طرح مفہوم میں گڑبڑی پیدا ہوتی ہے، اس کے لیے یہاں صرف دو مثالیں دی جارہی ہیں۔

(۱) سورۃ التطفیف میں ہے: کلا ان کتٰب الفجار لفی سجین٥ وما ادراک ما سجین٥ کتٰب مرقوم٥ یہاں کتٰب مرقوم درحقیقت کتٰب الفجار کی صفت کی طور پر ارشاد ہوا ہے۔ وما ادراک ما سجین جملہ معترضہ ہے۔ کتب مرقوم اس کا جواب نہیں ہے۔ یہاں سجین کے متعلق یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ کتب مرقوم ہے، بلکہ کتاب الفجار کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ کتاب الفجار مرقوم یا مہرش ہے۔ اسی طرح اس سورۃ میں وما ادراک ماعلیون جملہ معترضہ ہے، یعنی درمیان میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ تم علیون کی عظمت کو نہیں جان سکتے۔ کتاب مرقوم کو علیون کی صفت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی جملہ معترضہ کی طرف توجہ نہ دینے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

اس کی دوسری مثال سورۃ الجمعۃ میں دیکھیں۔ سورۃ الجمعہ میں ابتداً رسول اللہ ﷺ کے فرائض بیان کرنے کے بعد یہود کی ذہنیت اور ان کے کردار کی عکاسی کی گئی ہے اور یہ سلسلہ آیت ۸ تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں آیت ۹ اور ۱۰ جملہ معترضہ ہے، جس میں مومنین کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ یہود کے نقش قدم پر نہیں چلیں گے۔ انھیں نہ دنیا پرست بننا ہے اور نہ ان کو رہبانیت اختیار کرنی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ سلسلہ جو یہود کے کردار کے متعلق چل رہا تھا اسے اس طرح پورا کیا گیا ہے:

واذا رأو تجارة او لهوان انفضوآ اليها وتركوک قائما... الخ (آیت ۱۱)

آیت ۱۱ کا تعلق درحقیقت آیت ۹-۱۰ سے نہیں بلکہ اس کا اصل ربط آیت ۸ سے ہے۔

جملہ معترضہ کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب وہ تجارت یا کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور رسول کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ یہ یہود کا کردار بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ جب یہود کو ان کی بستیوں میں جاکر خطاب فرماتے تھے تو وہ بے دلی کے ساتھ آپ کی باتیں سنتے تھے، لیکن جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں کوئی بہانہ ہاتھ آتا بھاگ نکلتے اور نبی ﷺ کھڑے کے کھڑے رہ جاتے۔ صحابہ کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ نبی ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، وہ بھی کھیل تماشہ تک کے لیے آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ رہے منافقین تو وہ تو اس لیے نہیں بھاگیں گے کہ انھیں اپنے نفاق کو چھپانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ آپ کو چھوڑ کر بھاگیں نہیں۔ اس سلسلہ میں شانِ نزول سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں ان میں ضعف اور اضطراب پایا جاتا ہے، اس لیے وہ قابلِ لحاظ ہرگز نہیں ہیں۔

قرآن کے ادبی محاسن کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ اس میں بلاغت کے اصولوں اور صنائع وغیرہ کا جو استعمال ہوا ہے ان میں سے کچھ جانے پہچانے اصول وصنائع ہیں۔ مثلاً ایجاز واطناب، مشاکلت، لف ونشر، توزیع وحذف اور احتیاک وغیرہ۔ ترجمہ کے وقت ان کی طرف توجہ رہنی چاہئے۔ قرآن کے مطالعہ سے کچھ نئے اصول واسالیب کا بھی سراغ ملتا ہے، ان کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال میں ہم یہاں صنعت احتیاک کو لیتے ہیں۔ اس صنعت کی بہترین اور حسین مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ صنعت احتیاک یہ ہے کہ کلام میں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ان کے احوال کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ ایک کے لیے جس چیز کا ذکر کیا جائے دوسرے کے بیان میں اس کے مقابل کی چیز ترک کردیں۔ سورۃ الانشقاق میں ہے:

فامّا من اوتی کتبه بیمینه. فسوف یحاسب حساباً یسیراً. وینقلب الی اهله مسرورا. واما من اوتی کتبه وراء ظهره، فسوف یدعوا ثبوراً و یصلیٰ سعیرا، انه کان فی اهله مسرورا. (آیت ۷-۱۳)

یہاں صنعت احتیاک کا استعمال ہوا ہے۔ ایک فریق کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اسے بیان کیا گیا ہے، لیکن دوسرے فریق کو اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا بلکہ تقابل کے ذریعہ سے اسے یہاں فرمایا گیا۔ دوسرے فریق کے احوال کے بیان میں وراء ظهره فعل اُوتِیَ کا مفعول فیہ نہیں ہے، بلکہ یہ کتاب کا حال ہے۔ کہا یہ جارہا ہے جو نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اسے دنیا کی زندگی میں اس نے پس پشت ڈال رکھا تھا۔ اُس کو اِس کا مطلق خیال نہ تھا کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن اس کا سب کیا دھرا سامنے آ کر رہے گا۔ تقابل سے یہاں خود بخود اس کا اظہار ہو رہا ہے کہ مومنین دنیا میں اپنے نامہ اعمال کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں، وہ اسے کبھی پس پشت ڈالنے کی غلطی نہیں کرتے۔ دوسرے اور کئی ایک پہلو ہیں جو صنعت احتباک سے یہاں سامنے لائے گئے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان کا ذکر نہیں کریں گے۔

صنعت احتباک کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے بالعموم مترجمین سے یہاں یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے وراءَ ظهره کا ترجمہ کیا ہے: ''جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔'' (مولانا مودودیؒ)

''جس کا اعمال نامہ اس کے پیچھے ہی سے پکڑا دیا جائے گا۔'' (مولانا امین احسن)

عربی روزہ مرہ اور عربی محاوروں کی طرف توجہ نہ دینے سے حیرت انگیز غلطیاں ہوتی ہیں۔ سورۃ الحج میں ہے: ألم تر ان اللّٰه انزل من السمآء مآء فتصبح الارض مخضرة. شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں: ''تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی، پھر صبح کو زمین ہو جاتی ہے سبز۔'' (آیت ۶۳)

اسی طرح سورۃ المومنون میں آیا ہے: قال عما قليل ليصبحن ندمين. (آیت: ۴۰)

اس کا ترجمہ شاہ صاحب کرتے ہیں: ''فرمایا اب تھوڑے دنوں میں صبح کو رہ جاویں گے پچھتاتے۔''

دیکھئے روزمرہ کا خیال نہ رہنے کی وجہ سے ترجمے میں کیسی غلطی ہوگئی۔ قرآن کے ان ٹکڑوں کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا: ''دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی ہے جو آسمان سے پانی برساتا ہے تو زمین اس سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔'' (امین احسن اصلاحی)

دوسرے ٹکڑے کا ترجمہ ہوگا: ''ارشاد ہوا بہت جلد وہ پشیمان ہو کر رہیں گے۔''

(امین احسن اصلاحی)

اَصبحَ اصل میں کان کے اخوات میں سے بمعنی صار ہے۔

ترجمہ جس زبان میں کیا جائے اس زبان کے لحاظ سے ترجمہ میں کوئی سقم نہیں ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ذرا سی بے توجہی سے ترجمے میں خرابی رونما ہو جاتی ہے۔ قرآن میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاستخف قومه فاطاعوہ۔ (الزخرف:۵۴)

اس کا ترجمہ مولانا مودودی صاحبؒ کرتے ہیں: ''اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی۔''

قوم اردو میں واحد ہے۔ ترجمہ میں ''انھوں نے'' قوم کے لیے لائے ہیں، حالانکہ ''انھوں نے'' جمع کا صیغہ ہے۔

اسی طرح سورۃ محمد (۴۷) میں ہے: وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثمّ لایکونوا امثالکم۔ (آیت ۳۸)

اس کا ترجمہ مولانا مودودی صاحبؒ کرتے ہیں: ''اگر تم منھ موڑو گے تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' یہاں بھی ترجمہ میں زبان اردو کے لحاظ سے سقم پیدا ہو گیا ہے۔ ''قوم'' واحد ہے۔ ''وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' جمع کا صیغہ ہے۔ واحد کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا انسب نہ ہوگا۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے یہاں زبان کا لحاظ رکھا ہے۔ ان کا ترجمہ ہے: ''اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمھاری جگہ دوسرے کو لائے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہ ہوں گے۔''

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ قرآن کے ترجمے پر الفاظ کی تحقیق نہایت ضروری ہے۔ قرآن میں ہے: وما ادراک ماسقر، لا تبقی ولا تذر (المدثر) شاہ عبدالقادرؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں: ''اور تو کیا پوچھا کیسی ہے وہ آگ؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔''

اَبقی علیٰ فلان کے معنی ہیں: رحمه و اشفق علیه. اس معنی میں لفظ 'تبقی' استعمال ہوا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے آیت کا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ ان کا ترجمہ ہے: ''اور کیا سمجھے کہ دوزخ کیا ہے؟ نہ ترس کھائے گی اور نہ چھوڑے گی۔'' البتہ یہاں ایک سہو مولانا امین اصلاحی صاحب سے ہو گیا ہے۔ موصوف نے دوزخ کو مؤنث استعمال کیا ہے، حالانکہ لفظ دوزخ مذکر ہے۔

قرآنِ حکیم میں روزمرہ کی طرح محاورے (Idioms) کا بھی استعمال ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ محاورے کا اپنا ایک خاص مفہوم ہوتا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح تو ترجمہ ہی غلط ہو جائے گا۔ سورۃ الزخرف (آیت ۵) میں آیا ہے:

افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم مسرفین ٥

اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے: ''کیا ہم تمہاری تذکیری سے اس لیے صرف نظر کرلیں کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو؟'' (مولانا امین احسن اصلاحی)

مولانا مودودی علیہ الرحمہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: ''اب کیا ہم تم سے بیزار ہو کر یہ درسِ نصیحت تمہارے ہاں بھیجنا چھوڑ دیں اس لیے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔''

اس آیت میں ایک محاورہ ضرب عنه الذکر صفحاً کا استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے کسی کو بالکل نظر انداز کر دینا۔ عربی شاعر نے اسی مفہوم میں اس محاورے کو استعمال کیا ہے

ادیمُ مطال الجوعِ حتی امیته   واضرب عنهُ الذکر صفحاً فاذهل

اس آیت کا صحیح ترجمہ صرف مارماڈیوک پکتھال کے یہاں ملتا ہے۔ پکتھال کا ترجمہ ہے:

Shall we utterly ignore you because ye are a wanton folk?

''کیا ہم تمہیں اس لیے بالکل ہی نظر انداز کر دیں گے کہ تم ایک حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔''

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمہ معانی قرآن کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے اور یہ شہرت بے وجہ نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے ترجمے میں بعض ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کی طرف بالعموم لوگ توجہ نہیں دیتے۔ شاہ صاحب کے ترجمے کے مطالعہ سے ترجمے کے بہت سے اصول معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب نے لفظی یا تشریحی ترجمے کے بجائے بامحاورہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وهو السمیع العلیم. (البقرۃ: ۱۳۷) کا ترجمہ کرتے ہیں: ''وہی ہے سنتا جانتا۔'' وان الله سمیع بصیر. (الحج: ۶۱) کا ترجمہ کیا ہے: ''اور اللہ سنتا ہے دیکھتا۔'' قرآن کے ان ٹکڑوں کا ترجمہ بالعموم لوگ یہ کرتے ہیں: ''اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' ''اور اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔'' (مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

اردو محاورے کے لحاظ سے شاہ صاحب کے ترجمے کو ترجیح حاصل ہے۔ اس ترجمے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور بھی ہے اور اس میں کسی طرح کا اشتباہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ''سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا'' میں مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ وہ سننے، دیکھنے اور جاننے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یعنی وہ مستقبل میں دیکھے، سننے اور جاننے لگا، حالانکہ قرآنی الفاظ کا مفہوم یہ نہیں ہے۔ مفہوم وہی ہے جو شاہ صاحب کے ترجمے سے عیاں ہوتا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۳ میں الیہ تحشرون آیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے: ''تم اسی کے پاس جمع ہو گے۔'' مولانا امین احسن صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں: ''تم اس کے حضور میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔'' یہاں شاہ صاحبؒ کا ترجمہ ہی انسب ہے۔ اصل مفہوم وہی ہے جو شاہ صاحب نے اختیار کیا ہے۔ اصل عربی میں Passine care یعنی مجہول کا صیغہ تو محض اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ عربی میں وہی فصیح ہے۔ لم یلد ولم یولد کا ترجمہ ہماری زبان میں یہ ہوگا: ''نہ وہ باپ ہے اور بیٹا۔'' اگر لفظی ترجمہ کرتے ہیں کہ ''نہ جنا اور نہ جنا گیا۔'' تو ساری فصاحت ختم ہو جائے گی۔ عربی میں وہی فصیح انداز ہے جو عربی متن میں اختیار فرمایا گیا ہے، لیکن اردو میں عربی کا انداز اختیار کرنے سے ترجمہ نہایت رکیک ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن نے تو فصاحت کی رعایت رکھی ہے، ترجمہ میں بھی فصاحت کی رعایت ضروری ہے۔

اردو تراجم میں زبان کے لحاظ سے مولانا مودودی علیہ الرحمہ کا ترجمہ لائق تحسین ہے۔ موصوف نے اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال قرآن کے ترجمے اور اس کی تفسیر میں کیا ہے، لیکن انسان بہرحال انسان ہے، اُس کی کسی کوشش کو آخری نہیں سمجھنا چاہیے۔

قرآن مجید کے ترجمے کے سلسلہ میں جو چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کے ترجمے کا کام نہایت ذمے داری کا ہے۔ اس کے لیے غیر معمولی صلاحیت اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مترجم نہایت حساس اور باذوق ہو اور ترجمے کے کام میں وہ کسی قسم کے تساہل کو روا نہ رکھے۔ کسی نے صحیح کہا ہے:

A good translatin should be rather faithful than exact.

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفظ قرآن مجید
نصاب اور طریقۂ کار

مولانا اسعد اعظمی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس (یوپی)

تاریخی پس منظر

قرآن کریم اللہ ربّ العزت کی آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء وسیّد الرسل محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ اگر ہم اس عہد کا جائزہ لیں جس میں اس کتاب کا نزول ہوا اور اس قوم کے احوال وکوائف پر نظر ڈالیں جن پر ابتداءً یہ کتاب اتری تو اندازہ ہوگا کہ اس عظیم المرتبت آسمانی صحیفہ کی حفاظت وصیانت اور اس کا حفظ واستیعاب کیوں کر ممکن ہوا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. (سورة الحجر: ۹) ''ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' کی تکمیل کن وسائل وذرائع سے ہوئی۔

نزول قرآن کے وقت عربوں کے اندر تعلیم اور تہذیب وتمدن کا فقدان تھا۔ اہل مکہ ومدینہ میں گنتی کے چند لوگ تھے جو کسی قدر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اللہ ربّ العزت نے ان کا تذکرہ ''امیین'' کے لقب سے کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: هو الذی بعث فی الأمیین رسولاً منهم. (سورة الجمعة: ۲) ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔'' اللہ کے رسول ﷺ کا خود فرمان ہے: انا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب...

(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۹۰۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۵۱۱ (موسوعۃ الکتب الستۃ، دارالسلام ریاض، ط:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳، ۱۴۲۱ھ) ''ہم اَن پڑھ قوم ہیں، حساب و کتاب نہیں جانتے۔''

نبی اکرم ﷺ بھی اسی معاشرے کے ایک فرد تھے۔ تعلیم و تعلّم سے آپ کا بھی کوئی سابقہ نہیں تھا۔ قرآن نے ان کو "النبی الأمی" (سورۃ الاعراف: ۱۵۷) کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ اور ایک جگہ یہ فرمایا: وکذلک أوحینا الیک روحا من أمرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان. (سورۃ الشوریٰ: ۵۲) ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے، آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔'' مزید فرمایا: وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینک. (سورۃ العنکبوت: ۴۸) ''اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے پاس آسمان سے پہلی وحی آئی اور آپ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے "ما أنا بقارئ" (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۴۰۳) ''میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں۔'' کہہ کر اپنے عذر کا اظہار فرمایا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اُمی اور اَن پڑھ افراد و اقوام کسی واقعے یا تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے کلی طور پر اپنی یادداشت اور حافظہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تحریر و کتابت سے عدم وابستگی کی بنا پر ان کا سارا دار و مدار ذہنی و دماغی قوت پر ہوتا ہے۔ ان کے قلوب و اذہان ہی ان کی معلومات کا خزینہ اور علوم معارف کے امین ہوتے ہیں۔ علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی لکھتے ہیں:

''اُمی کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اہم امور اور قابل ذکر چیزوں کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں وہ اپنے قوت حافظہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے، خصوصاً جب کہ وہ حفظ و استظہار کی قوت سے بہرہ ور ہو۔ یہ قوت اس کے جمع و استحضار کے لئے مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ عرب قوم نزول قرآن کے وقت مکمل طور سے عروبت کے خصائص سے بہرہ ور تھی۔ حافظہ کی تیزی اور ذہنی ارتقا اس کے مظاہر تھے۔ حتی کانت قلوبهم أناجیلهم، وعقولهم سجلات أنسابهم وأیامهم، وحوافظهم دواوین أشعارهم ومفاخرهم. (مناهل العرفان: ۱/ ۲۴۰، دار احیاء الکتب العربیة)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی اُمی ﷺ پر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ابتداءً آپ حضرت جبرئیل سے وحی کے الفاظ سننے کے ساتھ ہی انہیں دہراتے اور جلدی جلدی اپنے حافظے میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتے تھے، تا آنکہ اللہ ربّ العزت کی جانب سے یہ اطمینان دلایا گیا کہ وحی کی حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہے، آپ نزول وحی کے وقت اسے بغور سنا کریں۔ چنانچہ سورۃ قیامۃ میں کہا گیا:

لا تحرک به لسانک لتعجل به، ان علینا جمعه وقرآنه، فاذا قرأناه فاتبع قرآنه، ثم ان علینا بیانه. (سورة القيامة: ١٦-١٩)

"(اے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔"

اور سورۃ طٰہٰ میں یوں تنبیہ کی گئی:

فتعالی اللّٰه الملک الحق، ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى اليک وحيه، وقل رب زدنی علما. (سورة طٰه: ١١٤)

"پس اللہ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری ہو جائے۔ ہاں یہ دعا کر کہ پروردگار میرا علم بڑھا۔"

صحابہ کرام نے نبی اُمی ﷺ سے قرآن سیکھا، اسے اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس کے اوامر ونواہی کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دی۔ صحابہ کرام کی اکثریت نے نبی سے مشافہۃً ہی قرآن سیکھا اور بعد میں آنے والی نسلوں میں سینہ بہ سینہ یہ قرآن منتقل ہوتا گیا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ:

ثم ان الاعتماد فی نقل القرآن علی حفظ القلوب والصدور، لا علی خط المصاحف والکتب وهذه أشرف خصيصة من الله تعالیٰ لهٰذه الأمة....

(مناهل العرفان: ٢٤٢/١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”قرآن کی روایت میں سارا دارومدار سینوں کے حفظ پر ہے نہ کہ صحیفوں اور کتابوں کی تحریر پر اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کو دی جانے والی عظیم خصوصیت ہے۔“

ایک حدیث میں کہا گیا ہے:

وأنزلت علیک کتابا لا یغسله الماء تقرأه نائما ویقظان.

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۷۲۰۷)

تلقی اور مشافهه یعنی سماع کے ذریعہ قرآن سیکھنا اور اسے اپنے سینے میں محفوظ کر لینا پھر دوسروں کو اسی طرز پر اسے سکھانا اور حفظ کرانا کتب سماویہ میں سے صرف قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے اور فرمانِ الٰہی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. (سورة الحجر: ۹) کا عظیم مظہر ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں کی تاریخ اور ان میں ہونے والی تحریف اور قطع و برید سے جو لوگ واقف ہیں انہیں اس حقیقت کو سمجھنے میں ادنیٰ تامل نہ ہوگا۔ علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ قرآن کی پیش گوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”چوتھی پیش گوئی: کہ قرآن مجید حفظ و یاد رکھا جائے گا۔

بل هو آیات بینات فی صدور الذین أوتوا العلم. (سورة العنکبوت: ۴۹)

”یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینے میں رہتی ہیں۔“

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا، کیونکہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی، اس لئے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جا کر کرے گا۔ یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔“ (رحمۃ للعالمین: ۳/۲۶۲-۲۶۳، مکتبہ رحمت، دیوبند)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد قاضی صاحب ایک اور پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں:

''پانچویں پیش گوئی: کہ قرآن مجید کو حفظ کر لینا آسان ہوگا۔

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ ''ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے۔''

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو ازبر سنانا شروع کیا تب دوسروں کو بھی امنگ آنی چاہئے تھی اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہئے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے، کیونکہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی نہ عیسائی، نہ پارسی نہ ہندو اور نہ اور جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو، اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔''

(رحمۃ للعالمین: ۳/۲۶۲-۲۶۳، مکتبہ رحمت، دیوبند)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں آیت: **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** کی تفسیر کے ضمن میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا تذکرہ یہاں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ علامہ لکھتے ہیں:

''یحییٰ بن اکثم (متوفی ۲۴۲ھ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ خلیفہ مامون کے دربار میں ایک علمی مجلس منعقد ہوئی۔ حاضرین میں ایک خوش پوش اور وجیہ یہودی بھی تھا، اس نے بھی اچھی تقریر کی۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ مامون نے اسے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں اس کی حوصلہ افزائی کے لئے کئی چیزوں کا وعدہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اس یہودی نے کہا کہ یہ میرے اور میرے آباء واجداد کا دین ہے۔ (میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں) پھر واپس چلا گیا۔ ایک سال کے بعد وہ مسلمان ہو کر آیا اور فقہ پر اس نے بہترین تقریر کی۔ مجلس کے اختتام پر مامون نے اس کو بلایا اور کہا کہ کیا آپ وہی شخص نہیں ہیں جو کل (گزشتہ سال) کی مجلس میں ہمارے ساتھ بیٹھے تھے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ مامون نے اس کے اسلام لانے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کچھ اس طرح بیان کیا:

آپ کے یہاں سے واپس جانے کے بعد میں نے ان مذاہب کو آزمانا شروع کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری تحریر اچھی ہے، میں نے توریت کے تین نسخے حذف و اضافہ کے ساتھ لکھ کر تیار کئے، پھر انہیں فروخت کرنے کے لئے لے گیا۔ وہ تینوں نسخے بک گئے، اس کے بعد میں نے انجیل کے تین نسخے حذف و اضافہ کے ساتھ تیار کئے اور وہ بھی فروخت ہو گئے۔ آخر میں قرآن کے تین نسخے حذف و اضافہ کے ساتھ لکھے اور انہیں کتب فروشوں کے یہاں لے گیا، انھوں نے ان کا بغور جائزہ لیا۔ جب انھوں نے ان نسخوں میں کمی بیشی دیکھی تو انہیں پھینک دیا اور نہیں خریدا۔ اب مجھے پتہ چل گیا کہ یہ محفوظ کتاب ہے، یہی میرے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یحیٰی بن اکثم کہتے ہیں کہ اس سال حج میں میری ملاقات سفیان بن عیینہ سے ہوئی۔ میں نے اس واقعہ کا ان سے تذکرہ کیا، انھوں نے کہا: اس کی تصدیق تو خود کتاب اللہ میں موجود ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کہاں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت وانجیل کے بارے میں فرمایا ہے: ... **بما استحفظوا من کتاب الله.** (سورۃ المائدۃ: ۴۴) ''انہیں اللہ کی کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔'' چنانچہ ان کتابوں کی حفاظت کا ذمہ انہیں دیا تو وہ ضائع ہو گئیں اور قرآن کے بارے میں فرمایا کہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.** (سورۃ الحجر: ۹) 'ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔' اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی خود حفاظت فرمائی، اس لئے یہ ضیاع سے محفوظ رہی۔'' (تفسیر القرطبی: ۱۰/ ۵-۶، ط: ۱۹۶۷ء القاہرہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفظ قرآن کا اہتمام عہد حاضر میں

مسلمانوں نے ہر دور اور ہر مقام میں قرآن کے حفظ و قرأت کا اہتمام کیا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت آج بھی اپنے نونہالوں کی تعلیم کا آغاز قاعدہ بغدادی، یسرنا القرآن اور قرآن مجید سے کرتی ہے۔ جدید تعلیم گاہیں اور خوشنما نرسری اسکول اگرچہ اس روایت پر اثرانداز ہوئے ہیں، پھر بھی مجموعی اعتبار سے مسلمان قرآن کریم ہی سے اپنے بچوں کی تعلیم کی ابتدا کو ترجیح دیتے ہیں۔

مدارس کی تاریخ اور مسلمانوں کے یہاں مدارس کے اہتمام سے کون ناواقف ہوگا، مسلمان جہاں بھی آباد ہوتے ہیں، شعائر تعبدیہ کی ادائیگی کے لئے مسجد اور بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب یا مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آبادی کے پھیلاؤ اور اضافے کے ساتھ دیگر چیزوں کی طرح مدارس کی تعداد میں اضافہ ہونا فطری امر ہے۔ اللہ کے فضل سے دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے یہ مدارس قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ دیگر علوم شرعیہ وضروریہ کی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان مدارس میں سے اکثر میں قرآن کریم کی تحفیظ و تجوید کا مستقبل شعبہ ہوتا ہے، جس میں حفاظ وقراء حضرات کی نگرانی میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد قرآن حفظ کرتی ہے۔

موجودہ دور میں حفظ قرآن کے مستقل مدارس کا قیام بھی ایک خوش آئند اقدام ہے۔ اس قسم کے مدارس حفظ قرآن کے متخصص مراکز کہے جاسکتے ہیں، جہاں قرآن حفظ کرانے کا عمدہ نظم ہوتا ہے۔ یہ مراکز کارکردگی کے اعتبار سے اپنی اپنی شناخت قائم کئے ہوئے ہیں اور عوام و خواص کی توجہ کا مرکز ہیں۔

سعودی عرب کے تقریباً تمام علاقوں میں شام کو بعد نماز عصر تا عشاء بچوں کو قرآن حفظ کرانے کے لئے مساجد میں تحفیظ القرآن کے حلقے قائم ہیں۔ مدرسوں اور اسکولوں سے واپس آنے اور آرام کرنے کے بعد بچے ان حلقوں میں بیٹھ کر اساتذہ کی نگرانی میں قرآن حفظ کرتے ہیں، اس طرح وہ وقت کے ضیاع اور لہو ولعب سے بھی بچ جاتے ہیں اور قرآن سے اپنے سینے کو منور بھی کرلیتے ہیں۔ اس طرح سالانہ ہزاروں بچے ان حلقوں سے حافظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن بن کر نکلتے ہیں۔ یہ حلقے جیلوں کے اندر بھی قائم کیے گئے ہیں اور بسا اوقات قرآن حفظ کرنے پر قیدیوں کی سزا میں تخفیف بھی کر دی جاتی ہے۔ دیگر ممالک میں بھی اس قسم کے حلقوں کے قیام کا پتہ چلا ہے۔

عصر حاضر میں حفظ قرآن کے اہتمام کا ایک مظہر وہ مقابلے بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً ملکی یا بین الاقوامی سطح پر منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اسلامی ممالک میں حکومت کی جانب سے اس کا اہتمام ہوتا ہے اور عموماً مسلم تنظیمیں اور انجمنیں اس طرح کے مقابلوں کا انعقاد کرتی ہیں۔ ان مقابلوں کے انعقاد نے طلبہ میں ایک نیا جوش و خروش پیدا کر دیا ہے۔ ان مسابقوں کی وجہ سے حفظ کے طلبہ کے حفظ و اتقان اور تلاوت و تجوید میں خاطر خواہ بہتری آئی ہے، ساتھ ہی اس جانب لوگوں کی رغبت بھی بڑھی ہے۔ سعودی حکومت کی جانب سے ہر سال مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والا حفظ کا بین الاقوامی مسابقہ خاص طور سے لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے۔

بعض عرب و اسلامی ممالک میں اسلامی و دعوتی تنظیمیں مدارس و اسکول کی لمبی چھٹیوں میں مسلم بچوں کو مفید کاموں میں مشغول رکھنے اور لہو و لعب سے بچانے کے لئے حفظ قرآن کا قلیل المدتی پروگرام وضع کرتی ہیں، جن میں طلبہ قرآن کے مخصوص اجزاء یا سورتیں یا مکمل قرآن حفظ کرتے ہیں۔

دو تین سالوں سے اس نوعیت کا ایک انوکھا پروگرام مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کے منتظمین نے اس کی مدت کل دو ماہ (۶۰ دن) رکھی ہے۔ اس میں شریک ہونے والا طالب علم اس مدت میں ہر قسم کی مشغولیتوں سے آزاد مکمل طور سے اپنے اساتذہ و نگراں کے زیر نگرانی اور زیر کفالت رہتا ہے اور مجوزہ نظام الاوقات کی پابندی کرتے ہوئے قرآن حفظ کرتا ہے۔ پہلے سال اس پروگرام میں صرف ۱۴ طلبہ شریک تھے، ان میں سے دبئی کے ایک ۱۶ سالہ طالب علم نے صرف ۲۷ دن میں پورے قرآن کا حفظ کر لیا تھا، بقیہ طلبہ نے ۳۵ سے ۶۰ دن کے درمیان کی مدت میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اس کے بعد پروگرام کی مقبولیت بڑھتی گئی اور گزشتہ سال اس پروگرام میں شرکت کے خواہش مند طلبہ کی درخواستوں کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سے صرف (۶۰) افراد کو منتخب ہونا تھا۔ (تفصیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ملاحظہ ہو: مجلّہ الفرقان (کویت)، شمارہ نمبر ۲۹۹، ۲۸ رجون ۲۰۰۴ء)

نصاب

حفظ قرآن کے نصاب پر گفتگو کرتے وقت ضروری ہے کہ ان امور و مسائل پر بھی ایک نظر ڈالی جائے جو نصاب کی کمیت و کیفیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً: طالب علم کی عمر، صلاحیت، گھریلو ماحول، دارالاقامہ کا ماحول، مدرسہ کا نظام، تعلیم میں تدریج کا اصول وغیرہ۔

ا- عمر

تحفیظ القرآن کے شعبوں یا مدرسوں میں زیر تعلیم طلبہ کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف عمر کے طلبہ حفظ قرآن کے عمل میں مشغول ہیں، عام طور سے اس شعبہ میں داخلہ کے لئے عمر کی ابتدا یا انتہا کی کوئی قید نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔ بعض لوگ اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کی تکمیل کے بعد اس شعبہ میں داخل کر دیتے ہیں تو بعض لوگ پرائمری درجات کی تکمیل کے بعد داخل کرتے ہیں۔ اس طرح ان دونوں قسم کے بچوں کی عمر میں ۵ برس کا تفاوت ہو جاتا ہے۔ عالمیت یا فضیلت کی تکمیل کے بعد بھی بعض طلبہ حفظ قرآن کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

بچپن کا زمانہ ہی حفظ کے لئے مناسب اور بہتر مانا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے: **التعليم في الصغر كالنقش على الحجر، والتعليم في الكبر كالنقش على الماء.** (التربية الاسلامية وفلاسفتها، محمد عطية الابراشي ص:۱۱۵، ط: ۱۹۶۹ء، مصر) "بچپن کی تعلیم پتھر کی لکیر کے مانند ہوتی ہے اور بڑے ہونے کے بعد حاصل کی جانے والی تعلیم پانی پر نقش بنانے کے مترادف ہے۔"

لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ مہد سے لحد تک تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس کی ضرورتیں پیش آتی ہیں۔

طالب علم کے حفظ اور آموختہ کے لئے جو مقدار متعین کی جائے اس میں دیگر امور کے ساتھ اس کی عمر کا بھی خیال رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ کوئی ایک نصاب یا متعینہ مقدار چھوٹے بڑے سب پر یکساں طور پر تھوپ دی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- صلاحیت

طلبہ چھوٹے ہوں یا بڑے صلاحیت اور ذہانت کے اعتبار سے بھی ان میں تفاوت ہوتا ہے۔ نصاب کی تحدید کے وقت اس تفاوت کو نظر انداز کرنا تربیتی اعتبار سے حد درجہ مضر ہے۔ پروفیسر عطیہ محمد الابراشی لکھتے ہیں:

''جدید علم النفس ایک عرصہ کے تجربات اور بحث وگفتگو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ہر انسان کی عقل یکساں نہیں ہوتی، بہت سے عقلی امتحانات سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک ہی عمر کے بچوں کی عقل میں تفاوت ہوتا ہے، اگرچہ وہ ایک ہی قوم اور جنس سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں... ہر مدرس کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کوئی سبق بھی تمام طلبہ کے لئے یکساں مفید نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ان کی عقلی قوت یکساں نہیں ہے۔ علمائے نفس کا خیال ہے کہ معلّم کو درس دیتے وقت اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے تاکہ وہ اپنے عمل میں کامیاب ہو۔ اس کا فرض ہے کہ تلمیذ کو اتنا ہی بتائے اور سکھائے جو اس کی ذہنی و عقلی استعداد کے مطابق ہو....'' (فلسفہ تعلیم وتربیت، عطیہ محمد الابراشی، ترجمہ رئیس احمد جعفری، ص: ۱۴۹، ط: صفا شریعت کالج، ۲۰۰۴ء)

۳- گھریلو ماحول

دار الاقامہ میں مقیم طلبہ اور اپنے والدین کے ساتھ گھر پر رہنے والے طلبہ کے مابین فرق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ گھر پر رہنے والے بچوں میں بعض غیر درسی اوقات میں اپنے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہیں یا اس قسم کی کچھ دوسری ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ گھر پر سبق یا آموختہ کے لئے بہت کم وقت نکال پاتے ہیں۔ ایسے طلبہ بھی ہوتے ہیں جو گھر میں رہتے ہیں مگر ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد ہوتے ہیں، لیکن ان کے گھر کا ماحول پڑھائی لکھائی کے لئے سازگار نہیں ہوتا۔ بہرحال اگر طالب علم کے ساتھ کوئی معقول عذر ہے تو معلّم اس کو ملحوظ رکھے۔

۴- دار الاقامہ کا ماحول

حفظ کے جو طلبہ مدرسہ کے ہاسٹل میں رہتے ہوں اور اسی عمل کے لئے متفرغ ہوں. وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھروں میں رہنے والے طلبہ کے مقابل زیادہ وقت پاتے ہیں، لہٰذا ان کے لئے درس و آموختہ کی جو مقدار متعین کی جائے گی وہ دوسروں سے مختلف ہوگی، البتہ دارالاقامہ کے ماحول پر بھی توجہ دینی ہوگی اور طلبہ کی ضرورت سے زائد آزادی اور گھومنے پھرنے سے محفوظ رکھنے کے لئے نگرانی اور توجہ درکار ہوگی۔

بعض مدارس کے دارالاقاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ کسی طرح کی نگرانی یا نظام سے بالکل آزاد ہیں۔ درس کے محدود اوقات کے بعد طلبہ کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، وہ بلا روک ٹوک مناسب اور نامناسب جگہوں پر جاتے آتے ہیں۔ دوسرے دن صبح میں کلاس میں حاضر ہونے سے پہلے تک انہیں اپنے درس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اسی قسم کے مدارس میں طلبہ سات سات، آٹھ آٹھ سال تک وقت گزاری کرتے ہیں اور بمشکل حفظ مکمل کر پاتے ہیں۔

تعلیم میں تدریج کا اصول

تدریس کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بتدریج آگے بڑھا جائے۔ یکبارگی طالب علم پر اتنا بوجھ نہ ڈال دیا جائے کہ وہ گھبرا جائے اور تعلیم سے متنفر ہو جائے یا شروع ہی میں مشکل اور پیچیدہ مسائل اس کے سامنے رکھ دیے جائیں۔ ماہرین تعلیم و تربیت معلّمین کو نصیحت کرتے ہیں کہ:

☆ معلوم سے نامعلوم کی طرف چلیں۔
☆ آسان سے مشکل کی طرف چلیں۔
☆ سادہ سے پیچیدہ کی طرف چلیں۔
☆ ٹھوس سے مجرد کی طرف چلیں۔
☆ خاص سے عام کی طرف چلیں۔
☆ مکمل سے اجزاء کی طرف چلیں۔
☆ مستثنیات سے پہلے عام قاعدے سکھائیں۔ الخ

(فن تعلیم و تربیت: افضل حسین، ص ۲۷۸-۲۸۵، ط۴، ۲۰۰۴ء مرکزی مکتبہ اسلامی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدریج کے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے حفظ کی تعلیم میں بھی طلبہ کو ابتدا میں کم اور آسان سبق دینا چاہیے، پھر دھیرے دھیرے اس میں اضافہ کیا جائے۔ آسان سے مراد یہ ہے کہ اگر شروع میں جزء عم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جائیں، پھر دھیرے دھیرے بڑی سورتوں کی طرف بڑھایا جائے تو مبتدی طلبہ کو اس سے آسانی ہوتی ہے۔ سلف کی تحریروں میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التبیان فی آداب حملة القرآن" میں مصحف کی ترتیب سے قرآن کی تلاوت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

وأما تعليم الصبيان من آخر المصحف الى أوله فحسن، ليس هذا من هذا الباب، فان ذلك قراة متفاضلة في أيام متعددة مع ما فيه من تسهيل الحفظ عليهم. (التبيان في آداب حملة القرآن، ص ۷۰، ط:۳، ۱۴۰۷ھ، بيروت)

نصاب اور درس و آموختہ کی تعیین کے وقت ان تمام امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس معاملہ میں معلّم قرآن کو متنبہ رہنا چاہیے۔ طلبہ کے مابین مذکورہ باہمی فرق کا اعتبار کئے بغیر سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا تدریسی حکمت کے خلاف ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اگر ایک طبیب تمام بیماروں کا ایک ہی نسخہ لکھے اور ایک ہی دوا سے علاج کرے تو اکثر کی ہلاکت کا باعث ہوگا، بالکل یہی حال تربیت دہندہ کا ہے۔ اگر وہ اپنے زیر تربیت لڑکوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے گا تو انہیں ہلاک کردے گا اور ان کے قلوب پر موت طاری کردے گا۔ تربیت دہندہ کا فرض ہے کہ اپنے زیر تربیت لڑکوں میں سے ہر ایک کے حال، عمر اور مزاج کے مطابق ان کے لئے راستہ تجویز کرے اور ان کے لئے وہی ریاضت تجویز کرے جس کے وہ متحمل ہوسکیں۔"

(احیاء علوم الدین: ۳/۷۶، ط:۱، ۲۰۰۰ء، دار صادر بیروت)

ان تمام امور کی رعایت کے ساتھ ساتھ حفظ کی تکمیل کے لئے ایک تقریبی مدت کی تعیین ضروری ہے جو ڈھائی سے تین سال کے آس پاس ہو اور کسی ناگزیر سبب کے بغیر طالب علم کو اس مدت سے تجاوز کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقۂ کار

نصاب سے متعلق گفتگو کے بعد طریقۂ کار اور عملی تطبیق کے پہلوؤں پر بھی غور کر لینا چاہئے تاکہ حفظ کے عمل کو زیادہ منظم اور تدریس کے اصولوں سے ہم آہنگ بنایا جا سکے۔

واضح رہے کہ عمومی طور پر تعلیم کے عمل میں معلم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ایک کامیاب اور تجربہ کار معلّم جو اخلاص اور محنت ولگن کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا ہے اس کی تدریس کے عمدہ نتائج سامنے آتے ہیں اور اس کے اثرات کو محسوس کیا جاتا ہے۔

قرآن کی تحفیظ پر مامور معلم کو عام معلّمین کے اندر مطلوبہ صفات سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کی عظمت، جلالت شان اور اس کے تقدس کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التبیان" میں "آداب معلم القرآن و متعلمه" (ملاحظہ ہو: التبیان، ص: ۲۶-۴۰) کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ اسی طرح علامہ آجری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "أخلاق أهل القرآن" میں ایک باب "أخلاق المقرئ اذا جلس يقرأ ويلقن لله عزوجل، ماذا ينبغي له أن يتخلق به." (ملاحظہ ہو: اخلاق اهل القرآن، ص: ۱۱۱-۱۳۴، ط: ۱، ۱۴۰۶ھ، بیروت) کے عنوان سے قائم کیا ہے اور معلم قرآن کے اندر مطلوبہ صفات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، کاش کہ اس عمل سے وابستہ حضرات ان کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتے اور ان کی ہدایات سے استفادہ کرتے۔ اس مختصر مقالے میں ان صفات کی تبیین وتشریح باعث طوالت ہوگی، اس لئے اس حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے کچھ اہم اور قابل توجہ امور کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱- ترتیل وتجوید کا اہتمام

قرآن کو مخارج حروف کی رعایت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا شرعاً وعرفاً مطلوب ہے۔

قرآن عربی زبان کی کتاب ہے، اس کے حروف کے مخارج وصفات پر ماہرین نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان حروف کے نطق وادائیگی میں بے اعتنائی ولاپروائی سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، خاص طور سے ہماری اردو اور ہندی زبان میں عربی زبان کے بظاہر متشابہ حروف کو یکساں طور پر ادا کیا جاتا ہے اور بے خبری میں قرآن پڑھتے وقت بھی اس پر دھیان نہیں دیا جاتا۔ مثلاً ھ اور ح میں فرق۔ س، ش، ص، ث کی ادائیگی میں تمیز۔ ذ، ز، ظ، ض کے تلفظ میں امتیاز پر توجہ نہیں دی جاتی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: راقم کا مضمون بعنوان: چھوٹی سین بڑی سین، مطبوعہ مجلّہ آثار جدید مئو، نومبر ۱۹۹۷ء)

اس لئے ضروری ہے کہ حفظ میں داخلہ لینے والے طالب علم کی سب سے پہلے نطق اور مخارج کی اصلاح کرائی جائے، اس کے لئے اگر کوئی مدت مخصوص کرلی جائے تو بہتر ہے تاکہ حفظ شروع کرانے میں زیادہ تاخیر نہ ہو۔ اس موضوع کی ابتدائی کتابوں سے بھی مدد لینا چاہئے۔ ابتداءً نطق و مخارج کی اصلاح کے بعد حفظ کا کام شروع کرادیا جائے، بعدہٗ حفظ کی پوری مدت میں تجوید کی کتابیں پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ پڑھائی جاتی رہیں۔

اس بات پر تنبیہ کی ضرورت اس لئے پڑی کہ بسااوقات ایسے حفاظ سے سابقہ پڑتا ہے جن کی قرأت سن کر بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ ان کی قرأت میں یعلمون تعلمون کے علاوہ کوئی چیز واضح نہیں ہوتی۔ پڑھتے وقت حروف کٹ جاتے ہیں۔ بسااوقات حذف واضافہ کے بھی وہ مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ سراسر قرآن کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

۲- درس کا طریقہ

طالب علم کو جو سبق دیا جائے پہلے باتجوید اس کا ناظرہ پڑھایا جائے، جس میں ترتیل و تجوید کی رعایت کے ساتھ اعراب کی صحت، رموز اوقاف اور دیگر ضروری چیزوں کا خیال رکھا جائے۔ اگر ممکن ہو تو ایک سے زائد بار طالب علم سے سبق کے حصے کا ناظرہ پڑھوایا جائے، بالخصوص جبکہ طالب علم سے غلطیوں کا صدور ہو رہا ہو۔

ابتدا میں استاد کو چاہئے کہ طالب علم کو حفظ کا طریقہ بتلائے، مثلاً یہ کہ جس آیت کو یاد کرنا ہے اسے دیکھ کر دو تین بار پڑھے۔ اگر آیت لمبی ہے تو تھوڑا تھوڑا کر کے اسے یاد کرے، پھر ایک حصے کو دوسرے حصے سے ملا کر پڑھے اور یاد کرے، پھر دوسری آیت کا حفظ شروع کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مکمل یاد کرنے کے بعد دونوں آیتیں ملا کر پڑھے، اسی طرح ملا ملا کر پورا سبق یاد کرے۔

مقررہ حصہ یاد کرنے کے بعد اس کو اس طرح پڑھے گویا اپنے آپ کو سنا رہا ہے، بعد ازاں یاد کردہ حصہ قرآن مجید کو دیکھ کر بھی پڑھے، تا کہ اندازہ ہو جائے کہ کیسا اور کتنا یاد ہے اور کہیں کسی طرح کی کوئی غلطی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اس کے بعد استاذ محترم کو پورا سبق سنائے۔

ہر نئے سبق کو پچھلے سبق سے ملا کر پڑھنا بھی ضروری ہے تا کہ دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں۔

۳- آموختہ کیوں اور کیسے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی حفاظت کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، یہ قرآن بندھے ہوئے اونٹ سے کہیں زیادہ تیزی سے بھاگ نکلنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۳۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۹۱)

ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صاحب قرآن کی مثال بندھے اونٹ کے مالک کی سی ہے جب تک وہ اس کا خیال رکھتا ہے وہ بندھا رہتا ہے اور اسے چھوڑ دے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۳۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۸۹)

یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں گویا اس بات پر تنبیہ ہیں کہ قرآن کے حفظ کردہ حصے کا بار بار مراجعہ کرتے رہنا ہی اس کی بقا اور حفظ کی ضمانت ہے اور اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی محفوظ حصے کو غیر محفوظ بنا سکتی ہے۔ اس لئے استاذ اپنے طلبہ کو ہمیشہ سبق کے ساتھ ساتھ آموختہ کو بھی دہرانے کی ہدایت کرتا رہے اور اس کے لئے اسے باقاعدہ ایک نظام عمل بنا دینا چاہیے، مثلاً جب ایک ربع یا نصف کا حفظ ہو جائے تو آگے کا سبق لینے سے پہلے اس کا مراجعہ ضروری ہو۔

اسی طرح ایک پارہ یا ایک سورہ مکمل ہونے کے بعد اس کا مراجعہ ضروری ہو۔ ہفتہ بھر میں جتنا حفظ کیا جائے ہفتہ کے آخری دن اس کا مراجعہ ضروری ہو۔ ایسے ہی مہینہ، تین مہینے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ مہینے اور سال بھر کا بھی مراجعہ کرایا جائے۔ ہفتہ کے آخری دن ہر طالب علم کے لئے ایک مخصوص مقدار متعین کی جائے جسے وہ دو رکعت نماز میں جہراً پڑھ کر سنائے، پیچھے باقی طلبہ اس کی اقتدا کریں اور باری باری تمام طلبہ اس عمل کو انجام دیں۔ اس سے حفظ شدہ حصے کا مراجعہ بھی ہوگا اور امامت اور قرأت کی بھی تربیت ہوگی، استاذ کی نگرانی اس عمل میں ضروری ہے۔

مذکورہ بالا طریقوں کے علاوہ مراجعہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روزانہ سبق کے ساتھ کم از کم ایک پارے کا آموختہ سنانے کا طالب علم کو مکلّف بنایا جائے۔ جب آموختہ سبق تک پہنچ جائے تو پھر ابتدا سے سنانا شروع کرے اور مستقل اس عمل کو جاری رکھے۔

۴- حفظ کے اوقات

یوں تو ہر مدرسہ میں تدریس کے اوقات متعین ہوتے ہیں جو پانچ سے چھ گھنٹے کے بیچ ہوتے ہیں۔ حفظ کے شعبے بھی عموماً انہی اوقات کے پابند ہوتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شعبہ کچھ زیادہ وقت اور توجہ کا متقاضی ہے۔

صبح سویرے انسان کا ذہن و دماغ تر و تازہ ہوتا ہے اور اس کے جسم میں نشاط اور تازگی ہوتی ہے، اس وقت حفظ کرنا بے حد مفید مانا جاتا ہے۔

"تکان، بیزاری اور صدمے وغیرہ کی حالت میں کچھ حفظ کرانا صحت کے لئے مضر بھی ہوتا ہے اور کافی وقت اور محنت صرف کرنے کے باوجود خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی، اس لئے ہمیشہ ایسے وقت یاد کرایا جائے جب دماغ تر و تازہ ہو۔" (فن تعلیم و تربیت، افضل حسین، ص ۲۵۵)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ حفظ کے طلبہ کو فجر کی نماز سے فراغت کے بعد یاد کرنے کے لئے بیٹھا دیا جائے۔ کم از کم دو گھنٹے کے بعد انہیں ناشتہ اور کچھ آرام کا موقع دیا جائے، پھر وہ واپس آئیں اور حفظ میں مشغول ہو جائیں۔ ظہر سے کچھ پہلے تک اس میں لگے رہیں۔ ظہر کے بعد کھانا کھائیں اور آرام کریں۔ عصر کی نماز کے بعد کچھ دیر پڑھیں اور پھر ورزش اور سیر و تفریح کا انہیں موقع دیا جائے۔ بعد نماز مغرب پھر ان کی نشست ہو اور عشاء کے کچھ پہلے انہیں فارغ کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح مجموعی طور پر دس تا بارہ گھنٹے حفظ کے طلبہ اپنے سبق و آموختہ سے جڑے رہیں، الحمدللہ جامعہ سلفیہ بنارس میں اس کا اہتمام ہے اور اس شعبے کے اساتذہ اس پر بھرپور توجہ دیتے ہیں۔

۵-شعبۂ حفظ کی درس گاہ

اس شعبہ کی درس گاہیں نسبتاً کشادہ ہوں تو بہتر ہے، تا کہ طلبہ جگہ لے کر آرام سے بیٹھیں اور یاد کریں۔ بیٹھنے میں ہر دو طالب علم کے مابین فاصلہ ہونا چاہئے تا کہ ایک دوسرے کی آواز سے زیادہ خلل نہ ہو۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ بعض طلبہ کو بھیڑ بھاڑ میں اور آواز و شوروغل میں یاد کرنے میں سہولت معلوم ہوتی ہے اور بعض کو پرسکون ماحول میسر نہ ہو تو انہیں یاد کرنا دشوار ہوتا ہے۔

یہاں اس امر کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک استاذ کے زیر نگرانی اتنے ہی طلبہ رکھے جائیں جن کی تعلیم کا وہ حق ادا کر سکے۔ طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں ہر طالب علم کو وہ مطلوبہ وقت نہیں دے پائے گا اور تعلیم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

۶-تعطیل کلاں میں بھی سبق

شعبۂ حفظ کے طلبہ کو لمبی چھٹیوں میں بالکل آزاد چھوڑ دینا بہت ہی مضر ہے، اس لئے استاذ کو چاہئے کہ تعطیل شروع ہونے سے پہلے ہر طالب علم کو اس کی وسعت کے مطابق تعطیل کی مدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سبق کی تحدید کر دے، جسے طالب علم چھٹی سے واپس آنے کے بعد استاذ کو سنائے، آموختہ کے مراجعہ کی بھی تاکید رہے اور چھٹی کے بعد اس کا بھی محاسبہ ہو۔

بعض معلّمین کی تو یہ رائے ہے کہ شعبۂ حفظ کے طالب علم کی کوئی چھٹی ہی نہ ہو، جب تک وہ حفظ کی تکمیل نہیں کر لیتا، اسے اسی کام میں لگے رہنا چاہئے، اس لئے کہ چھٹیوں کے بعد عموماً طلبہ میں تکاسلی اور بے رغبتی محسوس کی جاتی ہے اور تعلیمی نشاط کے اعادہ میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷-احکام ومسائل کی تعلیم

حفظ کی تکمیل کے بعد بعض طلبہ دینی تعلیم کے حصول میں لگ جاتے ہیں اور حفاظ کی اچھی خاصی تعداد صرف حفظ ہی پر اکتفا کرتی ہے۔ اوّل الذکر گروپ تو تعلیم حاصل کر کے تلاوت و امامت کے احکام و مسائل سے روشناس ہو جاتا ہے، مگر جو طبقہ اس تعلیم سے محروم رہتا ہے، احکام و مسائل کے تعلق سے وہ کافی الجھنوں کا شکار رہتا ہے، اس لئے حفظ کے ساتھ ساتھ ان مسائل کی کچھ تعلیم بھی طلبہ کو دی جانی چاہئے، جن مسائل سے حفاظ کو عموماً سابقہ پڑتا ہے۔ مثلاً سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو، طہارت اور اس قسم کے دیگر مسائل، بالخصوص جو امامت سے متعلق ہوں۔ کاش کہ اس قسم کے مسائل پر مشتمل کوئی جامع اور آسان کتاب تحریر ہوتی جو شعبۂ حفظ کے طلبہ کے لئے مقرر کی جاتی۔

احکام و مسائل کی تعلیم کے ساتھ قرآن پڑھنے پڑھانے کے آداب وفضائل کی تفہیم بھی شعبۂ حفظ کے طلبہ کو ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانیں اور اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کریں۔ افسوس کہ بے عمل و بد اخلاق حفاظ بڑھتے جارہے ہیں اور بسا اوقات منبر و محراب کے تقدس کو بھی پامال کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کے کلمات وحروف سے اپنے سینے کو وہ معمور رکھے ہوتے ہیں، مگر اس کے مفاہیم ومعانی سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه. (حضرت انسؓ سے یہ اثر مروی ہے) یعنی کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو قرآن خود لعنت کرتا ہے، بایں طور کہ وہ قرآن میں پڑھتا ہے:

ألا لعنة الله على الظالمين. (سورة هود: ۱۸)

فنجعل لعنة الله على الكاذبين. (سورة آل عمران: ۶۱)

جبکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے، کاذب ہوتا ہے، گویا اس طرح اس نے اپنے آپ پر لعنت بھیجی۔

أعاذنا الله من الخذلان.

اللهم اجعل القرآن ربيع قلوبنا و نور صدورنا وجلاء أحزاننا وذهاب همومنا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مآخذ

۱- قرآن کریم

۲- صحیح البخاری (موسوعة الکتب الستة) دار السلام، الریاض، ط: ۳، ۱۴۲۱ھ

۳- صحیح مسلم (موسوعة الکتب الستة) دار السلام، الریاض، ط: ۳، ۱۴۲۱ھ

۴- تفسیر القرطبی، ط: ۱۹۶۷ء، القاھرہ

۵- احیاء علوم الدین للامام الغزالی، ط: ۱، ۲۰۰۰ء، دار صادر، بیروت

۶- أخلاق أھل القرآن للآجری، ط: ۱، ۱۴۰۶ھ، بیروت

۷- التبیان فی آداب حملة القرآن للنووی، ط: ۱، ۱۴۰۷ء، بیروت

۸- مناھل العرفان فی علوم القرآن، محمد عبدالعظیم الزرقانی، دار احیاء الکتب العربیة

۹- التربیة الاسلامیة و فلاسفتھا، محمد عطیه الابراشی، ط: ۱۹۶۹ء مصر

۱۰- رحمة للعالمین، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مکتبہ رحمت، دیوبند

۱۱- فلسفہ تعلیم وتربیت، عطیہ محمد ابراشی، اردو ترجمہ: رئیس احمد جعفری، ط: صفا شریعت کالج، ۲۰۰۴ء

۱۲- فن تعلیم وتربیت، افضل حسین، ایم اے ایل ٹی، ط: ۴، ۲۰۰۴ء، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی

۱۳- مجلة الفرقان، جمعیة احیاء التراث الاسلامی، کویت، شمارہ نمبر: ۲۹۹، ۲۸ رجون ۲۰۰۴ء

۱۴- مجلّہ آثار جدید، مئو، نومبر ۱۹۹۷ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم
اہمیت اور طریقۂ کار

رفیق احمد رئیس سلفی
ادارہ علوم الحدیث، جامعہ اردو روڈ، علی گڑھ

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور اللہ ہی نے انسان کو قوت گویائی اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ انسان کی زبان سے اللہ کا کلام بہ سہولت ادا نہ ہو اور بار بار دہرانے سے اس کے قلب پر کلامِ الٰہی منقش نہ ہوسکے، چنانچہ یہ بات قرآن کے اعجاز میں سرفہرست ہے کہ آٹھ یا دس سال کا نوعمر بچہ نہ صرف قرآن کو تجوید کے جملہ اصول وضوابط کے ساتھ پڑھ لیتا ہے، بلکہ اس کی ایک سو چودہ سورتیں اس کے سینے میں پتھر کی لکیر کی طرح محفوظ ہوجاتی ہیں۔ دنیا کی دیگر مذہبی کتابوں میں یہ امتیاز صرف اور صرف قرآن کریم کو حاصل ہے، چونکہ اللہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے، اس لیے یہ بھی اس کے وسیع حفاظتی انتظام کا ایک لازمی حصہ ہے۔

صدیوں سے اہل اسلام میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کا آغاز عربی حروف شناسی سے کرتے ہیں۔ ماہ دو ماہ کے بعد وہ قرآن کریم کے الفاظ کو باہم جوڑ کر پڑھنا سیکھ جاتے ہیں اور پھر چند مہینوں میں وہ استاد کے سامنے روانی سے قرآنی آیات پڑھ سکتے ہیں۔ خوش نصیب اور قابل مبارک باد ہیں وہ والدین جو اپنے بچوں کے ذریعہ مسلمانوں کی اس دیرینہ روایت کو زندہ و تابندہ رکھے ہوئے ہیں اور بالکل ابتدائی عمر میں انھیں حافظ قرآن بنادیتے ہیں یا روانی سے ناظرہ قرآن پڑھنے کی انھیں تعلیم دے دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادیت کے طوفان بلا خیز اور مغربی تہذیب و ثقافت کے زیر اثر اسلام کے دیگر تہذیبی مظاہر کی طرح مسلمانوں کی یہ دیرینہ روایت بھی مضمحل اور متاثر ہوئی ہے۔ انگریزی تعلیم کی وسعت اور ضرورت نے ہمیں کسی حد تک اپنی اس وراثت سے محروم کر دیا ہے۔ اب بہت سے مسلم علمی خاندانوں کے چشم و چراغ اپنی ماؤں کی گود میں کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کے پاکیزہ کلمات کی لوریاں سننے کے بجائے انگریزی نظمیں سنتے ہیں، جن کو پڑھتے ہوئے آپ سے آپ ان کے اعضاء حرکت میں آجاتے ہیں اور رقص کی ابتدائی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔ گھر میں آنے والے معزز مہمانوں کے سامنے بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے اس بچے کو انگریزی حروف تہجی کی شناخت ہو چکی ہے اور اسے بچوں کی فلاں فلاں انگلش نظمیں پورے ایکشن کے ساتھ نوکِ زبان ہیں۔ کہاں گئی ہماری وہ روایت جب گھر کے بڑے بزرگ اور قابل احترام مہمانان گرامی میزبان کے اپنے عزیزوں سے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، کلمۂ توحید اور نماز کی دعائیں سنا کرتے تھے، ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے تھے اور پھر تحفہ کے طور پر پیار سے کوئی چیز دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ سب کچھ بدل گیا ہے اور مسلم معاشرے کی کایا پلٹ ہوگئی ہے، بلکہ بہت سے خاندانوں میں یہ روایت الحمدللہ آج بھی زندہ ہے اور وہ اس کو درون خانہ زندہ اور باقی رکھے ہوئے ہیں۔ یہی خاندان شب تاریک میں مانند چراغ ہیں جن کی روشنی انشاء اللہ اسلامی تہذیب اور اس کے خوش نما مظاہر کو تاقیامت باقی رکھے گی۔ انھیں کی قیادت میں قافلے آگے بڑھیں گے اور اپنی منزل کو رواں دواں رہیں گے۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق امت کا ایک گروہ ہمیشہ برسرحق رہے گا اور کوئی بھی ان کو زیر یا رسوا نہیں کر سکے گا۔ یہ پیش گوئی اپنے مفہوم کی وسعت اور جامعیت کے اعتبار سے اسلام کی ہر چیز کو اپنے دائرے میں سمیٹے ہوئے ہے۔

موجودہ مسلم معاشرے میں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے کئی ایک انتظام ہیں، اس میں سرفہرست وہ دینی مکاتب اور پرائمری اسکول ہیں جہاں دیگر مضامین کے ساتھ قرآن کی ناظرہ تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ یہ تعلیم درجہ بندی کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور انفرادی انداز میں بھی، لیکن بالعموم اس میں اساتذۂ کرام ہر بچے کو انفرادی طور پر سبق دیتے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ذہین اور محنتی بچے بہت جلد آگے بڑھ جاتے ہیں اور ناظرہ تعلیم کا ابتدائی مرحلہ خوش اسلوبی سے مکمل کر لیتے ہیں۔

دینی مکاتب کے علاوہ مساجد میں بھی اس کا انتظام موجود ہے، جہاں مسجد کے ائمہ حضرات اور دیگر اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ان مساجد سے محلّہ اور بستی کے تمام مسلم بچے اور بچیاں استفادہ کرتے ہیں۔ عام طور پر ان مساجد میں صبح یا شام کے وقت ناظرہ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔اس کا سب سے بڑا فائدہ ان بچوں کا ہے جو ایسے تعلیمی اداروں سے متعلق ہیں جہاں قرآن حتیٰ کہ دینیات کی تعلیم کا انتظام بھی نہیں ہے۔ ان مساجد سے وابستہ رہ کر وہ چار پانچ سال کے عرصے میں نہ صرف ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ ان کو نماز کی عملی تربیت بھی دے دی جاتی ہے اور بہت سی ضروری دعائیں بھی وہ یاد کر لیتے ہیں۔

دینی مکاتب و مساجد کے علاوہ بعض گھروں میں بھی دین دار اور تعلیم یافتہ خواتین بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی ہیں، بالعموم وہ اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتیں، البتہ بعض ضرورت مند خواتین ٹوکن کے طور پر کچھ روپے ماہانہ وصول کرتی ہیں۔ مہذب اور شائستہ خواتین جو معلّمہ کے فرائض انجام دیتی ہیں وہ اپنے پاس رکھ کر مسلم بچوں اور بچیوں کو بہت سے اسلامی آداب کی بھی تعلیم دے دیتی ہیں، جس پر عمل کر کے ان کی زندگی خود بھی مہذب اور شائستہ رہتی ہے۔ وہ اپنے تجربات سے معصوم بچوں کے ذہنوں کو آئینہ کی طرح صاف شفاف رکھتی ہیں اور گندے الفاظ اور برے طور طریق سے انھیں محفوظ رکھتی ہیں۔ والدین کے گھر لاڈ پیار میں اس کی جن حرکتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یہ معلّمات ان پر ان کو متنبہ کر کے ان کی بری عادتیں ان سے چھڑانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ گھروں میں بچوں کو قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم دینے والی ایسی تمام مخلص خواتین احترام و توقیر کی مستحق ہیں۔ الحمد للہ ایسی خواتین کو ہمارا مسلم معاشرہ عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کا ایک اور طریقہ گزشتہ ایک صدی سے کچھ زیادہ ہی رواج پذیر ہوا ہے، جسے مسلم معاشرے کے امراء و اغنیاء نے بطور خاص اپنا رکھا ہے، وہ طریقہ ہے گھروں پر جا کر ٹیوشن دینے کا۔ بسا اوقات اس طریقے سے گھروں کی ان نوجوان بچیوں کو بھی مستفید کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے، جو کسی وجہ سے نوعمری میں ناظرہ کی تعلیم نہیں حاصل کر سکی تھیں۔ اس طریقے سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگ اپنے بچوں کی اس کمی کو پوری کر دیتے ہیں۔ گھر میں ہر روز عالم دین کے آنے جانے سے انھیں دیگر دینی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں، لیکن ٹیوشن کے اس طریقے میں کئی ایک خرابیاں مضمر ہیں۔ بسا اوقات ان کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے کئی ایک اخلاقی مفاسد بھی سامنے آتے ہیں۔ تعلیم و تعلّم کی ناقدری بھی ہوتی ہے اور بچوں کے دلوں میں اپنے اساتذۂ کرام کے تئیں احترام و عقیدت کے جو جذبات مطلوب ہیں، ان میں بھی کمی آتی ہے۔ کسی شرعی ضرورت اور عذر کے بغیر اس طریقے کو اپنانا مستحسن نہیں ہے، اس سے اجتناب ہی ضروری ہے۔ اجتماعیت میں بچے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ علیحدہ رہ کر ایک بچہ ضروری آداب نہیں سیکھ سکتا اور نہ کوئی معلّم تمام آداب علیحدہ طور پر کسی طالب علم کو سکھا سکتا ہے۔

مسلم معاشرہ میں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کا یہ مختصر خاکہ بتاتا ہے کہ مجموعی اعتبار سے صورت حال اطمینان بخش اور قابل ستائش ہے۔ اس کو وسعت دینے اور مزید مستحکم کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ کوئی مسلمان بچہ ناظرہ قرآن کی تعلیم سے محروم نہ رہنے پائے، البتہ اس پہلو سے کچھ چیزیں اصلاح طلب ہیں اور ان پر مزید غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی طرف اشارے کیے جا رہے ہیں:

معلّم قرآن افضل ترین مسلمان ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه. (البخاری)

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

اس حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امت میں معلّمین قرآن کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں تعلیم سے مراد محض ناظرہ کی تعلیم دینا نہیں ہے، بلکہ معنی و مفہوم کی تعلیم دینا بھی اس میں شامل ہے، لیکن فہم معانی کی منزل ناظرہ کے بعد ہی آتی ہے، اس لیے اس حدیث کے عموم سے ناظرہ تعلیم کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کی اعلیٰ تعلیم کا اوّلین زینہ ناظرہ ہی تو ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کا تقاضا ہے کہ ہم معلّمین قرآن کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کریں، وہ اپنی اس خدمت پر کوئی معاوضہ طلب کریں یا نہ کریں، مسلم معاشرے کی ذمے داری ہے کہ اگر وہ ضرورت مند ہیں تو ان کی کفالت کی جائے۔ عہد خلافت راشدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے، لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم بچوں کو قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے لیے ناتجربہ کار اور کم پڑھے لکھے معلّمین کا انتظام کرتے ہیں۔ اس سے ایک بڑا فائدہ یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ مشاہرہ بہت معمولی دینا پڑے گا۔ عوامی سطح پر اس احساس کا پایا جانا چنداں موجب حیرت نہیں، حیرت تو اس وقت ہوتی ہے جب کسی مکتب یا مدرسہ کی پڑھی لکھی انتظامیہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے کسی کم تعلیم یافتہ استاد کا انتخاب کرتی ہے۔ اسی طرح گھروں میں دیگر مضامین کے ٹیوشن دینے والے اساتذہ کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے، جبکہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے جس استاد کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، اسے بہت معمولی معاوضہ دے کر کام نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ رویہ حد درجہ افسوس ناک ہے اور اس سے اس احترام و تقدس کو ٹھیس لگتی ہے جو قرآن کریم کے لیے ہر بندۂ مومن کے سینے میں موجود ہے۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ روپیوں پیسوں سے احترام و تقدس کی پیمائش نہیں کی جاسکتی، لیکن معاشرہ کی بنیادی مادّی ضروریات تقریباً مساوی ہوتی ہیں، اس کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ معقول مشاہرے پر باصلاحیت اساتذہ کی تقرری اس بات کی علامت ہے کہ ہم قرآن کریم کو اس کا صحیح مقام دینے کے لیے تیار ہیں۔ ایک اچھے اور باصلاحیت استاذ سے جو تعلیم بچے حاصل کریں گے وہ اعلیٰ درجہ کی ہوگی اور اس کا اپنا الگ امتیاز ہوگا۔ ویسے بھی گھروں پر اساتذہ کو بلا کر ٹیوشن کے طور پر قرآن کی تعلیم دینا اسلام کی روح اور اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس سے بچوں کی وہ تربیت نہیں ہو پاتی جو مطلوب ہے اور جس کے نتیجے میں وہ اپنے اساتذہ کا احترام کرتے ہیں۔

قرآن کی ناظرہ تعلیم تجوید کے ساتھ

قرآن کی زبان عربی ہے۔ عربی کے بہت سے حروف ایسے ہیں کہ اگر وہ متعینہ مخارج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ادا نہ ہوں تو بسا اوقات الفاظ کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے بہت سے حروف زبان سے ادا کرنے، ایک حرف کو دوسرے حرف سے ملانے اور لفظوں کو باہم مربوط کرنے کے لیے علیحدہ اصول وضوابط ہیں، جنھیں فن تجوید کے اندر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ تجوید نظریاتی سے زیادہ عملی فن ہے۔ حروف اور لفظوں کی ادائیگی ایک بچہ اپنے استاذ کی زبان سے سیکھتا ہے اور استاذ کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ابتدائی مراحل میں اس کی تربیت نہ ہو سکی تو بڑے ہونے پر اس کمی پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے اپنے تعلیمی ڈھانچے میں اس کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ اردو کی طرح بچے عربی بھی پڑھتے ہیں اور زندگی بھر تلاوت قرآن کی حلاوت سے محروم رہتے ہیں۔

حسن صوت کسبی نہیں بلکہ ایک وہبی نعمت ہے۔ جسے اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے، اسے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ قرآن کو حسن صوت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اگر حسن صوت سے کوئی شخص محروم ہے تو اسے بہ تکلف اپنی آواز کو خوبصورت بنا کر قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے۔ اس طرح کی تلاوت سے دل ودماغ پر خاص اثر ہوتا ہے اور سامعین بھی اس کا اثر قبول کرتے ہیں۔ حسن صوت کے ساتھ باتجوید قراءت سنیے، آپ کے قدم رک جائیں گے اور دل کو فرحت حاصل ہوگی۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے بعض صحابہ کرام سے قرآن کی تلاوت سنتے تھے اور ان کی خوبصورت آواز کی تعریف فرماتے تھے۔ مسلم معاشرے کی یہ دیرینہ روایت رہی ہے کہ وہ اپنے ہر دینی پروگرام کا آغاز قرآن کی خوبصورت تلاوت سے کرتا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ اس سے دوسرے بچوں کے اندر آگے بڑھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی آواز کو اچھے قاری کی آواز سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر انھیں کامیابی بھی ملتی ہے۔

ایک دیرینہ روایت کو زندہ کیجیے

مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیں ایسے صدہا واقعات ملتے ہیں کہ دینی مزاج کے حامل بہت سے مخلص امراء اور اغنیاء اپنے گھروں اور حویلیوں میں خاندان اور محلے کے بچوں کی تعلیم کے لیے باصلاحیت معلّمین کی خدمات حاصل کرتے تھے اور اس سلسلۂ تعلیم وتعلّم کی جملہ ضروریات اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیب خاص سے پوری کرتے تھے۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب آج کی طرح مدارس و مکاتب کی علیحدہ تعمیرات کی روایت قائم نہیں ہوئی تھی اور پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کا نظام ترتیب نہیں پایا تھا۔ آج کے ہمارے اس دور میں بھی بہت سے امراء و اغنیاء ایسے ہیں جو اپنے ذاتی صرفہ سے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام اپنے کشادہ مکانات اور بڑی حویلیوں میں بآسانی کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس روایت کو زندہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دینی مدارس و مکاتب میں اپنے ذاتی مشاہرے پر وہ معلّمین قرآن کی تقرری فرمائیں۔ اپنے اس طریقے سے وہ محدود وسائل کے حامل مدارس کے ساتھ تعاون کرکے ان کا بوجھ ہلکا کرسکتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی ایک خواہش

مولانا آزاد کی علمی شخصیت بالعموم ان کی سیاسی خدمات کے ذیل میں ابھرتی ہے، حالانکہ بنیادی طور پر وہ ایک ذمہ دار عالم دین تھے، قرآن وسنت، فقہ اور اسلامی تاریخ پر ان کی مجتہدانہ نظر تھی۔ وہ مسلمانوں کے ماضی اور حال سے اچھی طرح آگاہ تھے اور مسلم معاشرے کی دینی، اخلاقی، سماجی، معاشی اور سیاسی کمزوریوں کے اسباب پر ان کی ناقدانہ نظر تھی۔ انھوں نے مسلم امت کی بیماریوں کا ایک علاج یہ تجویز کیا تھا کہ اس کا ہر فرد قرآن کو کسی نہ کسی حد تک سمجھے۔ قرآن سے دور ہوجانے کے نتیجے میں مسلمان تنزلی کا شکار ہوئے ہیں اور دنیا کی بہت سی قوموں نے انھیں زیر کرلیا ہے۔ مولانا آزاد نے سیاست میں قدم رکھنے سے پہلے حزب اللہ کے نام سے ایک دینی تنظیم قائم کی تھی، اس کے منشور میں انھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کا جو رواج ہے وہ زیادہ مفید نہیں ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ پہلے نوعمر بچوں کو عربی زبان کی تعلیم دیں اور ایک ایسا نصاب تجویز کریں جس کو پڑھنے کے بعد قرآن کے معانی و مضامین تک بچے کی رسائی ہوسکے۔ مولانا کا خیال تھا کہ جتنے ماہ و سال ایک مسلمان بچہ قرآن کی ناظرہ تعلیم پر صرف کرتا ہے اس میں چند ماہ کا مزید اضافہ کرکے اسے عربی زبان سکھائی جاسکتی ہے۔ عربی زبان کی مدد سے وہ قرآن مجید کو خود پڑھ سکے گا اور کسی نہ کسی حد تک وہ اس کو سمجھنے میں کامیاب بھی ہوسکے گا۔ مولانا کی یہ تجویز بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کے لیے انتہائی اہم اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفید تھی، لیکن سیاست میں وقت کی ضرورت کے پیش نظر مولانا کی بھرپور شمولیت کی وجہ سے ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا اور یہ محض حزب اللہ کے منشور کا ایک حصہ بن کر رہ گیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولانا کی اس تجویز پر ہمیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے اور لسانیات کے ماہرین کو اکٹھا ہوکر عربی زبان کا کوئی ایسا مختصر نصاب تیار کرنا چاہیے جسے پڑھ کر ایک بچہ قرآن کی عربی سے نہ صرف مانوس ہوسکے بلکہ وہ براہ راست قرآن مجید کو سمجھنے کے قابل ہوسکے۔ یہ کام کوئی بہت زیادہ مشکل نہیں ہے، اس کا تجربہ کیا جانا چاہیے اور بعید نہیں کہ ہمارا یہ تجربہ کامیاب بھی ہوجائے۔ آج مسلمانوں نے قرآن مجید کے تعلق سے جو رویہ اپنا رکھا ہے، اس میں قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کی بات کہیں نہیں آتی۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سمجھے بغیر محض تلاوت کرنے سے قرآن کا حق ادا ہوجاتا ہے اور وہ ساری برکتیں ہمیں حاصل ہوجاتی ہیں جو تلاوت قرآن کے ساتھ مخصوص ہیں، حالانکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا گیا ہے کہ بغیر سمجھے اس کی تلاوت کی جائے۔ عجم میں جب سے اس روایت کی بنیاد پڑی ہے، نہ صرف اسلامی فکر مضمحل اور کمزور ہوئی ہے بلکہ مسلمانوں کے ایمان وعقائد بھی بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی علم بردار ملت شرک و بدعت کے مختلف مظاہر میں گرفتار ہوچکی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ ان کو حرام ماننے کے لیے تیار نہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے بعض دینی اور دعوتی حلقے بھی محض قرآن مجید کی تلاوت پر زور دیتے ہیں اور قرآن سمجھنے اور سمجھانے کو ایک ایسے عالم کا کام سمجھتے ہیں جو اٹھارہ علوم کا ماہر ہو۔ اب انھیں کون سمجھائے کہ اللہ نے قرآن مجید کو انسانوں کے لیے آسان بنا کر نازل کیا تھا اور ہم نے اسے مشکل بنا دیا۔ مسلم معاشرے میں قرآن کریم کا استعمال اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ اس سے دکانوں اور مکانوں کا افتتاح کرایا جائے، مردوں کو بخشوایا جائے اور گھروں سے جنوں اور آسیب کے اثرات مٹائے جائیں۔ یہ قرآن مجید کی توہین، ناقدری اور اس پر بہت بڑا ظلم ہے، اس سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیے اور مسلم معاشرہ میں قرآن کو اس کا جائز اور صحیح حق دلانے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے سلفی مدارس میں تدریس قرآن ایک جائزہ

مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی
استاذ جامعہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت بن کر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور اس کے نزول کے وقت ہی رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ آپ خود بھی اس کی تلاوت کریں اور امت کو اسے پڑھ پڑھ کر سنا دیں اور سمجھا دیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿انما أمرت أن أعبد رب هذه البلدة الذی حرمها وله کل شیء، وأمرت أن أکون من المسلمین٥ وأن أتلوا القرآن، فمن اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فقل: انما أنا من المنذرین٥﴾ (النحل ۹۱-۹۲)

نیز ارشاد ہے:

﴿. أنزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون٥﴾ (النحل: ۴۴)

اور ارشاد ہے:

﴿وماأنزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یؤمنون٥﴾ (النحل: ۶۴)

چنانچہ اس حکم الٰہی کی تنفیذ میں جب آپ ﷺ نے قرآن پڑھ پڑھ کر سنانا اور سمجھانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا تو مشیت الٰہی سے یہ قرآن آپ ﷺ کی زبان مبارک سے انہیں پہنچا جنھوں نے اس کا اذعان وایقان کرکے اسے حرز جان بنایا اور وہ انہیں بھی پہنچا جن کے بارے میں خود قرآن شاہد ہے کہ ﴿وما زادهم الا نفورا﴾ (الاسراء ۴۱)، ﴿ولو على ادبارهم نفورا﴾ (الاسراء ۴۶)، ﴿وزادهم نفورا﴾ (الفرقان ۶۰)، ﴿مازادهم الا نفوراً﴾ (فاطر ۴۲) اور نیز یہی قرآن انہیں بھی پہنچا جو اپنی حسب منشا اس میں کچھ تبدیلی کی خواہش کرنے لگے۔ ارشاد ہے: ﴿واذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لايرجون لقائنا ائت غير هذا أو بدله، قل مايكون لي أن أبدله من تلقاء نفسي، ان أتبع الا ما يوحى اليّ انى أخاف ان عصيت ربى عذاب يوم عظيمo قل لو شاء الله ماتلوته عليكم ولا أدراكم به فقد لبثت فيكم عمرا من قبله أفلا تعقلون﴾ (یونس ۱۵-۱۶)

پھر جس طرح اس قرآن کو خود پڑھنے، اس کی تلاوت کرنے اور دوسروں کو پڑھ پڑھ کر سنانے اور سمجھانے کا حکم ہوا۔ اس کی کیفیت یا اس کے طریقۂ تدریس وتعلیم کا حکم بھی ان الفاظ میں نازل ہوا: ﴿وقرآناً فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا﴾ (الاسراء: ۱۰۶) اور سورۃ مزمل آیت ۴ میں کہا گیا: ﴿ورتل القرآن ترتيلا﴾ اور سورۃ الفرقان میں اس طریقۂ تدریس وتعلیم کی اہمیت وافادیت اس طرح اجاگر کردی گئی: ﴿وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلاo﴾ (الفرقان: ۳۲).

الغرض انہیں سارے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اسی طریقۂ ربانیہ کے مطابق قرآن پیش کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"علمنی رسول الله ﷺ التشهد وكفى بين كفيه كما يعلمني السورة من القرآن." (بخاری، کتاب الاستئذان)

امام طحاوی اپنی سند سے اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں:

"أخذت التشهد من فی رسول الله ﷺ ولقننيه كلمة كلمة."

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں:

"أخذت التشهد من في رسول الله ﷺ حرفا حرفا." (طبرانی)

جابر بن عبداللہ انصاریؓ استخارہ کی حدیث میں فرماتے ہیں:

"کان رسول الله ﷺ یعلمها الاستخارة في الأمور کلها کما یعلمنا السورة من القرآن." (بخاری، کتاب التهجد و کتاب الدعوات)

ان احادیث سے قرآن کے طریقۂ تدریس کے علاوہ اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہمیت کی حامل بعض دعائیں بھی صحابہ کرامؓ کو قرآن کے طریقۂ تعلیم کے مطابق تعلیم دیا کرتے تھے۔

چونکہ امت مسلمہ کا اوّلین مصدر ہدایت کتاب اللہ ہے جس کی لفظی تلاوت بھی مقصود ہے اور اس کا فہم معنی بھی، چنانچہ اسلام کے مدرسہ اوّل یعنی صحبت رسول میں صحابہ کرامؓ کو اسی طریقہ کی تعلیم دی گئی۔ امام سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں:

"وتسنّ القرأة بالتدبر والتفهم، فهو المقصود الأعظم والمطلوب الأهم، وبه تنشرح الصدور وتستنير القلوب. قال تعالیٰ: ﴿کتاب أنزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته﴾ (صٓ: ۲۹) وقال: ﴿أفلا یتدبرون القرآن﴾ (النساء: ۸۲، محمد: ۲۴).

آگے فرماتے ہیں:

"وصفة ذلک أن یشغل قلبه بالتفکر في معنی مایلفظ به، فیعرف معنی کل آیة ویتأمل الأوامر والنواهي، ویعتقد قبول ذلک[1] فان کان مما قصر عنه فیما مضی اعتذر واستغفر، وإذا مر بآیة رحمة استبشر و سأل، أو عذاب أشفق وتعوذ، أو تنزیه نزه و عظم، أو دعاء تضرع و طلب (ویعتقد قبول ذلک)."

(الاتقان، ص ۱۰۶، النوع ۳۵)

چنانچہ انہیں مقاصد کے حصول کے لئے عصر صحابہؓ سے قرآن کی تدریس و تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ تفسیر، علوم قرآن، اعجاز القرآن اور قرآن فہمی کے لئے علوم آلیہ کی کتابیں بھی انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصد کے تحت تالیف ہوئیں اور عربی زبان و ادب کی اس اعلیٰ معجزاتی کتاب کا تدریسی عمل نہایت اہتمام و اخلاص سے عرب وعجم میں رائج ہوا، لیکن ان ابتدائی ادوار کے بعد درمیانی اور وسطی ادوار میں جوں جوں فلسفہ و منطق اور علم کلام کا عروج ہوتا گیا، یہ اہتمام بھی کم ہوتا گیا اور قرآن کی تدریس و تعلیم سے بے اعتنائی بڑھتی گئی اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحریک اصلاح سے پہلے ہندوستان میں بھی تدریس قرآن کا رواج حد درجہ کمزور رہا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کے تعلیمی دور میں قرآن کریم کی تدریس تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک کے بعض اجزاء پر منحصر تھی۔ آپ کے زمانۂ تدریس سے ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین وغیرہ کا اضافہ ہوا۔ پھر جب شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کی عمل بالکتاب والسنۃ کی تحریک کو عروج حاصل ہوا تو اس بات کی کوشش ہوئی کہ کسی نہ کسی صورت میں مکمل قرآن مجید کی تدریس عمل میں آجائے، چنانچہ اس نصاب تعلیم میں ترجمہ قرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی کچھ اس طرح داخل کی گئیں کہ ایک طالب ایام فراغت تک مکمل قرآن کی تعلیم حاصل کر لیتا۔

۱۲۷۰ھ کے بعد آپ نے دیگر علوم وفنون کی تدریس سے اعراض کر کے صرف تفسیر و حدیث اور فقہ پر انحصار کیا تو بقول ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ "صحاح ستہ اور جلالین پورے ایک سال میں ختم کرتے۔" (تراجم علماء حدیث ہند، ص ۱۵۶)

چنانچہ "تراجم علمائے حدیث ہند" کے مطابق علمائے مئو میں سے "بڑے مولوی صاحب" مولانا احمد بن ملا حسام الدینؒ نے "ترجمہ قرآن اور جلالین (کامل) بھی میاں صاحبؒ سے ایک سال میں پڑھا۔"

اسی طرح مولانا ابوالمکارم محمد علی مئویؒ کو ۱۲۹۹ھ کی یک سالہ مدت تحصیل میں شیخ الکل سے جو سند فراغت عطا ہوئی اس میں بھی یہ مذکور ہے:

"ان المولوی أبا المکارم محمد علی بن المولوی محمد فیض الله قد قرأ و سمع بالمناوبة بین الطلبة صحیح البخاری و صحیح مسلم باستیعاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التمام. وهكذا الترمذی، وسنن أبی داؤد الی باب احیاء الموات، أما النسائی فمن کتاب الصلاة الی آخر الکتاب، ومؤطا مالک الی کتاب الجنائز، وطرفا طرفا من ابن ماجة، وشرح نخبة الفکر، وتفسیر الجلالین بتمامه وکماله، وسمع ترجمة القرآن المجید من الابتداء الی سورة الرعد، وأیضا من سورة الزخرف الی آخر القرآن الشریف. (حیات ابوالمکارم حصہ اوّل)

الغرض قرآن کریم کی تدریس وتعلیم کا جواہتمام ہندوستان کی عظیم سلفی درس گاہ مدرسہ میاں صاحب دہلی میں دیکھا گیا اس سے قبل کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسی درس گاہ کا تتبع کرتے ہوئے مولانا ابومحمد ابراہیم آروی تلمیذ سید نذیر حسین کے قائم کردہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ میں بھی تدریس قرآن کا اہتمام اسی اہتمام کے ساتھ کیا گیا۔

مئوناتھ بھنجن کے دونوں قدیم سلفی مدارس مدرسہ عالیہ عربیہ اور مدرسہ فیض عام میں جواب ''جامعہ'' کے نام سے موسوم ہیں، جنوبی ہند کے جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس اور مدرسہ نصرت الاسلام بنگلور وغیرہ میں بھی مدرسہ میاں صاحب کے نصاب سے ملتقط و ماخوذ قرآنی نصاب انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ پڑھایا جاتا تھا اور تلامذۂ سید محمد نذیر حسین جو ان کے اور ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ان جیسے مدارس کے مؤسس، محافظ اور اساتذہ تھے، اسی نصاب کے امین و پاسبان تھے۔ اگرچہ بعض حالات میں اس میں کچھ جزوی تبدیلیاں بھی آئیں، مگر اس مفید ترین نصاب کی روح کو کسی طرح مضمحل نہ ہونے دیا گیا۔

۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۳۹ء میں جب اپنے وقت کی ایک عظیم سلفی یونیورسٹی مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام عمل میں آیا اور ہشت سالہ عربی تعلیم کی درجہ بندی کردی گئی تو اس کے نصاب تعلیم میں بھی اس بات کی رعایت کی گئی کہ پورے قرآن کریم کی تدریس داخل نصاب رہے اور غالباً پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ ساتھ ہی ساتھ متعلقہ علوم قرآنی کا ایام تحصیل ہی میں مطالعہ بھی ہوجائے، چنانچہ یہ نصاب تعلیم کچھ اس طرح مرتب کیا گیا کہ:

جماعت ثانیہ میں ترجمہ قرآن آخر کے سات پارے یعنی ۲۴ تا ۳۰

جماعت ثالثہ میں نصف آخر کے بقیہ آٹھ پارے یعنی ۱۶ تا ۲۳ مقرر ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت خامسہ میں جلالین نصف اوّل

اور جماعت سابعہ میں بیضاوی پارہ اوّل پڑھائی جاتی۔

اختیاری مضمون کے طور پر جماعت رابعہ میں اعجاز القرآن باقلانی اور نہایت الایجاز رازی اور جماعت خامسہ میں فوز الکبیر شاہ ولی اللہ محدث دھلوی داخل نصاب تھی۔

تحریک آزادی ہند کے نامساعد دور اور اس کے عقب میں جبکہ تلامذہ سید نذیر حسین کے قائم کردہ بہت سے سلفی مدارس دم توڑ چکے تھے۔ دہلی کا مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ اور آگرہ کا مدرسہ احمدیہ سلفیہ دونوں مرحوم ہو چکے تھے۔ مئوناتھ بھنجن کے دونوں سلفی مدارس جامعہ رحمانیہ بنارس، مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ اور جامعہ دارالسلام عمرآباد وغیرہ نہایت صبر آزمائی کے ساتھ حسب استطاعت تندہی سے یہی قرآنی خدمت تدریس انجام دے رہے تھے۔

آزادیٔ ہند کے ایک عرصہ بعد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے تحت موجودہ ہندوستان کی سب سے عظیم سلفی درس گاہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی تاسیس ہوئی اور یہاں تفسیر بیضاوی اور تفسیر جلالین کے پہلو بہ پہلو تفسیر کشاف زمخشری کا ایک جزو اور الاتقان فی علوم القرآن سیوطی کے بعض ابواب داخل نصاب کردیے گئے اور شاید ایسا اس لئے ہوا کہ سلفی مدارس ہند نے جس نصاب کا اتباع کیا تھا۔ اس کے بانی و منتظم مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی نے بھی مولوی کرامت علی اسرائیلی مؤلف ''سیرت احمدیہ'' سے تفسیر بیضاوی کے ساتھ ساتھ تفسیر کشاف تا سورۂ نساء کا درس لیا تھا۔ آزادیٔ ہند کے بعد قائم ہونے والے سلفی مدارس میں سے مدرسہ اثریہ دارالحدیث مئو جیسے مدارس نے بھی ہمیشہ یہی ملحوظ رکھا۔

گزشتہ دو دہائیوں کے درمیان جبکہ اس ملک میں مدارس کی کاشت ہونے لگی اور کثیر تعداد میں سلفی و غیر سلفی مدارس شجرۂ طیبہ اور برسات کے خودرو پودوں کی طرح اُگ آئے تو کہیں تو تدریس قرآن اور علوم قرآنی کو اس سے ترقی ملی اور یہ مدارس ثمر بار ثابت ہوئے، لیکن ایک زبردست المیہ یہ ہوا کہ کثرت سے ایسے نصاب تعلیم کا ظہور ہونے لگا جس میں کچھ جدت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسندی کی طرح دکھائی پڑنے لگی اور بلاد عربیہ میں پائی جانے والی ایسی ایسی کتابیں جن میں کچھ تفسیری کتابیں بھی تھیں، کاغذی طور پر داخل نصاب کی گئیں جن سے کسی زود اثر مقصد کی طرف رسائی ہو سکے، جبکہ الی حد الیقین یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ ایسے نام نہاد جامعات مکتب سے زیادہ وقیع اور کارگر نہ ہوئے۔

انہیں آلام و مصائب کے گلیارے میں جیسا کہ کہا گیا ضرور کچھ ایسے مدارس قائم ہو گئے جنھوں نے مقاصد مستعجلہ سے قطع نظر علم اور قرآنی خدمت کی شفافیت کو ملحوظ رکھا، اگر چہ حسب ضرورت انہیں معروف مدارس و جامعات کی طرح قرآنی نصاب میں تفسیر فتح القدیر شوکانی، تفسیر ابن کثیر، الاتقان سیوطی، مناهل العرفان زرقانی اور فتح المنان مطبوعہ جامعہ سلفیہ کو مستقلاً یا توسعاً جگہ دیا اور حفظ وقراءت اور تجوید کے مستقل شعبے قائم کر کے قرآن کریم کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔ اس خصوص میں جامعہ ابن تیمیہ چمپارن، جامعہ اسلامیہ دریاباد، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں، معہد الرشد نوگڑھ، جامعہ اسلامیہ سنابل، مدرسہ اتحاد ملت اٹوا، المعہد السلفی رچھا بریلی، جامعۃ الامام البخاری کشن گنج کا نام لیا جاسکتا ہے۔ جامعہ ابن تیمیہ چمپارن نے اپنی شناخت کے لئے اگر چہ ایک جدید نصاب تعلیم وضع کرنے کی کوشش کی ہے، مگر یہ نقش ابھی بالکل ادھورا ہے، اس لئے اس پر ابھی سے کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

الغرض اگر ہندوستان کے موجودہ سلفی مدارس میں تدریس قرآن کی روش کا خلاصہ کیا جائے تو ایک آدھ جماعت کی نیچ اونچ کے ساتھ تقریباً تمام تر مدارس میں ایک مشترک سا نصاب دکھائی پڑتا ہے۔ جماعت اولیٰ کے بعد ثانیہ و ثالثہ میں تقریباً ہر جگہ ترجمہ قرآن کی تدریس ہوتی ہے۔ رابعہ و خامسہ میں یا بعض مقامات پر سادسہ تک جلالین نصف اوّل سے پڑھائی جاتی ہے۔ بیشتر مدارس میں سادسہ یا سابعہ میں تفسیر مدارک نسفی اور سابعہ یا ثامنہ میں بیضاوی یا بیضاوی و فتح القدیر یا بعض مقامات پر تفسیر ابن کثیر کے بعض اجزاء بلکہ چند سورتیں یا بعض اوراق پڑھائے جاتے ہیں۔

اصول تفسیر اور علوم قرآن میں الفوز الکبیر سے زیادہ الاتقان پڑھائی جاتی تھی۔ ادھر چند سالوں سے ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ کی مرتبہ فتح المنان مطبوعہ جامعہ سلفیہ بنارس، اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمہ افادیت اور سہل الحصول ہونے کے ناطے تیزی سے رواج پذیر ہوئی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے بالخصوص جب سے عصری اہالیان جامعات اور دانشوران قوم کی طرف سے مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں تبدیلی و اصلاحات کی ضرورت پر چیخ و پکار شروع ہوئی ہے اور مدارس کا مروّجہ نصاب تعلیم تنقید کا نشانہ بنا ہے، مدارس کا طریقۂ تدریس قرآن بھی اس ضرب سے محفوظ نہ رہ سکا۔

کہیں تو اس نصاب کو مکمل طور پر کنڈم کیا گیا اور کہیں اس نصاب کی بڑی بڑی خامیاں شمار کرتے ہوئے کہا گیا:

''فن تفسیر میں جلالین اور بیضاوی کے چند صفحات پر اکتفا کیا گیا، جو طالب علم میں قرآن فہمی کا صحیح ذوق پیدا کرنے کے لئے یکسر ناکافی ہے۔'' (التوعیہ، نئی دہلی، اگست ۱۹۹۴ء، ص ۳۵)

حقیقت یہ ہے کہ یہ جائزہ بالکل سرسری تھا۔ مدارس کی حیثیت کا خیال اور ان کی عملی صورتوں کا اعتبار کیے بغیر یہ حکم لگایا گیا ہے۔ بعض ناقدین کتاب اور اس کے مضامین کی خشکی کا رونا روتے ہیں۔ مثلاً بیضاوی کے بارے میں یہ رائے عامہ قائم ہوتی جارہی ہے۔ میرے خیال میں کسی بھی خشک کتاب یا خشک مضامین میں تراوٹ پیدا کرنا مدرس کی استعداد و صلاحیت اور طریقۂ تدریس پر محمول ہے۔ (۱)

ہاں اس سلسلے میں یہ شکایت ضرور حق بجانب ہے کہ قرآن کی تدریس میں بالخصوص بہت سارے سلفی مدارس میں جو بے اعتنائی بڑھتی جارہی ہے اور مدرسہ میاں صاحب کا جو نقش تھا مٹتا

(۱) مثال کے طور پر بیضاوی عربی زبان وادب کے متعدد مشکل علوم وفنون پر مشتمل کتاب ہے۔ امام بیضاوی کی تصوف نوازی بھی اسی کتاب میں جابجا نظریہ تصوف کے مختلف گوشوں کی ترجمان ہے۔ کیا ایک کامیاب مدرس کی استعداد سے یہ بات بعید تر ہے کہ ''الم'' کی بحث میں مختلف فنون لغت وادب پر علاحدہ علاحدہ ایک لکچر دے کر طلبہ کو چند جامع موضوعات کی طرف متوجہ کردے۔ تصوف کے مباحث پر تصوف کے نظریات باطلہ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، فنا اور وصل و وصال پر کم از کم دو تین محاضرہ ڈال کر اس کتاب کو دلچسپ اور پسندیدہ مضامین و کتب کی ہیئت میں تبدیل نہیں کرسکتا۔ مثلهم كمثل الذي استوقد نارا کی بحث میں علم البیان کے اس دقیق فن پر طلبہ کے ذہن کو خوش مذاق نہیں بنا سکتا۔ وقس على هذا الباقي.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا رہا ہے، مکمل قرآن کریم کی تدریس کا اہتمام بیشتر جگہوں پر ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ ثانیہ اور ثالثہ میں ترجمہ قرآن چہ معنی دارد؟ مدرسہ میاں صاحب میں یہ کام آخر سال میں ہوا کرتا تھا، جبکہ بالعموم موجودہ مدارس میں ترجمتین اور انشاء کی ابتداء رابعہ سے ہوتی ہے۔

قرآن کریم سے بے اعتنائی کا ایک قابل افسوس پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے کچھ مدارس اپنے ابتدائی درجات اور پرائمری کے کورس میں چہ جائیکہ اوّل ترین مرحلہ میں پورا ناظرہ قرآن پڑھا لیتے، پھر درجہ بندی کے ذریعہ دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی، لیکن ماڈرن اور نرسری اسکولوں کے نصاب اور طریقۂ تدریس سے متاثر ہو کر قرآن کریم کے ساتھ بھی یہ ظالمانہ نظریہ اپنایا جانے لگا کہ ناظرہ قرآن کی تدریس میں درجات و نصاب کی جزوی حد بندی کر کے پرائمری کے اختتامی درجہ تک ختم قرآن کا اہتمام کیا جانے لگا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اشراف پرائمری درجات کے لئے جو نیا مجوزہ نصاب طبع ہو کر آیا ہے وہ بھی اسی نظریہ کا ترجمان ہے جو راقم الحروف کے نزدیک قرآن سے بے اعتنائی کی ترغیب کے لئے کافی ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریس قرآن

ایک جائزہ

ڈاکٹر جمشید احمد ندوی
شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

انیسویں صدی کے اواخر کا مسلم معاشرہ نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں ایک عجیب وغریب دوراہے پر کھڑا تھا اور دو متوازی طبقوں کے درمیان تقسیم ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک طرف علمائے دین کی دستار وکلاہ تھی تو دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ کے کوٹ وٹائی یعنی قدیم نظریات اور جدید فکر کے حاملین کے درمیان خلیج دن بدن بڑھتی جارہی تھی اور کسی ایسے پل کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو دونوں کے درمیان پائے جانے والے فاصلوں کو سمیٹ کر ایک پلیٹ فارم پر یکجا کر دے۔ مشیت ایزدی کے مطابق یہ کام ندوۃ العلماء اور اس کے فرزندوں سے لیا جانا تھا، لہٰذا وہ اس دوری کو ختم کرنے میں مفید ومعاون ثابت ہوا۔

ندوۃ العلماء کے ابتدائی بنیادی مقاصد میں صرف زمانہ کے جدید تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم تیار کرنا اور رفع نزاع باہمی شامل تھا، لیکن آگے چل کر اس نے اپنے مقاصد میں مزید دو مقاصد شامل کر لیے اور اس طرح اس کے بنیادی مقاصد چار ہو گئے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) علوم اسلامیہ کے نصاب درس میں دور رس اور بنیادی اصلاحات اور نئے نصاب کی تیاری۔

(۲) ایسے علماء پیدا کرنا جو کتاب وسنت کے وسیع وعمیق علم کے ساتھ جدید خیالات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخوبی واقف اور نبض شناس ہوں۔

(۳) اتحاد ملّی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا۔

(۴) اسلامی تعلیمات کی اشاعت، بالخصوص برادران وطن کو اس کی خوبیوں سے روشناس کرانا۔

ندوۃ العلماء کے اکابرین کو زمانہ کے جدید تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کرنا تھا اور انھوں نے اس کی ترتیب و تدوین کی اوّلین روز سے کوشش شروع کردی تھی۔ اکابرین ندوۃ العلماء خصوصاً مولانا محمد علی مونگیری اور علامہ شبلی نعمانی کو نصاب تعلیم میں قرآن اور اس کی تدریس کی ضرورت کا شدت سے احساس تھا۔ انھوں نے اپنے خطوط اور مضامین میں اس کا بارہا ذکر کیا ہے، خصوصاً بانی ندوۃ العلماء نے قرآن اور اس کی تدریس کے طریقہ کے ساتھ ساتھ تجوید وقرأت کی ضرورت کی طرف ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کو توجہ دلائی تھی، جبکہ علامہ شبلی نے اپنے مضامین میں اس خیال کو پیش کیا تھا کہ موجودہ نصاب تعلیم میں قرآن مجید کا حصہ بہت کم ہے اور اس کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے، لہٰذا جدید نصاب تعلیم میں قرآن مجید کی طرف خصوصی توجہ واعتنا کی ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا تمہیدی کلمات سے راقم السطور اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ اکابرین ندوۃ العلماء کو شروع ہی سے قرآن مجید کی کماحقہ تعلیم وتدریس کی ضرورت کا احساس تھا، اسی لئے انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ عالمیت سے فراغت کے وقت طالب علم قرآن کے مطالب سے واقف ہو جائے۔

ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کے ہر مرحلہ میں قرآن کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے، مثلاً درجہ اطفال میں حروف شناسی، قاعدہ بغدادی کے ساتھ سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص کو یاد کرایا جاتا ہے۔ درجہ اوّل میں عربی قاعدہ اور یسرنا القرآن کے ساتھ ساتھ سورۃ القارعۃ سے سورۃ الناس تک یاد کرایا جاتا ہے۔ درجہ دوم میں پارہ عم کے ناظرہ کے ساتھ سورۃ الضحیٰ سے سورۃ العادیات تک حفظ کرنا شامل ہے۔ درجہ سوم میں ابتدائی سات پاروں کا صحت مخارج کے ساتھ ناظرہ کرانا اور سورۃ عبس سے سورۃ اللیل تک زبانی یاد کرنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ چہارم میں آٹھویں پارے سے بیسویں پارے تک مخارج کی صحت کے ساتھ ناظرہ اور سورۃ المدثر سے سورۃ النازعات تک زبانی یاد کرنا شامل ہے۔ درجہ پنجم میں اکیسویں پارے سے تیسویں پارے تک صحت مخارج کے ساتھ ناظرہ کرنا ہے اور سورۃ نوح سے سورۃ مزمل تک حفظ کرنا ہے، گویا چھ سال کے اندر اندر طالب علم ناظرہ قرآن سے فارغ ہوجاتا ہے اور قرآن کا ایک معتدبہ حصہ اسے زبانی یاد ہوجاتا ہے۔ درجہ ششم جو دراصل عربی اوّل یعنی الاولی الثانویۃ ہے، اس میں ناظرہ کی جگہ قرأت وتجوید کے ساتھ ساتھ حدر کی مشق اور حفظ کی ہوئی سورتوں کا اعادہ کرنا شامل ہے۔ مذکورہ بالا تمام درجوں میں قرآن کے لیے ہفتہ میں چھ گھنٹے مختص کیے گئے ہیں اور ہر گھنٹہ کا دورانیہ ۳۵ منٹ مقرر کیا گیا ہے۔

درجہ ہفتم (الثانیۃ الثانویۃ) صرف تین گھنٹے تجوید کی مشق مع ضروری قواعد کے لئے مختص کیے گئے ہیں اور تعلیم کا دورانیہ ۳۵ منٹ ہے۔ درجہ ہشتم (الثالثۃ الثانویۃ) میں بھی تجوید پر خصوصی توجہ دی گئی ہے کہ پہلی ششماہی میں تسھیل التجوید کی تدریس کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی مشق اور دوسری ششماہی میں مظھر التجوید کی تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف سورتوں کی مشق شامل نصاب ہے۔ ہفتہ میں تجوید کے لئے صرف تین گھنٹے مختص کیے گئے ہیں اور دورانیہ ۳۵ منٹ کا ہی ہے۔ سال نہم (الرابعۃ الثانویۃ) میں بھی تجوید پر زور دیا ہے اور چھ گھنٹے مختص کیے گئے ہیں اور دورانیہ ۳۵ منٹ کا ہی ہے۔ اس سال تجوید میں فوائد کلیہ، معرفۃ الرسوم، المقدمۃ الجزریہ اور تحفۃ الاطفال جیسی کتب شامل نصاب ہیں۔ سال دہم (الخامسۃ الثانویۃ) میں قرآن یا تجوید شامل نصاب نہیں ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں بیان کی گئی ہے۔ اس مرحلہ میں یعنی سال دہم میں ندوۃ العلماء کے نصاب کا ایک مرحلہ پورا ہوجاتا ہے اور عالیہ درجات کی ابتدا ہوتی ہے اور انھیں درجات میں قرآن مجید کی حقیقی تدریس کا آغاز ہوتا ہے کہ منتخب سورتوں کے ترجمہ اور مختصر تفسیر سے طلبا کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ عالیہ اولیٰ (پنجم عربی) میں سورۃ اعراف، یونس، ھود، یوسف، رعد، ابراھیم، حجر، نمل، مریم، طٰہٰ، انبیاء، قصص، عنکبوت، شعراء، نحل کا ترجمہ وتفسیر شامل ہے اور تفسیر کا معیار تفسیر جلالین اور مدارک التنزیل ہے۔ عالیہ ثانیہ (ششم عربی) میں سورۃ کھف،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومنون، فرقان، روم، لقمان، سجدة، احزاب، سبا، فاطر، یٰسین، صفت، ص، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، محمد، فتح، حجرات کا ترجمہ وتفسیر شامل نصاب ہیں اور مرجع میں تفسیر ابی السعود مذکور ہے۔ عالیہ ثالثہ (ہفتم عربی) میں سورة مائدہ، انعام، انفال، توبہ، اسراء، حج اور سورہ قٓ سے سورة الناس تک کی سورتوں کا ترجمہ وتفسیر شامل نصاب ہے اور مراجع میں شوکانی کی فتح القدیر اور تفسیر المظهری شامل ہیں۔ اسی سال میں اصول التفسیر میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی الفوز الکبیر پڑھائی جاتی ہے، اس کے لئے دو گھنٹے مختص کئے گئے ہیں اور مطالعہ میں ذہبی کی التفسیر والمفسرون شامل نصاب ہے۔ مذکورہ بالا عالیہ کے تمام درجات میں تفسیر کے لئے ہفتہ میں چھ گھنٹے مختص کئے گئے ہیں، جبکہ عالیہ رابعہ (ہشتم عربی) میں ترجمہ وتفسیر کے لئے ہفتہ میں صرف چار گھنٹے مختص کئے گئے ہیں اور سورة فاتحہ سے سورة النساء تک ترجمہ وتفسیر شامل ہے۔ مراجع میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر کشاف، تفسیر روح المعانی، جصاص کی احکام القرآن اور قرطبی کی جامع احکام القرآن شامل ہے۔ اسی سال تفسیر بیضاوی کی تدریس کے لئے ہفتہ میں چار گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔ یہ واحد تفسیر ہے جو عالیہ درجات کے سال آخر میں پڑھائی جاتی ہے ورنہ عالیہ درجات کا باقی ماندہ نصاب تفسیر میں طلبہ کو براہ راست قرآن کے ترجمہ وتفسیر سے روشناس کرایا جاتا ہے، لیکن یہ بات قابل تشویش ہے کہ عالیہ درجات میں سے کسی بھی درجہ کے گھنٹہ کا دورانیہ مذکور نہیں ہے۔

عالیہ درجات کی تکمیل کے بعد علیا درجات کا نظم بھی دارالعلوم میں ہے۔ علیا درجات کے دو حصے: فضیلت اور تخصص ہے۔ فضیلت کے درجہ میں شرعی علوم پڑھائے جاتے ہیں جبکہ تخصص میں ادب کے مختلف مراحل سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ علیا درجات دو سال کے نصاب پر مشتمل ہے۔

فضیلت شریعہ میں اسلام کے بنیادی علوم قرآن وحدیث اور فقہ پڑھائے جاتے ہیں اور ہر فن میں اختصاص کرایا جاتا ہے۔ جس فن کا اختصاص کرایا جاتا ہے اس کے لئے کچھ الگ سے کتب شامل ہوتی ہیں، مثلاً فضیلت اوّل میں تفسیر میں اختصاص کے درجہ میں کشاف شامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب ہے اور اس کی تدریس کے لئے پانچ گھنٹے مختص کئے گئے ہیں اور ایک گھنٹہ میں قرآن کے اعجاز اور دوسرے اہم موضوعات پر محاضرات دیے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہفتہ میں تین گھنٹے قرآن کے متن (نصف پارہ) کے لیے مختص ہیں۔ فضیلت دوم میں اختصاص فی التفسیر میں قرآن کے اہم مباحث پر محاضرات دیے جاتے ہیں اور اس کے لئے تین گھنٹے مختص کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تفسیر کی اہم کتب کی طرف رجوع کرنے کے طریقہ کے لئے ہفتہ میں تین گھنٹے مختص ہیں۔

تخصص فی الادب کے سال اوّل میں باقلانی کی اعجاز القرآن کی تدریس کے لئے ہفتہ میں تین گھنٹے مختص کئے گئے ہیں اور جدید ادب میں اختصاص کے لئے بیان قرآنی اور سید قطب کی التصویر الفنی فی القرآن الکریم کی تدریس کے لئے ہفتہ میں تین گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔ اختصاص فی ادب الدعوۃ والفکر الاسلامی میں بیان قرآنی اور قرآن کے دعوتی اسلوب کے لئے ہفتہ میں چار گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔

تخصص فی الادب کے سال دوم میں تفسیر کشاف سے سورۃ آل عمران کی تفسیر شامل نصاب ہے اور اس کی تدریس کے لئے ہفتہ میں تین گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اس مسلسل نصاب تعلیم کے ساتھ دو الگ الگ نصاب تعلیم کے ذریعہ تعلیم و تدریس جاری ہے۔ ایک طریقہ خصوصی درجات پر مشتمل ہے جس میں ہائر سیکنڈری، بی اے پاس کرنے والے طلبا کے ساتھ ساتھ ان غیر ملکیوں کو بھی داخلہ دیا جاتا ہے جو انگریزی پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان درجات میں تفسیر کا نصاب تقریباً وہی ہے جو عالیہ درجات کا ہے۔ مثلاً درجہ خصوصی سال اوّل میں تصحیح تلاوت قرآن مجید مع ضروری تجوید و حفظ سور قصار مفصل شامل نصاب ہے اور دوسری ششماہی میں تصحیح تلاوت قرآن مجید مع ضروری تجوید و حفظ اوساط مفصل شامل نصاب ہے۔ خصوصی درجات کے باقی ماندہ چار سالوں میں تفسیر کا نصاب عالیہ درجات کے بعینہٖ ہے۔

خصوصی درجات کے ساتھ مدارس کے فارغین کے لئے عالیہ ثالثہ ادب اور عالیہ رابعہ ادب کے نام سے دو سالہ کورس ہے جس میں انھیں ادب کی بنیادی کتابوں کی تعلیم دی جاتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ عالیہ ثالثہ ادب میں وہی سورتیں شامل نصاب ہیں جو عالیہ ثالثہ شریعہ میں شامل ہیں اور ان کی تدریس کے لئے ہفتہ میں چھ گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔ عالیہ رابعہ ادب میں تفسیر کے نصاب میں سورۃ فاتحہ سے سورۃ نساء تک کی تدریس شامل ہے، جو بعینہٖ عالیہ رابعہ شریعہ کے مطابق ہے۔ اس درجہ میں بھی تفسیر کی تدریس کے لئے چھ گھنٹے مختص کئے گئے ہیں۔ ان تمام درجات میں بھی گھنٹہ کتنے منٹ پر مشتمل ہوگا، اس کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا تمام درجات میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ طالب علم کو قرآن اور اس کے ترجمہ وتفسیر سے روشناس کرایا جائے۔ عالیہ درجات میں منتخب سورتوں کے ترجمہ وتفسیر میں طالب کے ذہنی معیار کا خیال رکھا گیا ہے کہ پہلے قصص اور آسان مباحث کی سورتوں کو شامل نصاب کیا گیا ہے اور ہر سال اس کا مستوی بتدریج بلند کیا گیا ہے۔ علیا درجات میں اختصاص فی التفسیر کے لئے راقم کی نظر میں مزید گھنٹے بڑھانے چاہئے تاکہ قرآن فہمی میں آسانی ہو سکے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ دارالسلام عمرآباد میں قرآن کی تدریس

مولانا خلیل الرحمٰن الاعظمی
استاذ جامعہ دارالسلام عمرآباد (تمل ناڈو)

قرآن کریم قرأت وتلاوت، حکمت وموعظت، تزکیہ وتربیت اور اصلاح ودعوت کی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا:

وانه لتنزيل رب العالمين، نزل به الروح الأمين على قلبك لتكون من المنذرين، بلسان عربي مبين. (الشعراء)

یہ کسی ایک مخصوص علم کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ جامع العلوم ہے، بالفاظ دیگر علم حقیقی یعنی معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کا اصلی ذریعہ ہے۔ اس کے علم کے حصول سے انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات نصیب ہوتا ہے۔ یہ افراد اور معاشروں کی رشد وہدایت کے لیے روحانی اسباب وذرائع فراہم کرتی ہے۔ تفکر وتدبر اور فہم وشعور کے ساتھ اسے ماننے والے اس سے ایسے وابستہ ہو جاتے ہیں کہ اس کے بغیر ان کو چین نصیب نہیں ہوتا:

اللّٰه نزّل أحسن الحديث كتاباً متشابها مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر اللّٰه. (الزمر)

قرآنِ کریم کے نزول کا اوّلین مقصد جملہ انسانوں کو اس فطرت پر بحال کرنا ہے جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ اس کا حدیث شریف کے اندر ان الفاظ میں تذکرہ ہوا ہے: **کل مولودٍ یولد علی الفطرۃ.** یہ فطرت صحیح عقیدۂ توحید اور اس پر قائم عملِ صالح کے علاوہ اور کچھ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔نزولِ قرآن کریم سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے یہی فریضہ انجام دیا تھا، مگر از منہ فترت کی وجہ سے امتوں نے اسے بھلا دیا تھا۔قرآن کریم نے اپنے نزول کے اس عظیم مقصد سے آگاہ کیا۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کر کے کہا گیا:

واقم وجھک للدین حنیفاً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمونo (الروم)

پھر اس کتاب الٰہی کا مقصد معاشرے کی نامناسب یا غلط طبقاتی ترکیب کو بدل کر ایک بے مثال لاطبقاتی معاشرہ کی بنیاد رکھنا اور اس کی تعمیر کرنا ہے۔ ایسے لاطبقاتی معاشرے کی تعمیر اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے ماننے والے اس سے پوری طرح وابستہ ہو جائیں، اسے پڑھا جائے، اس میں تفکر و تدبر کیا جائے۔ اس کے ذریعہ تزکیہ و تربیت حاصل کی جائے۔ خودی و بے خودی کی اصلاح و ہدایت اسی میں تلاش کی جائے۔ یہ سب سعادت مندیاں ادھوری رہ جائیں گی اگر اس کی طرف اس کے ماننے والے دعوت کا کام نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے:

یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ. (مائدۃ)

قرآن کریم ایک ایسا اعلیٰ اور برتر کلام ہے جو اپنے ماننے والوں سے پوری عظمت و اہمیت کا مطالبہ کرتا ہے، اس کے سمجھنے اور اس کے حقائق و معارف کے دریافت کرنے کے لیے شب و روز مجاہدہ کرنے اور محنتیں صرف کرنے کی تاکید کرتا ہے، جسے خود قرآن کی اصطلاح میں اعتصام بحبل اللہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ذہنوں اور دماغوں کی تبدیلی اس کے بغیر ممکن نہیں، اس کے تقاضوں کے مطابق خود کو بدلنے کا جو عزم رکھتے ہیں اور اقدام کرتے ہیں وہی اس کے سانچے میں ڈھلتے ہیں۔

نیز قرآن کریم اپنے تفہیم و تعارف کے لیے ہر نئے عہد کی عقلیت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے ماننے والوں میں یہ روح پھونکنا چاہتا ہے کہ مجھے سراپا حکمت سمجھو اور مجھے کتاب دعوت تسلیم کرو اور اس پر کاربند ہو جاؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طویل بیان کا مقصد یہ ہے کہ جامعہ دار السلام عمر آباد نے اپنے تدریسی ڈھانچے میں اسے صرف نصابی حیثیت نہیں دی ہے، بلکہ قرآن کریم کی تدریس کو اس مقصدیت کے رنگ و روغن کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اس کی تدریس کے دوران لسانی، ادبی وغیرہ اسرار و رموز اور نکات و لطائف ہی میں الجھ جائیں تو قرآن کا مقصد نزول پس منظر میں چلا جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہیں نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

طلبہ چونکہ اپنی اپنی عمروں اور ذہنوں کے اعتبار سے مختلف صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کی تدریس میں حتی الامکان تدریجی عمل کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جو مرحلہ بہ مرحلہ ارتقائی صورت اختیار کرتا ہے۔ ذیل کے اسلوبِ تدریس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوگا۔

جامعہ دار السلام میں قرآن کریم کی تدریس کا اہتمام اور اس کا طریقہ

(الف) فضیلت کی جماعتوں کے لیے تفسیر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الاعراف کے اختتام تک تفسیر کی شکل میں تدریس ہوتی ہے۔ یوں تو مدرس کے پیش نظر تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی ہوتی ہے۔ اگر انہیں دو کتبِ تفسیر پر اکتفا کر لیا جائے تو اس کی حیثیت محض نصابی ہو کر رہ جاتی ہے، اس لیے دیگر مستند عربی تفاسیر متقدمین و متاخرین سے بھی جن کی حیثیت مراجع کی ہے، استفادہ و افادہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ جیسے طبری، ابن کثیر، روح المعانی، المنار وغیرہ۔ دورانِ تفسیر صحیح احادیث، مفسرین صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے مستند اقوال و آراء کی طرف نشان دہی کرائی جاتی ہے۔ نیز اسرائیلی روایات اور مستشرقین وغیرہ کی ریشہ دوانیوں کے تعلق سے بھی مکمل معلومات فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ فنی اور موضوعی اعتبار سے کتب تفاسیر کی خصوصیات اور امتیازات کے تذکرے کے ساتھ ساتھ ان کے مابین ترجیحی پہلوؤں سے بھی واقفیت اور جانکاری دی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر علوم قرآن میں سے اصولِ تفسیر کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس کے لیے یوں تو کتاب الاتقان للسیوطیؒ اور الفوز الکبیر للشاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ پیش نظر ہوتی ہیں، مگر دیگر کتب اصول سے بھی مدد لی جاتی ہے، کیونکہ قرآن میں اجمال وابہام، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، مکی و مدنی، اقسام نزول، تدوین وعہدِ تدوین وغیرہ مباحث سے پوری طرح واقفیت ضروری ہے۔

(ب) عالمیت کے طلبہ کے لیے مکی اور مدنی سورتوں کا انتخاب کر کے مندرجہ ذیل طریقوں سے تدریس کا اہتمام ہوتا ہے:

(۱) بامحاورہ اردو ترجمہ۔ (۲) مفردات قرآنی کا حل (لغت اور صرف کی رو سے)۔ (۳) وجوہ اعراب پر زور اور مراجع ضمائر کی نشان دہی۔ (۴) صحیح روایات وقصص کی روشنی میں اعلام، اقوام، ان کی مختصر تاریخ، حالات، امکنہ وازمنہ وغیرہ کے متعلق ضروری معلومات۔ (۵) ہر سورت میں مذکور احکام، آداب، فضائل وغیرہ پر مختصر نوٹ۔ (٦) ہر سورت کی مکمل تدریس کے بعد اس کے مضامین کا اجمالی خاکہ اسلاف (خیر قرون) کے معتبر اقوال وآراء اور ان کی ترجیح دلائل کی روشنی میں۔

بعض اردو تفاسیر کے خارجی مطالعہ کی طلبہ کو ترغیب دلائی جاتی ہے، جیسے ترجمان القرآن، تدبر قرآن، تفسیر ماجدی، تفہیم القرآن، تفسیر ثنائی، معارف القرآن وغیرہ۔ اس اہتمام کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ مختلف اہل فکر ونظر اور مختلف دینی و دعوتی تحریکات وغیرہ کے افکار و خیالات سے واقف ہوں۔

(ج) ثانویہ کے طلبہ کو تدریس قرآن کے لیے مندرجہ ذیل نکات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے:

(۱) منتخب مکی سورتوں کا بامحاورہ سلیس ترجمہ۔ (۲) مفردات کا حل۔ (۳) وجوہ اعراب و مراجع ضمائر۔ (۴) مختصر مطالب پر اکتفا۔ (۵) اعلام واقوام کا مختصر تعارف۔ (٦) ایمانیات (توحید، رسالت، آخرت) احوال قبر و برزخ، مشاہد قیامت وغیرہ مضامین سے روشناسی۔ (۷) معتبر روایات کی روشنی میں شانِ نزول سے آگاہی۔

ان سب مرحلوں میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ طلبہ میں قرآن اور اس کے مقصد کا فہم وشعور پیدا ہو، اس کے تقاضوں سے آگاہ ہوں، قرآن سے والہانہ شوق اور قلبی شغف پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ وہ یہ سمجھیں کہ قرآن قرأت وتلاوت ہی کی کتاب نہیں ہے وہ کتابِ ہدایت ودعوت بھی ہے۔ایک مسلمان کے ہر میدانِ کار میں یہ مشعلِ راہ ہے۔

ان تینوں (فضیلت، عالمیت، ثانویہ) مرحلوں میں تفسیر وترجمہ کے ذکر کردہ اسالیب کی روشنی میں۔ الحمدللہ۔مکمل قرآنِ کریم کی تدریس ہو جاتی ہے۔

(د) قرآن کریم قرأت وتلاوت کی بھی کتاب ہے،اس کے پیش نظر جامعہ اس کی تحفیظ کا بھی انتظام کرتا ہے۔

(۱) وہ طلبہ جو حافظ نہیں ہیں ان کو فراغت تک مکمل دس جزو تجوید ومخارج کے ساتھ لازماً یاد کرائے جاتے ہیں، کیونکہ ایک عالمِ دین کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا معتد بہ حصہ ازبر رہنا ضروری ہوتا ہے تاکہ امامت وخطابت وغیرہ کے میدانوں میں ان کو آسانی ہو اور مسائل کے استنباط، استدلال، استشہاد وغیرہ کے دوران وہ پریشان نہ ہو۔

(۲) نونہالوں کو (جن کی عمر ۸ تا ۱۰ سال ہو) چار سالہ مدت میں پورا قرآنِ کریم رموز و اوقاف، رکوعات، متشابہات، تجوید ومخارج کی صحت کے ساتھ یاد کرایا جاتا ہے۔

نوٹ:۔قرآنِ کریم سے طلبہ میں گہرا شغف پیدا کرنے کے لیے ذیل کے پروگراموں کا بھی جامعہ اہتمام کرتا ہے۔

(۱) قرأت کا مقابلہ۔ (۲) مکمل حفظ قرآن کا مقابلہ۔ (۳) پندرہ پاروں کے حفظ کا مقابلہ (۴) قرآنی موضوعات پر تحریری اورتقریری مقابلے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسۃ الاصلاح میں قرآن حکیم کی تدریس

ایک جائزہ

مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی
استاذ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ (یوپی)

مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڈھ کا شمار ہندوستان کے قدیم اداروں اور چند معیاری درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ اس کا باقاعدہ قیام ١٩٠٨ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی اعظم گڈھ کے ایک مردم خیز گاؤں سیدھا سلطان پور کے ایک اہل دل بزرگ مولانا محمد شفیعؒ ہیں جنھوں نے مدرسہ کی داغ بیل ڈالنے کے بعد ممتاز عالم دین اور دانشور علامہ شبلی نعمانیؒ سے درخواست کی کہ وہ مدرسہ کی باگ ڈور سنبھال لیں جو ان دنوں اپنے گھر ہی پر قیام پذیر تھے۔ علامہ شبلی اُدھر کچھ عرصے سے مسلسل اس کوشش میں تھے کہ قدیم اور جدید کے درمیان جو ایک خط فاصل کھنچ گیا ہے اسے کسی طرح مٹایا جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے دینی ذہن کا حامل طبقہ جدید علوم اور بالخصوص انگریزی کی تعلیم سے اس قدر بدک چکا ہے کہ اندیشہ ہے کہ ان کی یہ دوری اور نفرت علمی دنیا میں خود انھیں بانجھ یا یک رخا بنادے اور اگر ایسا ہوا تو یہ ملت کا اتنا بڑا خسارہ ہوگا جس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے گی۔ علامہ شبلی اپنے اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک ماڈل تعلیمی ادارے کا قیام چاہتے تھے، لیکن اس وقت تک انھیں اس میں کامیابی نہیں مل سکی تھی۔ جب مولانا محمد شفیع صاحب نے اپنی درس گاہ کی باگ ڈور سنبھالنے کی انھیں دعوت دی تو انھیں امید کی ایک کرن نظر آئی اور انھوں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی علامہ حمید الدین فراہیؒ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو عمر میں علامہ شبلی نعمانی سے تقریباً ۸ سال چھوٹے اور ان کے شاگرد بھی تھے، بلا بھیجا۔ علامہ شبلی کا خیال تھا کہ اگر فراہی دستیاب ہو جاتے ہیں تو ان کی مدد سے مجوزہ خاکہ میں رنگ بھرنا آسان ہو جائے گا۔ علامہ فراہی سے ان کی یہ توقع تین اسباب کی بنا پر تھی۔ اوّل یہ کہ وہ کوئی روایتی انداز کے عالم دین نہیں تھے، دوم یہ کہ وہ ایک ہمہ گیر علمی شخصیت کے مالک تھے اور سوم یہ کہ وہ اپنے آہنی عزم، علمی وجاہت اور اصابت رائے کی وجہ سے قدیم و جدید میں حسین امتزاج کی صلاحیت وقوت رکھتے تھے۔ علامہ فراہی کا علمی وزن عالمگیر شہرت رکھنے والوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے انھیں آیة من آیات اللّٰه.(۱) قرار دیا ہے اور ان کے انتقال کے بعد سید صاحب نے جو تعزیتی کلمات تحریر فرمائے ہیں ان سے علامہ فراہی کی شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

''ان کی مشرقی و مغربی جامعیت عہد حاضر کا معجزہ تھی۔ عربی کا فاضل یگانہ اور انگریزی کا گریجویٹ، فارسی کا بلبل شیراز، عربی کا سوق عکاظ، علوم ادبیہ کا یگانہ، علوم عربیہ کا خزانہ، علوم عقلیہ کا ناقد، علوم دینیہ کا ماہر، علوم القرآن کا واقف اسرار، قرآن پاک کا دانائے رموز۔''(۲)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''علامہ فراہی عالم عربی کے ممتاز ترین محقق وادیب اور صرف ونحو میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔''(۳)

اور علامہ تقی الدین ہلالی مراکشیؒ فرماتے ہیں:

''علامہ حمید الدین عربی بولنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ زبان انتہائی فصیح و بلیغ ہے۔ علمائے ہند تو کجا علمائے عرب میں بھی ایسے قادرالکلام خال خال ہیں۔ میں اب تک جن جن شخصیات سے ملا، علم وفضل کے لحاظ سے ان کو سب سے بلند پایا۔''(۴)

علامہ شبلی نعمانی کی خواہش کے مطابق علامہ حمید الدین فراہی تو مدرسۃ الاصلاح کو دستیاب ہو گئے، لیکن خود علامہ شبلی نعمانی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ شبلی نعمانی کا انتقال ۱۹۱۴ء(۵) میں ہوا اور ۱۹۱۶ء میں علامہ فراہی نے باقاعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کی نظامت کی ذمے داری سنبھال لی۔(۶) ۱۹۱۹ء تک تو وہ حیدرآباد میں رہتے ہوئے مدرسہ کی نظامت کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن ۱۹۱۹ء میں وہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی پرنسپلی سے سبکدوش ہوکر وطن آ گئے اور مدرسۃ الاصلاح میں رہ کر اس کی نظامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ یہاں رہ کر انھوں نے مدرسہ کے اغراض ومقاصد کا مکمل خاکہ تیار کیا، اس کے لئے نصاب تعلیم تجویز کیا، یہاں کے اساتذہ کی ایک جماعت کو اپنی نگرانی میں مختلف علوم و فنون کی تدریس کے لئے تیار کیا۔ قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے اور اس پر غور وفکر کرنے کے طریقے سکھائے۔

علامہ حمید الدین فراہی علوم قدیمہ کی تجدید اور علوم جدیدہ کی تطہیر چاہتے تھے۔ وہ تمام ضروری علوم کی تعلیم وتدریس چاہتے تھے لیکن ان کی آرزو یہ تھی کہ قرآن مجید کو اس بزم علم کا صدرنشین بنایا جائے۔ مسلمانوں کے یہاں جتنے بھی علوم ہیں ان سب کا مرکز ومنبع کتابِ الٰہی کو قرار دیا جائے اور اس کی روشنی میں ازسرنو سارے علوم مدوّن ومرتب کئے جائیں۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے بیان کے مطابق:

> ''وہ محض ایک اکیڈمک طرز کے مصنف اور محقق نہیں تھے، بلکہ ان کی تمام فکری کاوشوں کے اندر ایک گہرا جذبہ اصلاح کام کر رہا تھا۔ وہ علمی اصلاح سے پہلے فکری اصلاح کو ضروری سمجھتے تھے اور اس فکری اصلاح کی بنیاد انھوں نے قرآن پر رکھی تھی۔ وہ قرآن کی روشنی میں مسلمانوں کے تمام علوم وافکار کا جائزہ لے کر ایک طرف یہ چاہتے تھے کہ فکر ونظر کے مختلف گوشوں میں جو باطل تصورات ونظریات گھس چکے ہیں ان کو بے دخل کریں اور دوسری طرف ان کی یہ کوشش تھی کہ زندگی کے تمام پہلوؤں اور اس کے تمام مسائل پر غور کرنے کے لئے قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی راہیں کھول دیں۔''(۷)

ایسا وہ اس لئے کرنا چاہتے تھے کہ ان کے خیال کے مطابق ''دین کا زیادہ تر تعلق نفوس کے تزکیہ، عقول کی تربیت اور اعمال کی اصلاح سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا تعلق اخلاق، عقائد اور شرائع سے ہے اور قرآن ان تمام امور میں بہتر سے بہتر رہنمائی دینے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت رکھتا ہے۔"(۸) اسی لئے انھوں نے قرآن مجید سے مکمل استفادہ کی راہیں ڈھونڈیں، قرآن مجید ہی کو اوڑھنا بچھونا بنانے کی سبیلیں تلاش کیں، اس پر غور وفکر کے اصول وضع کئے اور انہی اصولوں کی مدد سے اس بحر ناپیدا کنار سے ایسے ایسے گوہر آبدار نکالے کہ علمی دنیا انگشت بدنداں ہے۔ علامہ فراہی نے غور وفکر کے جو اصول وضع کئے ہیں ان میں اصل اہمیت لغت کے تتبع، نظائر قرآنی کی تلاش، آیات کے سیاق وسباق اور سورتوں کے نظم کو دی گئی ہے۔ ان کے نزدیک ان اصولوں پر مبنی تفسیر، قرآن کے حقیقی مدعا سے قریب تر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ احادیث کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔ وہ احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ احادیث سے استدلال اور احادیث کو بنیاد بنا کر آیات کی تاویل، دونوں دو چیزیں ہیں۔ علامہ فراہی کے نزدیک بھی احادیث کا اپنا ایک مقام ہے۔ وہ حدیثیں جو روایت اور درایت دونوں کی کسوٹی پر پوری اترتی ہیں، ان سے بے اعتنائی کا کم از کم فراہی جیسے متقی اور متبع سنت کے یہاں تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، البتہ تفسیری روایات کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ آیات کی تاویل کی بنیاد نہیں بن سکتیں بلکہ جو روایات قرآن کے موافق ہوں گی انھیں تبعاً قبول کیا جائے گا۔

علامہ حمیدالدین فراہیؒ حدیث کے منکر یا اس سے بے اعتنائی برتنے والے عقلیت پسند ہرگز نہیں تھے۔ جن لوگوں نے علامہ فراہیؒ پر انکار حدیث یا اس سے بے اعتنائی برتنے کا الزام لگایا ہے، انھوں نے علامہ فراہی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ انصاف نہیں کیا ہے بلکہ صریح زیادتی کی ہے۔ چونکہ علامہ فراہی کی بیشتر تحریریں محض نوٹس کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ باقاعدہ تصنیف نہیں ہیں، اس لئے محض ان کی بنیاد پر فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔ ان نوٹس کی اشاعت کا اہتمام مدرسۃ الاصلاح نے صرف اس لئے کیا ہے کہ ارباب تحقیق اگر تحقیق وجستجو کی ہمت کریں تو ان کو ان سے بڑی مدد ملے گی۔ علامہ فراہی بھی دیگر علمائے امت کی طرح نبی کریم ﷺ کی تشریعی حیثیت کے قائل ہیں، البتہ وہ احادیث کو قرآن پر حکم بنانے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ احادیث کی حیثیت شرح کی ہے، متن کی نہیں۔ متن تو بس قرآن مجید ہے۔ نبی کریم ﷺ کو کتاب دستور کی حیثیت سے جو قرآن ملا تھا، اس کی توضیح، تشریح اور تبیین آپ کا فریضۂ منصبی تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ نے اس مفوضہ ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ آپ کی تو پوری زندگی ہی قرآن مجید کی تفسیر ہے، پھر بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ شرح اور متن میں تعارض اور تناقض پیدا ہو جائے اور اگر کہیں آپ کے قول یا فعل اور قرآن میں تعارض اور تناقض نظر آتا ہے تو آپ کی طرف منسوب قول یا فعل کا جائزہ لینا چاہیے، کیونکہ وہ متن کی روشنی میں شرح کا جائزہ لیتے ہیں نہ کہ شرح کی روشنی میں متن کا۔

رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے علامہ فراہی رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شریعت کی تعلیم کے لئے مبعوث فرمایا تو حکمت اور اسرار شریعت کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل کر دی تا کہ امت اجتہاد کے قابل ہو سکے، اپنی عقلوں کو استعمال کرنا سیکھے اور ظاہری و باطنی دلائل سے استدلال کر سکے۔ پس حضور ﷺ ہمارے لئے کتاب اللہ کی تبیین کرتے تھے، تا کہ ہم پر قرآن کے اشارات پر تفکر و تدبر کا منہاج واضح ہو۔''(۹)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن مجید کی جہت مکنون کی طرف بھی رہنمائی فرمائی تھی۔ اُس نے اس روح سے نبی کے قلب کو زندگی بخشی اور اس نور کو ہدایت دے کر آپ کو وہ علم بخشا جو آپ کو پہلے حاصل نہ تھا، اس لئے آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کو سنت کی مستقل بنیاد سمجھا جائے گا۔''(۱۰)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم یکساں طور سے پر از حکمت ہوتا ہے، خواہ وہ کتاب کی بنیاد پر ہو یا اس نور و حکمت کے مطابق ہو جس سے خدا نے آپ کا سینہ بھر دیا تھا۔''(۱۱)

علامہ فراہی قرآن کو اصل قرار دیتے ہیں اور حدیث کو فرع کہتے ہیں کہ:

''قرآن سے جو کچھ ثابت ہو اس میں اور فرع سے جو کچھ ثابت ہو اس میں فرق کرنا چاہیے۔ دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔''(۱۲)

ایک جگہ فقہاء و متکلمین کے خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور عام اہل حدیث، حدیث کو قرآن کا ناسخ نہیں مانتے، اگر چہ حدیث متواتر ہو پس جب یہ ائمہ حدیث جو حدیث کے معاملے میں صاحب البیت کی حیثیت رکھتے ہیں، اس بات کے قائل نہیں ہوئے تو اس بارے میں فقہاء و متکلمین کی رائے کا کوئی وزن نہیں۔'' (۱۳)

قرآنی آیات کی احادیث سے تاویل کے باب میں علامہ فراہی کا وہی نقطہ نظر ہے جو خود صحابہ کرام کا رہا ہے۔ وہ بھی قرآن مجید یا اصول دین و مسلمات سے متعارض اور عقلاً محال حدیثوں کو صحیح باور نہ کرتے تھے۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

''جب حضرت عائشہؓ سے روایت الٰہی سے متعلق حدیثیں بیان کی گئیں تو انھیں ان کے قبول کرنے میں تامل ہوا اور قرآن کی اس آیت سے اسے رد کر دیا کہ لاتدرکه الأبصار وهو يدرك الأبصار. ''اس کو نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔'' (۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے جب یہ حدیث سنی کہ من حمل جنازة فليتوضأ. ''جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کر لے۔'' تو انھوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تو مسلمات عقل ہی کے خلاف ہے۔'' (۱۵)

اسی طرح جب حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث سنی کہ مردہ پر نوحہ کرنے سے اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ لا تزر وازرة وزرى أخرى. ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' (۱۶)

ویسے بھی عام طور سے مفسرین نے قرآن مجید کی تفسیر کے جو بنیادی اصول بیان کئے ہیں ان کی رو سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے گی۔ اگر اس سے ممکن نہ ہو تو سنت سے کی جائے گی، جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"فان قال قائل فما أحسن طرق التفسير فالجواب أن أصح الطرق في ذٰلك أن يفسر القرآن بالقرآن فما اجمل في مكان فانه قد فسّر في موضع آخر وما اختصر في مكان فقد بسط في موضع آخر فان اعياك

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلک فعلیک بالسنة فانها شارحة للقرآن و موضحة له." (۱۷)

''اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ تفسیر کا سب سے عمدہ طریقہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا سب سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے، کیونکہ ایک جگہ جو چیز مجمل رہ گئی ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کردی گئی ہے اور جو چیز ایک جگہ اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے دوسری جگہ اسے پھیلا دیا گیا ہے۔ اگر اس سے تمہاری مشکل حل نہ ہو تو سنت کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ قرآن کی شارح اور اس کی وضاحت کرنے والی ہے۔''

الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہی بات علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۱۸) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن (۱۹) میں کہی ہے۔

علامہ فراہی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چونکہ صحیح احادیث قرآن مجید سے متعارض ہو ہی نہیں سکتیں، اس لئے بصورت تعارض حدیث محل نظر ہے، خواہ وہ سند کے اعتبار سے کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ نظر آتی ہو۔

علامہ فراہی نے اپنے تفسیری اصولوں کی وضاحت انتہائی شرح و بسط کے ساتھ کردی ہے۔ تفصیل کے طالب ان کی کتابوں سے رجوع کریں۔ یہاں ان کے تفسیری اصولوں کے محض مختصر تعارف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرات! ممکن ہے آپ کو علامہ فراہی کا قدرے تفصیلی ذکر اصل موضوع سے کچھ غیر متعلق سا معلوم ہوتا ہو لیکن ذرا توقع کیجئے، ابھی آپ پر واضح ہو جائے گا کہ میرے موضوع کا اصل الاصول یہی ہے۔

علامہ فراہی نے تفسیر کے جو اصول وضع کئے ہیں ان کو انھوں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱- بنیادی اصول، ۲- ترجیحی اصول، ۳- باطل اصول

۱- بنیادی اصول

اس میں انھوں نے چار امور کا تذکرہ کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) کلام کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام اجزاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے اور ہر امر قرآن کی نظیر خود قرآن سے ملائی جائے، بالفاظ دیگر قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔

(ب) کسی آیت کی تاویل وہی معتبر ہوگی جو سیاق وسباق کے مطابق اور نظم کلام سے ہم آہنگ ہو۔

(ج) قرآن کے الفاظ کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو معلوم ومشہور اور ثابت ومسلم ہو، کیونکہ قرآن عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔

(د) اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ خطاب کی نوعیت کیا ہے اور مخاطب کون ہے؟

۲- ترجیحی اصول

اس سے مراد علامہ فراہی کے نزدیک ایسے اصول ہیں جو کلام میں مختلف احتمالات رکھنے کی صورت میں قریب الصحیہ معنی تک پہنچنے میں معاون ہوتے ہیں۔اس ضمن میں بھی انھوں نے چار امور کی نشان دہی کی ہے:

(الف) کلام میں اگر متعدد احتمالات ہوں تو اس احتمال کو ترجیح حاصل ہوگی جس کی نظیر قرآن مجید میں موجود ہو۔

(ب) کسی کلام کی اگر کئی توجیہات ہوسکتی ہوں تو اسی توجیہ کو ترجیح حاصل ہوگی جو موقع ومحل اور عمود کلام سے زیادہ موافقت رکھتی ہو۔

(ج) کلام میں ہمیشہ اس پہلو کو ترجیح حاصل ہوگی جو معالی اور مکارم اخلاق کے شایان شان ہو، محکمات قرآنی کے موافق ہو، اللہ ورسول سے زیادہ حسن ظن پر مبنی ہو اور عربیت کے لحاظ سے زیادہ نمایاں ہو۔

(د) اگر معنی کسی ایسی عبارت کا متقاضی ہو جو کلام میں مذکور نہیں تو ایسے معنی کو ترجیح حاصل نہیں ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ باطل اصول

علامہ فراہی کے نزدیک ایسے تمام اصول باطل ہیں جو قرآن و سنت کی روح کے منافی ہوں۔ (۲۰)

مدرسۃ الاصلاح کے فکری بانی اور مؤسس چونکہ علامہ حمید الدین فراہی ہیں، اس لئے وہاں تدریس قرآن میں ان کے ان اصولوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں قرآن مجید کے اساتذہ تقلیداً اس راہ پر گامزن ہیں، نہیں اور بالکل نہیں۔ تقلید جامد تو مدرسۃ الاصلاح کے دستور کے منافی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے ان اصولوں کو دیگر تفسیری اصولوں سے بہتر، قرین قیاس اور قرین صواب پایا ہے، اس لئے وہ علی وجہ البصیرت ان اصولوں کو قرآن کی تدریس میں برتتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسۃ الاصلاح میں تمام علوم وفنون میں قرآن مجید کو مرکزیت حاصل ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ تمام علوم و فنون کو اسی کی روشنی میں پڑھایا جانا چاہیے، ہر چند کہ ماڈل نصاب نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک یہ نظریہ پوری طرح عمل میں نہیں آسکا ہے، لیکن بہت حد تک اس کی رعایت ضرور ہے اور تدریس قرآن کا جو فطری اصول مدرسۃ الاصلاح میں رائج ہے وہ کم ہی تعلیمی اداروں میں ہوگا۔

یہاں قرآن مجید کو کل ۹ پیریڈ دیے گئے ہیں جبکہ حدیث کو ۶ اور فقہ کو ۳ پیریڈ دیے گئے ہیں۔ فقہ میں کسی خاص مکتب فکر کی کتابیں داخل نصاب نہیں سوائے قدوری کے، لیکن قدوری میں بھی حنفی مسلک کے ساتھ ساتھ دیگر مسالک کی بھی کم از کم آراء ضرور بتادی جاتی ہیں اور طلبہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں ائمہ کی رایوں کا جائزہ لے کر اپنے راستے کے تعین کا جائزہ حق دیا جاتا ہے، اسی لئے شاید آپ حضرات بھی واقف ہوں کہ مدرسۃ الاصلاح میں حنفی بھی ہیں اور اہل حدیث بھی، لیکن مسلکی بنیاد پر کوئی جھگڑا نہیں۔

جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو اس کی تعلیم میں قرآن مجید سے اس کی موافقت کا پہلو درس کا نمایاں جزو ہوتا ہے۔ مدرسۃ الاصلاح میں روایت کے ساتھ ساتھ درایت کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی تعلیم درجہ چہارم عربی سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے پہلے نحو وصرف اور عربی زبان کی تکمیل ہو جاتی ہے اور یہیں سے ادب و بلاغت کے گھنٹے بھی شروع ہوتے ہیں۔ تدریس قرآن میں سب سے پہلے درجہ میں لغوی تحقیق، جملوں کی ترکیب اور الفاظ کی مکمل رعایت سے سلیس اردو میں ترجمہ اور آیات کی ہلکی پھلکی تشریح کے ساتھ ساتھ دین کے بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت کے بے آمیز تصور کو دل و دماغ میں بٹھایا جاتا ہے اور قرآنی قسموں کی حکمت ونوعیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے پھر جوں جوں درجات اوپر بڑھتے جاتے ہیں، سورتوں کے عمود، ماقبل و مابعد کی سورتوں سے ان کے ربط، آیات کی تاویل اور نظم قرآن کی عملی تطبیق کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور آخری درجہ تک پہنچتے پہنچتے سورتوں کے مضامین کا تجزیہ اور فلسفہ تاریخ قرآنی وغیرہ بھی زیر بحث آجاتے ہیں۔

مدرسۃ الاصلاح کے نصاب میں تفسیر کی کوئی کتاب بشمول فراہی و اصلاحی تفاسیر داخل نصاب نہیں۔ دوران درس طلبہ کے مطالعہ تفاسیر پر ایک حد تک پابندی ہے تاکہ براہ راست غور وفکر کا ملکہ پیدا ہو، البتہ اساتذہ قرآن ہر مکتب فکر کی متداول تفسیریں اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں اور اختلاف آراء کی صورت میں پہلے طلبہ کو تجزیہ کی دعوت دیتے ہیں، پھر اپنا تجزیہ پیش کر کے اپنا حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ فراہی و اصلاحی تفاسیر کو باقاعدہ مطالعہ میں رکھتے ہیں کہ وہ اس فکر کی نمائندہ تفسیریں ہیں، لیکن انہی کی رایوں کو حرف آخر اور انہی کی تحقیقات کو منتہائے تحقیق قرار نہیں دیتے بلکہ حق وصواب کو کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ کسی کے یہاں ہو۔ خاکسار اساتذۂ قرآن کے گروپ کا ایک ادنیٰ فرد ہے، لیکن اسے بھی بعض فراہی و اصلاحی تحقیقات سے اختلاف ہے جس کا برملا اظہار درس میں بھی کرتا ہے اور بے جھجک اس پر قلم بھی اٹھاتا رہا ہے۔ ناچیز کے اس طرح کے بعض مضامین ششماہی علوم القرآن علی گڑھ (۲۱) اور سہ ماہی نظام القرآن مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (۲۲) میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

چونکہ مدرسۃ الاصلاح میں قرآن مجید کی تدریس میں اس کے فلسفہ نظم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی تھوڑی سی گفتگو کر دی جائے تاکہ بات مکمل ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظم کلام صحیح تاویل کے تعین میں فیصلہ کن عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظم کا مطلب یہ ہے کہ ہر سورہ کا ایک خاص عمود ہوتا ہے اور اس سورہ کی تمام آیتیں نہایت حکیمانہ مناسبت اور ترتیب کے ساتھ اس موضوع سے متعلق ہوتی ہیں۔ جب سورہ کا عمود یا موضوع واضح ہو جاتا ہے اور سورہ کی آیات کا تعلق بھی اس عمود کے سامنے آجاتا ہے تو پوری سورہ متفرق آیات کا ایک مجموعہ ہونے کے بجائے ایک نہایت حسین وحدت بن جاتی ہے، پھر کئی سورتیں مل کر ایک گروپ (۲۳) بن جاتی ہیں اور جس طرح ہر سورہ کا اپنا ایک عمود یا موضوع ہوتا ہے اسی طرح پورے گروپ کا ایک مرکزی موضوع ہوتا ہے۔ اس گروپ میں آنے والی تمام سورتوں کا تعلق کسی نہ کسی پہلو سے اس مرکزی موضوع سے بڑا گہرا اور قریبی ہوتا ہے، یہی نہیں بلکہ اس گروپ کی تمام سورتوں کے مضامین میں بھی ایک منطقی ربط ہوتا ہے اور پھر سارے گروپ مل کر قرآن بن جاتے ہیں اور پورے قرآن کا بھی اپنا ایک مرکزی موضوع ہے۔ اس مرکزی موضوع سے تمام گروپوں کے موضوعات کا براہ راست تعلق ہے، اس طرح پورا قرآن ایک وحدت بن جاتا ہے، البتہ اس کا نظم کتابی نہیں خطابی ہے، کیونکہ قرآن مجید دراصل انسانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ایک منظم خطاب ہے جو حالات وظروف کے لحاظ سے کبھی عقائد کے موضوع پر، کبھی عبادات کے موضوع پر اور کبھی معاملات کے موضوع پر کیا گیا ہے۔ اس میں کہیں تو صرف اہل ایمان سے خطاب ہے تو کہیں محض اہل کفر وشرک سے، اس میں کہیں منافقوں کو مخاطب بنایا گیا ہے تو کہیں فاسقوں کو اور کہیں کہیں پوری انسانیت سے خطاب ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ مختلف طبقات سے یکے بعد دیگرے خطاب ہوا ہے۔ کون کون سا خطاب کس کس سے ہے، اس کا تعین اسلوب اور روئے سخن سے بآسانی ہو جاتا ہے۔

چونکہ فلسفہ نظم قرآن اب ایک تسلیم شدہ فلسفہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس پر خاصا مواد عربی اور اردو میں موجود ہے، جس سے اہل علم ناواقف نہیں، اس لئے اس کے دلائل سے اس مجلس علماء میں تعرض کی ضرورت نہیں صرف اتنا ذکر کافی ہے کہ اس کے قائلین میں الشیخ ابوبکر نیساپوری، علامہ جلال الدین سیوطی، فخر الدین امام رازی، علامہ جاراللہ زمخشری، علامہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمال الدین زملکانی، امام بدرالدین زرکشی، امام برہان الدین بقاعی، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ مخدوم علی مہائمی اور علامہ ولی الدین ملوی جیسے اساطین فن بھی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی گتھیوں کو جس طرح علامہ فراہی نے سلجھایا ہے اور اس باب میں جو تیقن ان کے یہاں پایا جاتا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جن لوگوں نے نظم کا انکار کیا ہے انھوں نے بھی جا بجا آیات کی تاویل میں سیاق وسباق کو اہمیت دی ہے، اس لئے یہ انکار بھی فی الواقع انکار مع الاقرار ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن انسان کے باطن کی صدا، اس کی روح کا نغمہ اور اس کی فطرت کا ترانہ ہے، مگر یہ صدا، نغمہ اور ترانہ اسی صورت میں نظر آتا ہے جب اس کے اندر ایک خاص قسم کا منطقی ربط ونظم ہو۔ اگر اسے نظم سے خالی محض چند منتشر احکام کا مجموعہ قرار دے دیا جائے تو اس کا صدائے باطن، نغمہ روح اور ترانہ فطرت ہونا تو کجا اس کے کلام بلاغت نظام ہونے کا دعویٰ ہی ایک مضحکہ خیز دعویٰ قرار پائے گا۔ نظم کی اسی اہمیت کے پیش نظر مدرسۃ الاصلاح میں قرآن مجید کی تدریس میں اس نظریہ کو کلیدی مقام حاصل ہے۔

مراجع

(۱) الامام عبدالحمید الفراهی، الامعان فی أقسام القرآن (ترجمة المؤلف)، دار القلم بیروت، دمشق، الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ص ۱۵

(۲) علامہ سید سلیمان ندوی: یاد رفتگاں، ص ۱۱۰

(۳) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: پرانے چراغ، حصہ دوم، ص ۳۲۰

(۴) مولانا ابو اللیث اصلاحی، ندوی: رسالہ "الضیاء" لکھنؤ، رجب ۱۳۵۲ھ

(۵) ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی: علامہ حمید الدین فراہی - حیات و افکار (مقالات فراہی سیمینار)، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، ص ۴۵

(۶) پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، ایضاً، ص ۱۶

(۷) مولانا امین احسن اصلاحی: مختصر حیات حمید، مرتب عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی، ص ۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) علامہ حمید الدین فراہی: التکمیل فی اصول التاویل، ص ۳

(۹) علامہ حمید الدین فراہی: احکام الاصول بأحکام الرسول، بحوالہ علامہ حمید الدین فراہی، حیات و افکار، ص ۲۲۵

(۱۰) ایضاً، ص ۲۲۶

(۱۱) ایضاً، ص ۲۲۶

(۱۲) علامہ حمید الدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، ص ۴۱

(۱۳) ایضاً

(۱۴) بخاری شریف و ترمذی شریف، تفسیر سورہ والنجم، بحوالہ عین الاصابۃ لجلال الدین السیوطی

(۱۵) بحوالہ خطبہ افتتاحیہ، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، سالانہ مجلہ طلبہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، شمارہ ۱۱

(۱۶) متفق علیہ، بحوالہ عین الاصابۃ

(۱۷) فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۱۳، ص ۳۶۳

(۱۸) علامہ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳-۴

(۱۹) علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۲۲۵

(۲۰) علامہ حمید الدین فراہی، رسائل الامام فراہی، الدائرۃ الحمیدیۃ بمدرسۃ الاصلاح سرائے میر، ص ۲۷۶

(۲۱) ششماہی علوم القرآن، سرسید نگر، علی گڑھ، ج ۱۷، ش ۱

(۲۲) سہ ماہی نظام القرآن، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، ج ۱، ش ۱

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفہیم وتدریس قرآن میں فکر فراہیؒ سے استفادہ
(مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح کے نصاب تعلیم کا تجزیہ)

ڈاکٹر عبید اللہ فہد
ریڈر، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مولانا حمید الدین فراہیؒ (۱۸۶۳ء-۱۹۳۰ء) کی فکر کی تشکیل میں علوم عربیہ واسلامیہ کے ممتاز علماء اور محققین کے علاوہ علوم جدید کے معماروں، ماہرین فن اور دانش وروں کا بھی حصہ تھا اور وہ آگے چل کر صحیح معنوں میں مجمع البحرین ثابت ہوئے۔ مشرقی وعربی علوم کی تحصیل میں مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) نے ان کی جس قدر مدد کی اس کا اعتراف شاگرد رشید نے بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ کیا ہے۔(۱) یہی وہ دانشورانہ سرپرستی تھی جس نے فکر فراہی کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی۔(۲) مولانا عبدالحئ فرنگی محلی (۱۸۴۸ء-۱۸۸۶ء) سے لکھنؤ پہنچ کر فقہ واصول فقہ کا درس لیا۔ کچھ دن رامپور میں مولانا ارشاد حسین مجددی کی صحبت میں رہے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (۱۸۱۶ء-۱۸۷۷ء) کی خدمت میں حاضری دی اور وہاں ایک سال قیام کرکے ۱۸۸۳ء میں ادب عربی کی تکمیل کی اور دیوان الحماسہ، جمہرۃ اشعار العرب اور سبعہ معلقہ جیسی جاہلی اور عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیے علی گڑھ محمڈن کالج میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۱ء-۱۸۹۵ء کے لمبے عرصے میں وہاں قیام کرکے انٹرمیڈیٹ اور بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس چار سالہ مدت تعلیم میں وہ پروفیسر تھامس ڈبلیو آرنلڈ (۱۸۶۴ء-۱۹۳۰ء) سے کافی قریب رہے اور جدید فلسفہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم انھی سے حاصل کی۔(۳) بعد کے ادوار میں جب عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے انھوں نے یکم فروری ۱۹۰۷ء تا مئی ۱۹۰۸ء علی گڑھ میں قیام کیا تو یہودی النسل جرمن پروفیسر یوسف ہارویز سے عبرانی زبان سیکھی اور اس میں اتنی دست گاہ بہم پہنچائی کہ عبرانی کتابوں سے براہ راست استفادہ کرنے لگے۔ بعد میں اپنی قرآنی تحقیقات میں انھوں نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔(۴) ان سارے علما اور دانش وروں کا اثر مولانا فراہی نے کم و بیش قبول کیا، یہی وجہ ہے کہ چالیس سالہ تدبر کے نتیجہ میں مولانا نے جو قرآنی تحقیقات پیش کی ہیں اُن پر ان قدیم و جدید تمام رجحانات کا اثر صاف محسوس ہوتا ہے۔ ان میں علوم اسلامیہ پر فاضل محقق کا تبحر اور قدیم الہامی کتب پر ناقدانہ نظر بھی کارفرما ہے اور صالح عقلیت، نافع تفلسف اور عصری دانشوری بھی۔ وہ صالح روایات اور اسلامی تراث کے امین ہیں اور جدید علوم و منہاج تحقیق کے پاسدار بھی۔ ان کے افکار و نظریات پر تنقید کی جاسکتی ہے، مگر ان کی گہرائی و گیرائی، مصنف کے اعلیٰ تقویٰ و کفایت شعاری اور سادگی و دیانت داری اور اسلام کے تئیں مکمل وابستگی و وفاداری پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔

فکر فراہی کا تعارف اگر ہم دو لفظوں میں کرانا چاہیں تو اسے 'فکر قرآنی' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ وہ قرآنی فکر جو مولانا فراہی کی ساری دلچسپیوں، تمام کاوشوں اور علمی و تعلیمی مساعی کا مرکز و محور بن گئی، جس نے انھیں تمام عہدوں اور مناصب سے دست کش ہو کر مدرسۃ الاصلاح کی 'گرد و کل' زندگی کا بوریہ نشین، بطیب خاطر بننے پر آمادہ کیا۔ قرآن سے اِس گہری دلچسپی نے کتاب حکیم کے علوم و معارف اور اسرار و رموز کے دروازے اُن پر کھول دیے اور شبانہ غور و فکر اور مسلسل تفکر و تدبر کے نتیجہ میں اللہ نے فہم قرآن کی کلید انھیں تھما دی اور انھیں یہ سعادت اور توفیق یزدانی میسر آئی کہ اُن اصول و مبادی کی گرہ کشائی کرسکیں جن سے اللہ کی کتاب کو سمجھنے سمجھانے کے راستے ہموار ہوسکیں۔ اِن اصول و مبادی میں اُن کے نظریۂ نظم قرآن کو شاہ کلید کا درجہ حاصل ہے۔

علوم القرآن کی تاریخ میں ایسے علما اور مفسرین کی کمی نہیں ہے جو قرآن پاک میں نظم و مناسبت کی موجودگی کے معترف رہے ہیں، بلکہ ایسے مفسرین کی تعداد بھی کم نہیں ہے جنھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق تفسیر میں اس علم مناسبت کا انطباق کیا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۵۶۰-۶۳۸ھ/ ۱۱۶۵-۱۲۴۰ء)، علامہ ابوجعفر احمد بن ابراہیم ابن زبیر (۶۲۷-۷۰۸ھ/ ۱۲۳۰-۱۳۰۸ء)، علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)، محدث ابوداؤد سجستانی (۲۰۲-۲۷۵/ ۸۱۷-۸۸۹ء)، شیخ ابوبکر نیشاپوریؒ، شیخ ولی الدین ملویؒ وغیرہ، علمائے ادب و بلاغت میں ابن قتیبہ دینوری (۲۱۳-۲۷۶ھ)، ابوالحسن علی بن عیسیٰ رمانی (۲۹۶-۳۸۴ھ)، قاضی عبدالجبار اسدآبادی (۳۵۹-۴۱۵ھ)، حمد بن محمد خطابی (۳۱۹-۳۸۸ھ)، ابن جعفر باقلانی (۳۳۸-۴۰۳ھ)، عبدالقاہر جرجانی (م ۴۷۱ھ) اور مفسرین میں سے ابوالقاسم زمخشری (۴۶۷-۵۳۸ھ)، فخر الدین رازی (۵۴۴-۶۰۶ھ/ ۱۱۵۰-۱۲۱۰ء)، ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ)، برہان الدین بقاعی (۸۰۹-۸۸۵ھ)، شیخ مخدوم علی مہائمی (۷۷۶-۸۳۵ھ) وغیرہ میں سے اوّل الذکر حضرات نے قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں میں ربط و مناسبت کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے اور آخر الذکر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس کا التزام و اہتمام بھی کیا ہے۔(۵) ان میں سے بعض علما کا مولانا فراہی نے اپنے مقدمہ میں ذکر بھی کیا ہے،(۶) مگر اس امر کی صراحت بھی کی ہے کہ ''میں پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ نظم کی تلاش میں میں نے کسی شخص کی پیروی نہیں کی ہے، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی بصیرت میری رہنما رہی ہے۔''(۷)

مولانا فراہی کا یہ دعویٰ اس لحاظ سے صحیح ماننے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے کہ پیش رو علما اور مفسرین نے علم مناسبت اور ربط آیات کا اپنی تفسیروں میں باقاعدہ اہتمام کیا اور اس کا انطباق کرنے کی مقدور بھر سعی مشکور کی۔ مولانا فراہی نے اس سے آگے بڑھ کر اس علم کو منظّم و مربوط کیا۔ اس کے اصول ومبادی طے کیے اور اسے ایک باقاعدہ نظریہ اور نظام کی شکل دی اور قرآن پاک کو اپنے ان اصولوں کا انطباق کرکے اپنی ہیئت، ترکیب، معنی ومفہوم، تصورات و مشتملات اور موضوع کے اعتبار سے ایک مربوط اور منظّم کتاب ثابت کیا۔

مولانا فراہی کے نزدیک علم مناسبت اور علم نظام میں بنیادی فرق ہے۔ تناسب یا مناسبت علم نظام کا ایک جزو ہے۔ آیات کے درمیان مناسبت کا پتہ لگ جائے تو اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے کلام پر وہ روشنی نہیں پڑتی جو اسے معنوی وحدت میں پرو کر ایک مستقل کلام کی حیثیت دے سکے۔ مناسبت کا طالب علم طور سے بس کسی قسم کے تعلق اور ربط کی کھوج میں رہتا ہے اور بسا اوقات اس کی نگاہ سے وہ ربط اور مناسبت اوجھل رہ جاتی ہے جو کلام کو وحدانیت کی لڑی میں منسلک کردے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ کھینچا تانی کر کے بس ایک مناسبت ثابت کر دیتا ہے، حالانکہ اُن پاس پڑوس کی آیتوں میں ربط ہوتا ہی نہیں بلکہ نظم کلام کی رو سے قریبی آیت اُس آیت سے مربوط اور متعلق ہوتی ہے جو اُس سے پہلے والی آیت سے بہت دور واقع ہوتی ہے۔ اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو ذہین وفطین علما اس کے ادراک سے عاجز آ کر اُس کا انکار نہ کر بیٹھتے۔ بلاشبہ قرآن میں ایسی آیات بہت ہیں جن کا کوئی تعلق آس پاس کی آیتوں سے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور اُن میں کھلا ہوا اقتضاب اور بے ربطی محسوس ہوتی ہے۔ یہ دشواری اُسی وقت پیش آتی ہے جبکہ کوئی آیت یا آیتوں کا کوئی مجموعہ دور کی کسی آیت سے متعلق ہوتا ہے۔

مولانا فراہی آگے لکھتے ہیں کہ ''علم نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ سورہ ایک مکمل وحدانیت کے روپ میں جلوہ گر ہو اور وہ معاً اپنے ماقبل و مابعد کی سورتوں سے یا بہت پہلے اور بہت بعد میں آنے والی سورتوں سے اس طرح مربوط نظر آنے لگے کہ بیچ میں کوئی خلل یا خلا محسوس نہ ہو۔ جس طرح بسا اوقات آیتیں درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آجاتی ہیں اسی طرح کبھی کبھی سورتیں بھی بطور معترضہ گروپ میں شامل ہوجاتی ہیں۔ اس طرح پورا قرآن کلامِ واحد کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کے تمام اجزا میں اوّل سے آخر تک مناسبت اور ترتیب پائی جاتی ہے۔'' مولانا فراہی اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''علم نظام مناسبت اور ترتیب کے علاوہ اور اس پر مستزاد ایک علم ہے۔''(۸)

مولانا فراہی کے نزدیک ''علم مناسبت کے قائل علما نے اسے ایک پاکیزہ علم تو قرار دیا ہے، مگر اسے فہم قرآن کا اہم حصہ نہ بنا سکے اور اسی لیے یہ علم تقریباً متروک ہوگیا، مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ اس علم پر فہم قرآن منحصر ہے اور تاویل وتفسیر میں مختلف احتمالات کا وجود اور کسی صحیح تاویل پر عدم اصرار دراصل نتیجہ ہے علم نظام سے ناآشنائی کا کہ اسی سے صحیح تاویل کی دریافت ہوسکتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور شکوک وحیرانی رفع ہوسکتی ہے۔''(۹)

نظم کے لازمی اجزا پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا فراہی کہتے کہ ''نظم سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر سورت کی ایک متعین ومشخص شکل ہوتی ہے جو اُسی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے جبکہ کلام کے معانی بہم دگر مربوط ہوں اور اُن کا ہدف ایک ہی محور یعنی عمود ہو اور کلام میں وحدانیت پائی جاتی ہو۔ جب یہ اجزا کسی کلام میں جمع ہو جائیں تو لازماً اس کی ایک متعین شکل بن جاتی ہے۔ جب اس جہت سے آپ کلام پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کا حسن و جمال، اس کی وضاحت و صراحت، اس کا استحکام واتقان سبھی نظر آنے لگتا ہے۔''(۱۰)

کلام میں وحدانیت سے مولانا فراہی کی مراد یہ ہے کہ ایک منظم ومربوط کلام میں ناگزیر طور سے ایک عمود ہوتا ہے جس کے گرد پورا کلام گردش کرتا ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ سورہ کے مختلف ومتفرق مطالب میں وہ عمود یعنی مرکزی مضمون تلاش کیا جائے جو تمام معانی ومفاہیم کا محور ہے، تاکہ وہ مرکز اس کے ہاتھ میں آجائے جس کی طرف اس سورہ کی تمام آیتوں کا رخ ہے۔ اِسی سے پوری سورہ ایک ہار میں گندھی ہوئی نظر آئے گی اور اس ہار کے تمام دانے ایک دوسرے سے پوری طرح منسلک ہوں گے۔ گویا نظم ہی سورہ کو وہ وحدانیت عطا کرتا ہے جس سے وہ ایک مستقل بالذات مکمل سورت بنتی ہے، جس کے عمود یعنی مرکزی ہدف کی طرف اس کے سارے اجزا کا رخ ہوتا ہے۔

وحدانیت، ترتیب اور مناسبت میں ہر کلام یکساں نہیں ہوتا۔ یہ عین ممکن ہے کہ کلام میں وحدانیت پائی جاتی ہو، مگر وہ مناسبت اور ترتیب سے محروم ہو۔ مثال کے طور پر پند ونصائح کے موضوع پر آپ کوئی کتاب ترتیب دیں اور اس میں مختلف قسم کے اقوال وآرا جمع کر دیں جو دین واخلاق سے اور معاشرت وسیاست سے متعلق ہوں اور اس میں کسی ترتیب اور ربط کا خیال نہ رکھیں تو یہ کتاب وحدانیت سے خالی نہیں سمجھی جائے گی، خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہو کیونکہ ان سارے اقوال کا تعلق پند ونصیحت سے ہے اور اس میں یک گونہ وحدت پائی جاتی ہے اور اس کا تشخص ممتاز ہو گیا ہے، مگر وہ کتاب ترتیب ومناسبت سے محروم تصور کی جائے گی۔

اسی کتاب کو اگر ابواب میں تقسیم کر دیں۔ ایک باب دین اور اس کے متعلقات پر قائم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیں، دوسرا باب اخلاقیات کے متعلق ہو، اسی طرح تمام ابواب کی تقسیم موضوع کے حساب سے ہو جائے اور ہر باب میں اُسی موضوع کے اقوال جمع کر دیں تو پوری کتاب کی وحدانیت پھر بھی کمزور رہے گی، تاہم اس کے تمام حصوں میں ترتیب اور مناسبت قائم ہو جائے گی اور کتاب مربوط تصور کی جائے گی اور اگر آپ ہر باب کی نصیحتیں ایک داستان میں جمع کر دیں اور وہ داستان منظّم ہو جیسا کہ کلیلہ و دمنہ مشہور کتاب میں ہے تو کتاب میں وحدانیت کمزور رہے گی، مگر ہر باب میں بہترین وحدانیت پیدا ہو جائے گی۔

ان دونوں مناہج کے علی الرغم اگر آپ ابواب کی ترتیب اس طرح قائم کریں کہ ان میں نظم و ترتیب اور مناسبت کی بھرپور رعایت رہے اور اس کے ساتھ ہر باب میں ایک ہی موضوع کا بیان ہو جو کتاب کے موضوع سے ہم آہنگ ہو اور کلام کے اجزا میں تناسب اور ترتیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہو تو کتاب مکمل طور سے منظّم و مربوط ہوگی اور نظم و وحدانیت دونوں کے اعتبار سے کامل ہوگی۔ گویا حسنِ نظام کا تقاضا ہے کہ کلام کی ترکیب حسین اور اس کا نظم موزوں و متناسب اور اس کی وحدانیت منضبط و مستحکم ہو۔ (۱۱)

مولانا فراہی کے نظریۂ نظم قرآن میں 'عمود' کے تصور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عمود کا مطلب ہے مرکزی مضمون جس کے گرد پوری سورہ کے مضامین گردش کرتے ہیں۔ عمود کی معرفت سورہ کے نظام کو سمجھنے کے لیے کلید کا کام کرتی ہے، مگر یہ ہے سخت دشوار اور ریاضت طلب۔ اس کے لیے گہرے تدبر اور غواصی کی ضرورت ہے۔ بحث و تمحیص درکار ہے۔ سورہ کے مطالب پر، اُس کے مشابہ دوسری سورتوں کے معانی پر اور آس پاس کی سورتوں کے مفاہیم پر غور کرنا ضروری ہے اور بار بار غور کرنا ہے۔ پوری دقت نظر اور دیدہ ریزی سے اُن کا جائزہ لینا ہے تب کہیں جا کر عمود کا پتہ چلتا ہے۔ اس طویل تدبر اور لمبی ریاضت کے بعد عمود اس طرح روشن ہو جاتا ہے جیسے رات کی تاریکی میں سے صبح کا طلوع ہونا، پھر تو اس کی روشنی سے پوری سورہ جگمگا اٹھتی ہے۔ اس کا پورا نظم منور ہو جاتا ہے۔ ہر آیت اپنے موقع و محل میں انگشتری کے نگینہ کی طرح نصب ہو جاتی ہے اور احتمالی تاویلات میں سے راجح تاویل متعین ہو جاتی ہے، پھر کسی کمزور تاویل کے لیے گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (۱۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کے درمیان نظم ومناسبت کا ادراک کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بہت مشکل یا ناممکن ہو۔ بسا اوقات سورہ کا نظم بالکل واضح ہوتا ہے اور کبھی آیت یا سورہ میں نظم کی مختلف جہتیں سامنے آتی ہیں اور اس اختلاف وتنوع میں کوئی حرج بھی نہیں، کیونکہ اس آیت یا سورہ میں تاویل کی کثرت اور تفسیر کے تعدد کی گنجائش ہوگی۔ اگر مناسبت کے پہلو ایک سے زیادہ واضح ہورہے ہیں تو اس میں کوئی تضاد محسوس نہ کرنا چاہیے، کیونکہ کسی بھی چیز میں حکمت ومعرفت کے متعدد پہلو ہوسکتے ہیں اور کوئی شخص اُن میں تناقض محسوس نہیں کرتا۔ یہاں قابل غور اور تحقیق طلب بات یہ ہے کہ صحیح اور مقصود نظم کون سا ہے جس سے کلام روحانیت کی لڑی میں پرو جائے اور سابق ولاحق سے ربط وتعلق قائم ہوجائے۔ اس کے بعد اگر مناسبت کی متعدد شکلیں رہتی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مولانا فراہی اس کی وضاحت میں ایک مثال نقل کرتے ہیں۔ سورہ کوثر میں ارشاد ہوتا ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر:۲) اس آیت کی تاویل میں اگر کسی نے 'نحر' سے مراد سینے پر ہاتھ باندھنا لیا ہے یا کسی مفسر نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نماز پڑھو اور سینہ کو قبلہ رو رکھو تو یہ تاویلات نفس نظام کے خلاف نہیں ہیں، البتہ اس نظام سے مراد ومقصود سامنے نہیں آتا ہے۔ یہاں تو مقصود تمثیل ہے نہ کہ صحیح کا اثبات اور سقیم کا ابطال۔ (۱۳) نظم صحیح کا تقاضا ہے کہ یہاں 'نحر' سے مراد قربانی لی جائے کیونکہ نماز اور قربانی میں بڑا گہرا ربط ہے۔ مولانا فراہی نے دونوں میں ۱۲ مناسبتیں گنائی ہیں:

۱- نماز اور قربانی میں اسی طرح کی مناسبت ہے جس طرح کی مناسبت ایمان اور اسلام میں ہے۔ تمام اعمال میں سے نماز ایمان سے سب سے زیادہ قریب بلکہ ایمان کا اوّلین فیضان ہے، جبکہ قربانی حقیقتِ اسلام کی تصویر ہے۔

۲- نماز اور قربانی میں وہ نسبت ہے جو نسبت زندگی اور موت میں ہے۔

۳- نماز اور قربانی 'حقیقی قربانی' (شہوات وخواہشات نفس کی قربانی) کے دو بازو ہیں۔

۴- نماز اور قربانی دونوں ایک دوسرے پر مشتمل ہیں۔ نماز ایک پہلو سے قربانی ہے اور قربانی ایک دوسرے پہلو سے نماز ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- نماز اور قربانی دونوں ذکر الٰہی ہیں۔

۶- نماز اور قربانی دونوں شکر ہیں۔

۷- یہ دونوں تقویٰ کی فرع ہیں۔

۸- یہ دونوں منازل آخرت میں سے ہیں۔

۹- یہ دونوں ابوابِ صبر میں سے ہیں۔

۱۰- ان دونوں میں اس امر کا اقرار واعتراف ہے کہ ہر چیز خدا ہی کی ملکیت ہے اور تمام نعمتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔

۱۱- یہ دونوں تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، اور

۱۲- نماز اور قربانی، عبادت کے تمام طریقوں میں سب سے زیادہ قدیم اور فطرت انسانی میں راسخ ہیں۔ (۱۴)

قرآنی سورتوں کے اندرونی نظم، اُن کی مستقل وحدت، اُن کے علیحدہ علیحدہ عنوان و موضوع (عمود) اور اُس سے سورہ کے تمام اجزائے کلام کی گہری وابستگی سے آگے بڑھ کر مولانا فراہی کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴-۱۹۹۷ء) نے قرآن کے مجموعی نظام پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس مجموعی نظام کا ایک پہلو تو بالکل ظاہر ہے جو ہر شخص کو نظر آ سکتا ہے، لیکن اس کا ایک پہلو مخفی ہے جو غور و تدبر سے سامنے آتا ہے۔

مصحف کی ترتیب پر اگر غور کیا جائے تو ایک بات صاف نظر آتی ہے کہ قرآن میں مکی اور مدنی سورتوں کے ملے جلے سات گروپ بن گئے ہیں، جن میں سے ہر گروپ ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے۔ ہر گروپ میں پہلے مکی سورتیں ہیں، اس کے بعد مدنی سورتیں ہیں۔

پہلا گروپ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے، مائدہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس گروپ میں فاتحہ مکی ہے، باقی چار مدنی ہیں۔

دوسرا گروپ انعام اور اعراف دو مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور انفال و توبہ دو مدنی سورتوں پر ختم ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے گروپ میں پہلے ۱۴ سورتیں یونس تا مومنون مکی ہیں۔ آخر میں سورہ نور ہے جو مدنی ہے۔ اس گروپ کی دو سورتوں رعد اور حج کو بعض لوگوں نے مدنیات میں شمار کیا ہے، لیکن یہ غلط خیال ہے۔

چوتھا گروپ فرقان سے شروع ہوتا ہے، احزاب پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں ۸ سورتیں مکی ہیں، آخر میں ایک احزاب مدنی ہے۔

پانچواں گروپ سبا سے شروع ہوتا ہے، حجرات پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں تیرہ سورتیں مکی ہیں اور آخری تین مدنی ہیں۔

چھٹا گروپ قٓ سے شروع ہو کر تحریم پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں پہلے سات مکی ہیں، اس کے بعد دس مدنی۔ اس گروپ میں بعض لوگوں نے سورہ رحمٰن کو مدنی قرار دیا ہے، لیکن یہ خیال بے بنیاد ہے۔

ساتواں گروپ ملک سے شروع ہو کر الناس پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں بھی مکیات اور مدنیات کی ترتیب اسی طرح ہے جس طرح دوسرے گروپوں میں ہے، البتہ اس کی سورہ دہر اور آخری بعض سورتوں کے بارے میں اختلافات ہیں۔

سورتوں کی یہ ترتیب اتفاقی نہیں بلکہ توقیفی ہے۔ یہ وہ ترتیب ہے جس ترتیب پر قرآن لوح محفوظ میں ہے۔ یہی ترتیب ہے جس پر نبی ﷺ اور حضرت جبریل امین ہر رمضان میں قرآن مجید کا مذاکرہ فرماتے تھے۔ اسی ترتیب کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رمضان میں قرآن مجید سنتے سناتے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق سیدنا عثمان غنیؓ نے مصحف کی نقلیں تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔ اس وجہ سے یہ ترتیب حکمت سے خالی نہیں ہوسکتی۔ (۱۵)

مولانا اصلاحی نے قرآن کے مجموعی نظام کے مخفی پہلو اجاگر کرتے ہوئے حسب ذیل نکات پر زور دیا ہے:

۱- قرآنی سورتوں کے ہر گروپ کا بھی ایک جامع عمود ہے اور اس گروپ کی تمام سورتیں اُسی جامع عمود کے کسی خاص پہلو کی حامل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- ہر گروپ میں جو مدنی سورتیں ہیں وہ اپنے گروپ کے مجموعی مزاج سے بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہیں۔

۳- ہر سورہ زوج زوج ہے، یعنی ہر سورہ اپنا ایک جوڑا اور مثنیٰ بھی رکھتی ہے اور ان دونوں میں اسی طرح کی مناسبت ہے جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے۔

۴- صرف سورہ فاتحہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ سورہ پورے قرآن کے لیے بمنزلہ دیباچہ ہے۔

۵- بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جن کی حیثیت ضمنی سورہ کی ہے، یعنی وہ کسی سورہ کے مستقل مثنیٰ کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں بلکہ اپنی ماسبق کے کسی ایک اہم پہلو کی وضاحت کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔

۶- سورتوں کے ہر گروپ کے اندر اسلامی دعوت کے تمام ادوار ابتدا سے لے کر انتہا تک نمایاں ہوئے ہیں، گرچہ نمایاں ہونے کا پہلو ہر ایک میں مختلف ہے۔

۷- اس مجموعی ترتیب میں قانون و شریعت کے گروپ کو تمام دوسرے گروپوں پر مقدم کر دیا گیا ہے اور منذرات کے گروپ کو آخر میں کر دیا گیا ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ انذار سے مقصود غلط راہ سے موڑ کر صحیح راہ پر لگانا ہے اور صحیح راہ شریعت ہے، اس لیے غایت و مقصود پر پہلے نگاہ پڑنی چاہیے۔ (۱۶)

نظم قرآن کا یہ تصور مولانا فراہی کی فکر میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی پر فہم قرآن کا دارومدار ہے، اس کے بغیر قرآن کے اسرار و معارف تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ فہم قرآن کی یہ کلید گم ہوگئی تو امت بے شمار فرقوں، گروہوں اور جماعتوں میں بٹ گئی۔ ہر ایک نے قرآن ہی سے استدلال کیا اور مختلف تاویلات، معانی و مفاہیم اور احتمالات کا سہارا لے کر انتشار و اضطراب کو ہوا دی۔ (۱۷) اگر ان علماء اور مفسرین نے نظم قرآن کی رعایت کی ہوتی تو وہ ان اختلافات و افتراقات کی بھول بھلیوں میں نہ کھوتے اور اتحاد امت کی منزل کھوٹی نہ کرتے۔

"جب ہم نے تاویل و تفسیر میں اختلاف کیا تو ہمارے عقائد و افکار بھی تنوع اور اختلاف کا شکار ہو گئے اور ہمارا دین مختلف ٹکڑیوں میں منقسم ہو گیا، یہاں تک کہ ہمارا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے درمیان نفرت و عداوت کی آندھی چلنے لگی۔'' دائرہ حمیدیہ کے سابق ناظم مولانا بدرالدین اصلاحی (۱۹۰۴-۱۹۹۶ء) کہتے ہیں کہ ''اگر آیاتِ قرآن کا نظم ہم پر واضح ہو جائے اور ہم اُسی مفہوم پر عمل کریں جو اللہ کا مقصود و مراد ہے تو ہم ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں گے اور مشترک معاملات میں کبھی اختلاف نہ کریں گے۔ اس مہلک بیماری سے نجات کی واحد راہ یہ ہے کہ ہم سادگی قلب کے ساتھ قرآن پر تدبر کریں اور اس کے نظم سے جو مفہوم نکلے اس پر ایمان ہی نہیں اطمینان قلب رکھیں اور قرآن کی منشا کے خلاف ہم کسی طرف نہ دیکھیں۔ اِسی سے ہماری اصلاحِ حال ہو سکتی ہے۔'' (۱۸)

فکرِ فراہی کا دوسرا اہم جزو دینی مدارس کے نصاب تعلیم کی اصلاح ہے۔ مولانا فراہی نے مدرسۃ الاصلاح کا سنگ بنیاد نہیں رکھا۔ یہ فریضہ انجام دیا علاقہ سرائے میر اعظم گڑھ کے ایک اہل دل بزرگ مولوی محمد شفیع داناپوری (۱۸۸۶ء-   ) نے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں اور اس کا افتتاح کیا مولانا سید اصغر حسین دیوبندی (م ۱۳۶۴ھ) نے، مگر ''اس کا تسویہ اور اس کے اندر نفخِ روح کا کام انجام دیا ہے مولانا فراہی نے۔'' (۱۹) انھوں نے ۲۳؍جون ۱۹۱۲ء کو مدرسہ کی نظامت کی ذمہ داری قبول کی۔ ۲۸؍مئی ۱۹۱۶ء کو تمام عہدوں اور مناصب سے آنکھیں پھیر کر مدرسہ میں فروکش ہو گئے اور اپنی وفات تک اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کو بنانے سنوارنے اور ترقی دینے میں صرف کیا۔ انھوں نے مدرسہ کو ایک عظیم فکری اور تعلیمی انقلاب کا مرکز بنا دیا۔ اس انقلاب کی روح یہ تھی کہ ''قرآن کی حکمت اس کے طلبہ کے اندر اس طرح رچ بس جائے کہ وہ جو کچھ بھی سوچیں قرآن کی روشنی میں سوچیں اور جس چیز کو بھی ردو قبول کریں قرآن کی کسوٹی پر پرکھ کر رد یا قبول کریں۔ یہ چیز ان کو اس قابل بنائے گی کہ وہ مسلمانوں کی موجودہ پروپیگنڈہ بھیڑ کو ایک بنیانِ مرصوص بنا کر امت مسلمہ کی صورت میں کھڑا کر سکیں۔'' (۲۰)

چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے مدرسۃ الاصلاح کے لیے ایسا نصاب بنایا گیا جس میں قرآن کریم کی حیثیت ایک آفتاب کی ہے ''جس سے علوم کے تمام ستارے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس میں تمام علوم متعارفہ پڑھائے جاتے ہیں، مگر اس انداز سے کہ جس علم وفن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف قدم بڑھے قرآن ہی کی روشنی میں۔'' (۲۱) اس مدرسہ میں '' حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم کلام، تاریخ وسیر، فلسفہ تاریخ، اسرار شریعت، ادب ولغت، نحو و صرف جملہ فنون پڑھائے جاتے ہیں، کچھ اس لیے کہ فہم کتاب الٰہی کے لیے وسیلہ و ذریعہ ہیں اور کچھ اس لیے کہ اس کی شرح وتفسیر ہیں، لیکن یہ سب پڑھائے جاتے ہیں اس طور پر کہ جس فن کی طرف قدم بڑھے، قرآن کی روشنی میں بڑھے اور جس علم کا دروازہ کھلے قرآن کے اندر سے۔'' (۲۲)

اس وقت مدرسۃ الاصلاح میں جو عربی نصاب تعلیم رائج ہے وہ ارتقائی عہد کی تبدیلیوں کے سوا، شروع سے اب تک کسی بڑی تبدیلی سے دوچار نہیں ہوا۔ یہ نصاب کم وبیش وہی ہے جو مولانا فراہی نے اپنے دور میں تیار کیا تھا۔ اگر بعض کتابوں کی کمی بیشی ہوئی ہے تو وہ نا قابل ذکر ہے۔ تدریس قرآن کا نصاب اور منہج تعلیم تو من وعن وہی ہے جو مولانا فراہی نے رائج کیا تھا اور ادارہ کو اس پر فخر بھی ہے۔ اگر یہ روح ختم ہو جائے تو ادارہ کا وجود اور عدم وجود دونوں یکساں ہوگا۔ (۲۳)

اس نصاب تعلیم میں عالمیت سوم سے قرآن پاک کی تدریس کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں سورہ حدید سے سورہ الناس تک ترجمہ اور مشکل الفاظ کے معانی کی تعلیم ہوتی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ تراجم وتفاسیر کی مدد کے بغیر عربی لغات ومعاجم کی مدد سے اپنے آپ قرآن کا ترجمہ کریں اور مشکل الفاظ کے معانی تلاش کریں۔ اس مرحلہ میں عربی صرف ونحو کے قواعد کی تفہیم بھی ہوتی ہے اور اساتذہ کی رہنمائی میں اعراب اور حلِ لغات کے مراحل طے ہوتے ہیں۔ طلبہ کی تربیت کی جاتی ہے کہ وہ المنجد سے ضرور مدد لیں۔

بعد کے درجاتِ عالمیت میں تفسیر وتاویل کے دقیق مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ مختلف تفسیری آراء ونظریات کا محاکمہ بھی ہوتا ہے اور عربی زبان وادب اور قرآن کی آیات کی روشنی میں وارد اشکالات طلبہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ فضیلت کے آخری درجات میں انہیں آزادانہ غور وتدبر اور تحقیق کی دعوت وتربیت دی جاتی ہے۔

اس منہج درس میں تدبر اور تحقیق کو خاص مقام حاصل ہے۔ بسا اوقات ایک آیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس و مطالعہ اور تحقیق میں کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔ طلبہ کے ذوق تجسس و تحقیق کو مہمیز دینے کے لیے اساتذہ خود الجھنیں قائم کرکے طلبہ سے انھیں حل کرنے کی مشق کراتے ہیں۔ اس سے بسا اوقات متعین نصاب کی خواندگی اور تعلیم مکمل نہیں ہو پاتی، مگر طلبہ کے اندر تحقیق و تفتیش کی شُد بد پیدا ہونے کی امید ہو جاتی ہے۔ (۲۴)

مولانا بدرالدین اصلاحی سابق ناظم اس نصاب تعلیم کی ایک خصوصیت یہ بھی بتاتے ہیں کہ

''عام دستور یہ ہے کہ متعدد فنون کی متعدد اور نہایت مغلق کتابیں ایک ساتھ جمع کر دی جاتی ہیں اور طالب علم کو ایک دن کی مختلف صحبتوں میں اپنے دماغ اور حافظہ کو گوناگوں فنون کی ترقی کے لیے مستعد کرنا پڑتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کو کسی فن سے ذوق نہیں پیدا ہوتا۔ یہ نصاب ایسی بے ربطیوں سے پاک ہے۔ اس میں یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی فن پڑھایا جائے تاکہ طالب علم کی پوری استعداد کا مرکز صرف ایک فن ہو، البتہ قرآن و ادب شروع سے آخر تک برابر ساتھ رہتے ہیں۔ قرآن اس لیے کہ وہ ہماری تگ و دو کا اصل محور ہے اور ادب اس لیے کہ وہ ان سب کو سمجھنے کا واحد وسیلہ ہے اور کتاب و سنت کی صحیح معرفت اسی پر مبنی ہے۔''

''قرآن پاک کی تعلیم ابتدا میں سادہ یعنی صرف و نحو، ادب، ترجمہ، مطلب اور نظم کی رعایت سے ہوتی ہے۔ پھر بتدریج نظم و عمود، نظام و نجح، اسالیب و معانی، اسرار و حقائق، قانون و حکمت اور تطبیق کتاب و سنت کی رعایت کے ساتھ محققانہ ہوتی ہے۔'' (۲۵)

مدرستہ الاصلاح کے نصاب تعلیم پر گفتگو کرتے ہوئے سوانح نگار فراہی بڑے وثوق اور فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ

''میں ایک بات بطور قند مکرر کہنی چاہتا ہوں اس لیے کہ وہ جائزہ (مرتبہ مولانا بدرالدین اصلاحی ۲۵ر جنوری ۱۹۶۲ء) میں نہیں لیکن نصاب میں پہلے ہی مذکور ہے۔ مدرستہ الاصلاح شاید دنیا کی واحد درس گاہ ہے جس میں قرآن مجید سورہ فاتحہ سے سورہ الناس تک حرف بحرف سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے اور جس کے نصاب میں کوئی تفسیر داخل نہیں حتیٰ کہ مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کا کوئی جزو بھی شامل نہیں ہے۔'' (۲۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکر فراہی کا ایک نمایاں عطیہ حریت فکر اور آزادیٔ اظہار رائے ہے۔ مدرسۃ الاصلاح میں اساتذہ سے لے کر طلبہ تک کا یہ بنیادی حق تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کو اس کا موقع فراہم کیا جاتا ہے بلکہ ان کے لیے ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ وہ علمی مسائل کے بارے میں آزادانہ غور و فکر سے کام لیں۔(۲۷) یہاں تک کہ مدرسہ کے فضلا نے بھی مولانا فراہی سے عقیدت و محبت رکھنے کے باوجود انھیں معصوم نہیں گردانا اور نہ انھیں ارباباً من دون اللہ قرار دے کر ان کے ہر قول و فعل کو اپنے لیے اسوہ بنانے کی کوشش کی۔ جب مولانا زندہ تھے ان کی مجلسوں میں ان کی تحقیقات پر وہ اسی طرح آزادانہ نکتہ چینی کرتے تھے جس طرح اُن کی وفات کے بعد دوسرے محققین کی تحقیقات کی طرح اُن کی تحقیقات پر بھی بحث و نظر کرتے ہیں۔ مولانا فراہی نے خود ''لب بند و گوش بند'' کی تلقین نہیں کی۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ غور و فکر کرو اور اپنے درس میں اسی چیز کا طریقہ بتاتے۔ ''اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم مولانا حمید الدین رحمہ اللہ کی ہر رائے کو حق اور ہر بات کو صواب اور ہر تصنیف کو الہامی سمجھتے ہیں تو ہم اس کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے حال سے بے خبر ہے۔'' جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت کی ہے۔(۲۸)

اب ایک نظر جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ کے نصاب تعلیم پر ڈال لی جائے جسے بعض برادران یوسف نے مدرسۃ الاصلاح کا توام اور مثنیٰ قرار دیا ہے۔(۲۹) اور جس کے بارے میں بعض دانشورانِ اصلاح کو یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ ''اس نے کم مدت میں ترقی کی منزلیں طے کی ہیں'' اور یہ کہ ''اس کے قیام میں بہت کچھ اصلاحیوں کا ہاتھ ہے۔''(۳۰) تاہم اس حقیقت کا انکار ارباب جامعۃ الفلاح بھی نہیں کرتے کہ مدرسۃ الاصلاح کے تجربات اور مولانا فراہی کی فکر اور نظریۂ نظم قرآن و تحقیقات قرآن سے اس نے بھرپور استفادہ کیا ہے اور جن بنیادوں پر اُس کے اسلامی و انقلابی فکر کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اُن میں فکر فراہی کو خاص مقام حاصل ہے۔

جامعۃ الفلاح میں نصاب تعلیم کو موزوں، مفید، مؤثر اور متحرک بنائے رکھنے کے لیے غور و فکر اور ترمیم و اضافہ کا عمل شروع سے جاری رہا ہے۔ عربی کی اعلیٰ تعلیم کا آغاز ۱۹۶۳ء سے ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا جلیل احسن ندوی (۱۹۱۳-۱۹۸۱ء) مہتمم تعلیمات کے زمانہ میں ۱۹۶۸ء میں نصاب میں کچھ بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔(۳۱) ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی (۱۹۱۶-۱۹۹۰ء) کی صدارت میں مجلس تعلیمی نے ۲۴رمئی کو ایک دوسرا نصاب تجویز کیا۔(۳۲) ۱۰راپریل ۱۹۸۵ء کو یہ نصاب ایک بار پھر نظر ثانی اور ترمیم و اضافہ کے مرحلہ سے گزرا۔(۳۳) ۷ارفروری ۱۹۸۶ء کو مولانا صدرالدین اصلاحی (۱۹۱۶-۱۹۹۸ء) کی صدارت میں مجلس تعلیمی نے بعض اہم ترمیمات کیں۔(۳۴) ۱۵رفروری ۱۹۹۳ء کو مجلس تعلیمی نے نصاب کو مزید مطابق حال اور موزوں بنایا۔(۳۵) اس وقت جو نصاب تعلیم جامعۃ الفلاح میں رائج ہے وہ ۲۰۰۱ء میں مجلس تعلیمی کا اصلاح کردہ ہے۔(۳۶)

موجودہ نصاب تعلیم ابتدائی سے تکمیل تک سولہ سالوں پر محیط ہے۔آٹھ سالوں کی ابتدائی اور ثانوی سطح کی تدریس کے بعد عربی درجات کا آغاز ہوتا ہے۔مرحلہ متوسطہ تین سالوں پر، مرحلہ عالمیت دو سالوں پر اور مرحلہ فضیلت تین سالوں پر مشتمل ہے۔ان مراحل میں تعلیم قرآن کا نصاب حسب ذیل ہے:

مرحلہ متوسطہ (عربی اوّل) = حفظ وتجوید، قرآن پاک کا تیسواں پارہ (نصف آخر)

(عربی دوم) = حفظ وتجوید، تیسواں پارہ (نصف اوّل)

(عربی سوم) = تفسیر-سورہ الحدید تا سورہ الناس

حفظ-سورہ الصّف، الجمعہ، المنافقون، المزمل، المدثر القیامہ اور الدھر

مرحلہ عالمیت

اولیٰ (عربی چہارم) = تفسیر-قرآن کریم سورہ السبا سے الواقعہ تک

حفظ-سورۃ الفتح، الحجرات، قٓ، الرحمٰن، الواقعہ

اصول تفسیر-مقدمہ فی اُصول تفسیر از ابن تیمیہؒ

ثانیہ (عربی پنجم) = تفسیر-قرآن کریم سورہ مریم سے سورہ احزاب تک مع حفظ سورۂ مریم، یٰسین والسجدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول تفسیر-مقدمہ تفسیر نظام القرآن

از مولانا حمید الدین فراہی

مرحلہ فضیلت

یہ مرحلہ تین سالہ نصاب پر مشتمل ہے، جس میں دو طرح کے مضامین زیر درس ہیں۔ روزانہ آٹھ پیریڈ میں سے ۵ میں لازمی مضامین کی اور تین میں اختیاری مضامین کی تدریس ہوتی ہے۔ اختیاری مضمون کو تفویض کرتے وقت طلبہ کی ذاتی دلچسپی اور انفرادی رجحان کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

لازمی مضامین:

فضیلت اولیٰ (عربی ششم)	تفسیر-سورہ یوسف سے سورہ کہف تک مع حفظ سورہ یوسف اور سورہ ابراھیم
فضیلت ثانیہ (عربی ہفتم)	تفسیر-سورہ انعام سے سورہ توبہ تک مع حفظ سورہ توبہ
فضیلت ثالثہ (عربی ہشتم)	تفسیر-سورہ الفاتحہ سے سورہ المائدہ تک مع حفظ پہلا پارہ

اختیاری مضامین:

(الف) تفسیر قرآن وعلوم قرآن

فضیلت اولیٰ:	تفسیر-سورہ فاتحہ سے سورہ اعراف تک (تفسیر ابن کثیر) اصول تفسیر-الفوز الکبیر فی اصول التفسیر علوم القرآن-مناہل العرفان فی علوم القرآن، زرقانی منہج تفسیر-التفسیر والمفسرون، محمد حسین الذہبی احکام قرآن-تفسیر آیات الأحکام، الصابونی
فضیلت ثانیہ:	تفسیر-سورہ انفال سے سورہ الفرقان تک اصول تفسیر-مقدمہ تفسیر نظام القرآن،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التکمیل فی اصول التاویل، حمید الدین فراہی

علوم القرآن - الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین السیوطی

منہج تفسیر - التفسیر والمفسرون، محمد حسین الذہبی

احکام قرآن - تفسیر آیات الأحکام، الصابونی

فضیلت ثالثہ: تفسیر - سورہ الشوریٰ سے سورہ الناس تک

تاریخ قرآن - المدخل لدراسات القرآن الکریم، محمد ابوشہبہ

اعجاز القرآن - اعجاز القرآن، الباقلانی

منہج تفسیر - اِتجاہات التفسیر، الرومی

احکام قرآن - تفسیر آیات الاحکام، الصابونی

غریب القرآن - مفردات القرآن، الفراہی

اختیاری مضمون کے کسی تفویض کردہ موضوع پر فضیلت ثالثہ میں کم از کم پچاس صفحات پر مشتمل تحقیقی مقالہ جمع کرنا ہوگا، مگر یہ ضروری ہے کہ فضیلت اولیٰ ہی میں یہ موضوع منتخب کرلیا گیا ہو۔ (۳۷)

جامعۃ الفلاح کے نصاب تعلیم میں تفسیر قرآن کا مقام وہی ہے جو مدرسۃ الاصلاح میں ہے۔ تفہیم وتدریس کا انداز اور منہج بھی تقریباً وہی ہے یہاں تک کہ اساتذہ کی ایک معقول تعداد بھی مدرسۃ الاصلاح کے فارغین کی ہے، مگر بعض باتوں میں جوہری فرق ہے۔ جامعۃ الفلاح کے نصاب میں دوسرے کلاسیکی مفسرین اور جدید مکاتب فکر کو بھی نمائندگی دی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ تفسیر اور اصول تفسیر کے کسی نمائندہ رجحان یا مکتب کی حق تلفی نہ ہو اور ممتاز مکاتب فکر کو مناسب مقام حاصل ہو، تاکہ طلبہ کی فکر اور شخصیت کا ارتقا یک رُخا نہ ہو اور اس کی تشکیل میں تمام افکار وعطیات اسلامیہ کا برابر حصہ ہو۔ مثال کے طور پر عالمیت اور فضیلت کے آٹھ سالہ نصاب میں جن دوسرے مفسرین اور ماہرین علوم القرآن اور ان کی کتب کو شامل کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱- شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مقدمۃ فی اصول التفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- ابوالفدا اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم

۳- محمد علی الصابونی، تفسیر آیات الاحکام

۴- جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن

۵- ابوبکر الباقلانی، اعجاز القرآن

۶- محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن

۷- شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر فی اُصول التفسیر

۸- محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون

۹- محمد ابوشہبہ، المدخل لدراسات القرآن الکریم

۱۰- محمد سلیمان الرومی، اِتجاہات التفسیر

رجحان کا ایک نمایاں فرق تحریک اسلامی ہند سے بالواسطہ یا براہ راست اساتذہ وطلبہ کے تعلق کا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) کی فکر اور ان کی شہرہ آفاق تفسیر تفہیم القرآن کی وہاں مقبولیت نے مدرسہ کے ماحول میں توازن اور اعتدال کو باقی رکھا ہے۔ نظم قرآن کے عقیدہ وفکر اور منہج سے اتفاق رکھنے کے باوجود فراہی مکتب فکر کے بہت سے افکار و خیالات اور جزئیات سے جامعۃ الفلاح کو اختلاف ہے اور وہاں کی علمی فضا میں ان پر مباحثے اور مذاکرے ہوتے رہتے ہیں۔ دراصل یہاں ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کے اصول پر عمل ہوتا ہے اور اجماع امت اور تاریخ اسلامی کے تعامل کی بھرپور رعایت یہاں کا امتیاز ہے۔

جامعۃ الفلاح میں اعتدال اور فکری متانت کے استحکام میں ایک بڑا کردار دوسرے مکاتب فکر کے اساتذہ اور بالخصوص اُن علما کا ہے جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ اُمّ القریٰ مکہ، جامعۃ الازہر مصر وغیرہ کے فیض یافتہ ہیں۔ جامعہ کی مجلس تعلیمی اور مجلس شوریٰ میں بھی دوسرے مکاتب فکر کی نمائندگی ہے اور عصری اداروں کے دانشوروں کی بھرپور شرکت اور متحرک حصہ داری نے بھی یہاں کے ماحول کو افراط وتفریط سے محفوظ رکھا ہے اور بحیثیت مجموعی معتدل فکر اور نظام کو پروان چڑھایا ہے۔

دونوں مدارس میں بڑا قدر مشترک، تاہم قرآن کریم کو اوّلیت دینا اور جملہ علوم وفنون کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسی کی روشنی میں پروان چڑھانا اور اُن کی تعلیم وتدریس کا اہتمام کرنا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا 'فکر فراہی' اسی میں محدود ہے؟

نظم قرآن کی روشنی میں تاویل وتفسیر کا اہتمام اور نصاب تعلیم میں قرآن کریم کو مرکزی مقام دینا زیادہ اختلافی مسئلہ نہیں ہے، کیونکہ عام طور سے مفسرین نظم ومناسبت کا کسی نہ کسی درجہ میں التزام کرتے ہیں اور جملہ مدارس عربیہ اپنے نصاب تعلیم میں قرآن کو مرکزی مقام دینے کا دعویٰ اور کسی حد تک اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اختلاف کا آغاز وہاں سے ہوتا ہے جب نظریۂ نظم کا عملی انطباق کیا جاتا ہے اور نظم قرآن کے فراہی اصول ومبادیات کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی جاتی ہے۔ مولانا فراہی نے اپنی زندگی میں سورہ فاتحہ سمیت آخری پاروں کی چودہ منتخب سورتوں کی تفسیر عربی زبان میں لکھ کر اپنے منہج کا عملی نمونہ پیش کیا جو ''نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان'' کے نام سے طبع ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے پہلے ''مجموعہ تفاسیر فراہی'' کے نام سے اور بعد میں ''تفسیر نظام القرآن'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنے استاد کے تفسیری منہج کو اختیار کرتے ہوئے نو جلدوں پر مشتمل تفسیر ''تدبر قرآن'' ۱۹۸۰ء میں مکمل کی، جو فکر فراہی کی مکمل نمائندگی کرتی ہے۔ اس تفسیر کا جائزہ گویا فکر فراہی کا جائزہ ہے، حالانکہ مولانا اصلاحی نے متعدد اضافے بھی کیے ہیں اور بعض مقامات پر مولانا فراہی سے اختلاف بھی کیا ہے،(۳۸) مگر بحیثیت مجموعی یہ تفسیر اپنے استاد کے افکار وخیالات ہی کی ترجمانی کرتی ہے۔

''تدبر قرآن'' کا نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس نے مشکلات قرآنی کو حل کرنے کے لیے براہ راست غور وفکر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کا اصل ماخذ قرآن کی زبان، اس کی آیات کا نظام اور اس کے اپنے اندرونی شواہد ونظائر ہیں اور عام طور پر دلائل کی روشنی میں ایک متعین تاویل کو وہ اختیار کرتی ہے۔ قرآن کی تفسیر خود قرآن کی روشنی میں اس کی انفرادیت ہے۔ اس نے قرآن کے اندرونی ذرائع سے بھرپور استفادہ کرکے اپنی راہ متعین کی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد کہتے ہیں:

''میں نے جتنا بھی غور کیا، محسوس کیا کہ ان کا اصل کارنامہ ان دو نکات میں بیان کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا ہے:

اولاً، انھوں نے آج کے قرآن کے طالب علم کے لیے قرآن فہمی کا وہ راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں قرآن کی دعوت، پیغام اور ہدایت و رہنمائی کا Contextualization خود قرآن، الہامی ہدایت کی وسیع تر روایت، دورِ نزول قرآن کی زبان و ادب اور دور رسالت مآب سے آج تک کے لیے سنت اور شاہراہ ہدایت کے تواتر اور فکری و عملی تسلسل کے فریم ورک میں کیا جاسکے۔ اس طرح اس کی آفاقیت و ابدیت کے وہ پہلو نمایاں ہوئے جو اللہ کی کتاب کو کسی خاص عہد کے احوال وظروف کے مقابلے میں انسانیت کی ابدی ضروریات کے لیے آفتابِ ہدایت بناتے ہیں۔

ثانیاً، چودہ سو سال میں جو تفسیری لٹریچر امت کے اہل علم نے تیار کیا اس کے پورے احترام اور اس سے استفادہ کرتے ہوئے دور جدید میں تفسیری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس لٹریچر سے یک گونہ De-Contextualization کی خدمت بھی انجام دی، تاکہ اس ابدی ہدایت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے اور اس طرح کیا جاسکے جو اصل اور اوّلین Contextualization سے ہم آہنگ اور تواتر کے استقرار کا ضامن ہو۔ یہ بڑا نازک اور بڑا مشکل کام تھا اور بلاشبہ اسے اجتہادی لغزشوں سے مکمل طور پر پاک قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن انھوں نے یہ دونوں کام انسانی حد تک بڑی دقت نظر، بڑی ذمہ داری اور بڑے ادب و احترام سے انجام دیے اور قرآن کے طالب علموں کو بیسویں صدی ہی نہیں اکیسویں صدی کے مسائل اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لائق بنانے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔"(۳۹)

تاہم اپنی تمام تر خصوصیات کے باوجود تدبر قرآن انسانی نقائص اور بشری لغزشوں سے محفوظ نہیں ہے۔ بہت سے مقامات پر مولانا اصلاحی نے جمہور علما سے اختلاف کرکے اپنی الگ رائے قائم کی ہے اور اس سلسلے میں صحیح احادیث کو بھی قبول نہیں کیا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا اصلاحی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جو زنا کا ارتکاب کریں ان کے لیے رجم کی سزا کے قائل نہیں۔ وہ اس سیاق کی صحیح احادیث سے استدلال کرنے کے بجائے سورہ مائدہ آیت ۳۴ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع بحث بناتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرد وعورت کو خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، رجم کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی، جبکہ وہ اس کے عادی مجرم بن کر لا اینڈ آرڈر کے لیے مسئلہ بن جائیں اور معاشرہ میں نقض امن اور فساد برپا کردیں۔ صحابی رسول حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ کے واقعۂ رجم کو وہ اس کی نظیر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سورہ نور کی آیتِ جلدہ زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے قرار دیتی ہے اور یہی زنا کی سزا ہے، جو محصن و غیر محصن سب کے لیے عام ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے، ہاں اگر زانی اِس سزا سے قابو میں نہیں آرہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کرچکا ہے تو حکومت بطور 'نکال' اسے رجم بھی کرا سکتی ہے۔ یہ چیز قرآن سے ثابت ہے۔ (۴۰)

سزائے رجم کے تعلق سے مولانا اصلاحی اور دیگر منکرین کے درمیان فرق بس اتنا ہے کہ دوسرے منکرین رجم کو کلیتاً مسترد کرتے ہیں جبکہ مولانا اصلاحی رجم کو زانی محصن کی سزا کے بجائے آیت محاربہ پر عمل کرتے ہوئے بدمعاش اور فتنہ پرور افراد کے لیے مخصوص جانتے ہیں۔ عہد صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور اس کے بعد بھی کسی محدث، فقیہ اور عالم کا کوئی قول رجم کے خلاف منقول نہیں ہے۔ ابن منذرؒ و ابن حزمؒ جیسے اکابر اس پر اجماع امت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس باب میں مولانا اصلاحی کی تحقیق تفرد ہی میں شمار ہوگی۔

سورہ بقرہ آیت ۲۳۰ فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره کی تفسیر کرتے ہوئے بھی مولانا اصلاحی صحیح احادیث کی پروا نہیں کرتے اور آیت کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ یہاں عقدِ نکاح ہی مراد ہے اور اسے وطی کے معنی میں لینا غیر ضروری تکلف سے کام لینا ہے۔ آخری طلاق دینے کے بعد اگر کوئی شخص پھر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اور وہ اس کو طلاق نہ دے اس وقت تک یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے جائز نہیں ہوسکتی۔ مولانا اصلاحی یہاں ایک اشکال بھی قائم کرتے ہیں کہ تنکح میں فاعل عورت ہے اور وطی کرنا مرد کا کام ہے نہ کہ عورت کا۔

صحیح بخاری کی احادیث میں حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك (۴۱) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن کا مطلب جنسی مباشرت کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ جمہور علما نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی وطی اور ہم بستری کو یہاں ضروری قرار دیا ہے، مگر مولانا اصلاحی لغت اور عقل کا سہارا لے کر ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث کے بارے میں یہ تبصرہ کرتے ہیں:

''یہ مسئلہ درحقیقت پیدا ایک حدیث کی بنا پر ہوا ہے۔ قرآن سے اس کے لیے استدلال تو محض ایک نکتہ بعد الوقوع ہے، لیکن ہمارے نزدیک حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ بھی نہایت کمزور ہے۔ حدیث کے مختلف طریقوں کو جمع کر کے جو نتیجہ سامنے آتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ وہ قرآن کے بالکل موافق ہے۔'' (۴۳)

قرآن سے یہ موافقت کیسے پیدا ہوئی؟ اسے مصنف نے فقہ کا موضوع قرار دے کر نظر انداز کر دیا ہے۔ مولانا کا یہ رویہ نا قابل فہم ہی نہیں نا قابل تسلیم بھی ہے۔ یہ رائے اُن کے تفردات ہی میں شامل ہوگی۔

حدیث و سنت سے تفسیر میں استدلال کا معاملہ مولانا اصلاحی کے ہاں کافی کمزور ہے۔ وہ تفسیر القرآن بالقرآن کے اس حد تک پابند اور اس نظریہ کے اتنے بڑے وکیل اور ترجمان نظر آتے ہیں کہ احادیث نبویہ عام طور پر نظر انداز ہو جاتی ہیں یا ان کی مخالفت لازم آتی ہے۔ قرآن کریم سے متعارض کسی حدیث کے بارے میں اُن کا موقف بہت زیادہ مستحکم معلوم نہیں ہوتا۔ اس طرح کی احادیث پر انھوں نے توقف کیا اور اُس وقت اسے چھوڑ دیا جب اُن پر واضح ہو گیا کہ ''اس حدیث کو ماننے سے یا تو قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے یا اس کی زد دین کے کسی اصول پر پڑتی ہے۔ جہاں تک صحیح احادیث کا تعلق ہے، اس کی نوبت بہت کم آتی ہے کہ ان کی موافقت قرآن سے ہو ہی نہ سکے، لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آئی ہے تو وہاں میں نے بہر حال قرآن مجید کو ترجیح دی ہے اور اپنے وجوہ ترجیح تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔'' (۴۴)

اس منہج تفسیر پر سب سے بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ آخر کون کرے گا کہ قرآن کی زیر بحث آیت کی تفسیر کون سی قرآنی آیت کر رہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خود مفسر اپنے فہم و مطالعہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرے گا اور یہ فہم و مطالعہ اور اس کی بنیاد پر فیصلہ بہر حال ایک انسان کی کوشش ہوگی، خواہ وہ کتنا بڑا عالم قرآن اور عالم شریعت ہو، معصوم بہر حال نہیں ہوگا۔ یہ فہم اور فیصلہ اور اس کے نتیجہ میں وجود پذیر تفسیر قابل قبول اُسی وقت ہوگی جب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت کے موافق ہو۔ قرآن کو حدیث وسنت پر بالاتری اور ترجیح حاصل ہے، مگر کسی انسانی فہم ومطالعہ اور انسانی تفسیر کو یہ ترجیح اور فوقیت حاصل نہیں ہوسکتی، اس لیے تفسیر القرآن بالقرآن کے منہج تفسیر کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قرآن پاک کی ایسی تفسیر رد کردی جائے جو متعلقہ آیت کی بیان کردہ تفسیر نبوی کے خلاف ہو۔ بعض محدثین نے اس سیاق میں غالباً اسی پس منظر میں یہ بات کہی ہے کہ السنة قاضية على الكتاب. (۴۵) قرآن کے مدلول اور معنی کی تعیین سنت کرتی ہے اور یہ تعیین حتمی اور واجب التسلیم ہے۔ سنت کی اِس تشریح وتبیین کے خلاف کسی مسلمان کو کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ امام شافعیؒ، خطیب بغدادیؒ اور ابن عبدالبرؒ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ (۴۶) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی یہی توجیہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کے مفہوم میں مختلف احتمالات ہوں تو معنی مراد کی تعیین سنت سے ہوگی۔ وإذا كان القرآن محتملاً لوجوه فالسنّة قاضيةٌ عليه. (۴۷) امام احمد بن حنبل نے اس تعبیر کو پسند نہیں کیا ہے اور اسے جسارت قرار دیا ہے، تاہم وہ بھی اسی مفہوم کے حامل ہیں۔ فرماتے ہیں: ماأجسر على هذا أن أقوله ولكن السنّة تفسّر الكتاب وتعرف الكتاب وتبينه. (۴۸)

مولانا اصلاحی تفسیر قرآن میں سنت کو قطعی ماخذ کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، مگر صرف سنت متواترہ مشہورہ کو، باقی احادیث کو انھوں نے ظنی مآخذ میں شامل کیا ہے، جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہے۔ (۴۹) سنت کا تعلق اصلاحی فکر کے مطابق عملی زندگی سے ہے اور اس کی بنیاد امت کے عملی تواتر پر ہے۔ یہ سنت مثل قرآن ہے، اپنے ثبوت میں قرآن کا ہم پایہ ہے۔ ان دونوں کو ادنیٰ واعلیٰ اور مقدم ومؤخر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (۵۰)

مولانا اصلاحی کے اس موقف پر بھی متعدد اشکالات قائم ہوتے ہیں۔ حدیث وسنت کے درمیان یہ تفریق اور اس کے نتیجہ میں ان کی استنادی حیثیت کی درجہ بندی مولانا اصلاحی کا تفرد ہے۔ جمہور امت حدیث وسنت کے صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ریکارڈ کو سنت کا مستند ذخیرہ مان کر اس سے استناد کرتی ہے اور یہ موقف کم وبیش سارے مقبول ومعتبر فقہی وکلامی مسالک کا ہے۔ چودہ صدیوں کا تعامل یہی ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں علمائے حدیث نے احادیث صحیحہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجت تسلیم کیا ہے اور اس طرح کی تفریق اور اس کے نتیجہ میں حدیث کی معتبریت پر سوالیہ نشان لگانے کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس منہج تفسیر کی ایک نمایاں کمزوری احادیث سے استدلال کے باب میں قابل گرفت تساہل وتغافل اور قابل تنقید اعراض وچشم پوشی کا رویہ ہے۔ نظری طور پر مولانا اصلاحی احادیث وآثار صحابہ کی اہمیت، ان کے تقدس، اُن کی پاکیزگی وبلندی اور اُن سے بھرپور رہنمائی کے حصول پر زور دیتے ہیں، مگر خود 'تدبر قرآن' میں ان کا عملی رویہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے ایک جائزہ سے لگایا جاسکتا ہے:

۱- تدبر قرآن جلد اوّل ۶۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں صرف سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ایک مقام پر صحیحین کا، ایک جگہ صحیح مسلم کا اور ایک جگہ ترمذی کا نام آیا ہے، باقی چودہ حدیثوں کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں۔

۲- جلد دوم ۶۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دس حدیثوں کا تذکرہ ہے۔ ایک مقام پر متفق علیہ حدیث کا حوالہ ہے، بقیہ تمام احادیث بغیر حوالہ نقل کی گئی ہیں۔

۳- جلد سوم ۶۶۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۴ مقامات پر حدیثوں کا ذکر ہے اور وہ بھی بغیر حوالہ۔ ایک مقام پر حدیث بطور مکرر درج ہے، گویا اس جلد میں صرف تین احادیث کا ذکر ہے۔

۴- جلد چہارم کے ۶۹۰ صفحات میں صرف دو جگہ ایک ہی حدیث مکرر درج ہے اور دونوں جگہ حوالہ نہیں ہے۔

۵- جلد پنجم ۷۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آٹھ احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں سے چار ابوداؤد، ترمذی اور دو صحیح مسلم کے حوالہ کے ساتھ اور دو بغیر حوالہ درج ہیں۔

۶- جلد ششم کے ۶۱۲ صفحات میں صرف ۷ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ صحیح بخاری کا نام دو جگہوں پر اور ترمذی کا ایک مقام پر ہے، باقی احادیث کا حوالہ نہیں ہے۔

۷- جلد ہفتم کے ۶۳۴ صفحات میں صرف سات حدیثیں درج ہیں۔

اسی پر باقی دو جلدوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا سات جلدوں کے ۴۵۸۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات میں صرف ۱۵۵ احادیث درج ہیں۔(۵۱)

ان مختصر معروضات کے باوجود یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تدبر قرآن تفسیری ادبیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ نظم قرآن کے پہلو سے پورے قرآن کو منظم و مربوط ثابت کرنے کی محمود سعی بے نظیر ہے اور پوری امت مسلمہ ممنون ہے کہ مولانا اصلاحی نے تفہیم قرآن کی راہ میں ایک سنگ میل نصب کر دیا ہے۔ وہ خداوند قدوس کی بارگاہ میں مقبول و محترم ٹھہریں گے اور اپنی اس لازوال خدمت کا بھرپور اجر وصول کریں گے، انشاء اللہ۔

علمائے کرام، طلبہ مدارس عربیہ اور شائقین علوم قرآن کو اس مکتب فکر اور اس کی نمائندہ تفسیر تدبر قرآن کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے اور اصولی طور پر اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ علما اور دانشوروں کی خدمات اور ان کے افکار و عطیات امت مسلمہ کا ورثہ ہیں، جن کا منصفانہ و غیر جانب دارانہ تجزیہ اور قدر و قیمت کا صحت مند تعین ضروری ہے، تاہم انھیں خطا و لغزش سے یکسر محفوظ اور معصوم قرار نہ دیا جائے کہ یہ مقام صرف کتاب و سنت کا ہے۔

تعلیقات وحواشی

۱۔ چنانچہ علامہ شبلی کی وفات کے تیسرے دن ہی ان کے علمی و تعلیمی منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ایک حلقہ "جماعت نعمانیہ" کے نام سے قائم ہوا، جس کے صدر مولانا فراہی مقرر ہوئے۔ (سید سلیمان ندوی، یاد رفتگاں، کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۱۴۲-۱۴۳) زیادہ تر مآخذ میں اس حلقہ کا نام "اخوان الصفا" ملتا ہے۔ بہر حال مولانا فراہی اس حلقہ کے بانی صدر قرار پائے، جس نے آگے چل کر ۱۹۱۴ء ہی میں دار المصنفین قائم کیا۔ یہ مولانا شبلی سے اُن کی عقیدت و محبت ہی کا ثمرہ ہے کہ ہر جگہ اپنے استاد کا نام بڑی محبت سے لیتے ہیں اور اپنی تمام خدمات میں استاد کی شرکت و تعاون اور رہنمائی پر فخر کرتے ہیں۔

۲۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۱۳۶

۳۔ 'ذکر فراہی' کے مصنف آرنلڈ سے کسی قسم کے استفادہ اور ان کے افکار و نظریات کے فراہی پر کسی انعکاس سے انکار کرتے ہیں۔ انھیں فراہی کے دوسرے سوانح نگاروں کی رائے ماننے میں کافی اشکالات ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے آرنلڈ کو اساتذۂ فراہی کی فہرست میں شامل تو کردیا ہے، مگر ان کے نزدیک یہ تحقیق طلب ہے۔ (حوالہ بالا، ص ۱۴۰) مگر ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلّی، مولانا فراہی کے علمی و ذہنی سفر میں علی گڑھ کو ایک اہم پڑاؤ مانتے ہیں، جہاں وہ نہ صرف عصری علوم سے آشنا ہوئے بلکہ عصری اسلوب و مزاج اور عصری اندازِ تحقیق و ترسیل سے پوری واقفیت بہم پہنچائی۔ یہیں انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا اور فلسفہ جدیدہ کے ذوق آشنا ہوئے۔ (دیکھیے مضمون: ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کی فکری و اصلاحی تحریک، ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ، ج ۶ شمارہ ۱-۲، جنوری - دسمبر ۱۹۹۱ء، ص ۸۷)

ٹامس واکر آرنلڈ (Thomas Walker Arnold) ۱۸/اپریل ۱۸۶۴ء کو ہیون پورٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۸۸۳ء میں وہ کیمبرج گئے، وہاں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے وہ پروفیسر رابرٹسن اسمتھ سے کافی متاثر ہوئے، جنھوں نے مذہب اسلام اور عربی و فارسی زبانوں سے محبت ان کے اندر پیدا کی۔ دوران طالب علمی اسلام کے موضوع پر ایک مقابلہ مضمون نویسی میں حصہ لیا اور ناکام رہے۔ انھوں نے فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانوں میں مہارت بہم پہنچائی اور اسپانوی، ہالینڈی، پرتگالی اور روسی زبانوں سے بھی واقفیت حاصل کی۔ اس کے بعد عربی اور سنسکرت میں بھی کافی استعداد پیدا کرلی۔

۱۸۸۸ء میں آرنلڈ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ میں پروفیسر مقرر ہوئے اور یہاں ۱۸۹۸ء تک برسر تعلیم و تدریس رہے۔ سرسید کی تعلیمی تحریک کے دست و بازو بنے۔ مولانا شبلی نعمانی، مولانا عباس حسین اور مولانا خلیل احمد سے کافی دوستی کرلی۔ ان کی علمی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے اور انھیں بھی کافی متاثر کیا۔ مولانا شبلی نے فرانسیسی زبان انہی سے سیکھی۔ ۱۸۹۶ء میں مشہور کتاب Preaching of Islam لکھی اور اشاعت اسلام میں صوفیاء کے کردار کی نظریہ کاری کی۔ غریب طلبہ کی امداد و اعانت کے لیے 'انجمن الفرض' قائم کیا۔ وہ مسلمانوں کے مسائل سے اتنے قریب اور وابستہ ہوئے کہ علی گڑھ سے اُن کی رخصتی پر شبلی نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا:

آرنلڈ آں کہ دریں شہر و دیار آمد و رفت — دلبرے بود کہ مارا بکنار آمد و رفت

آمدن آں گونہ بہ کالج کہ بہ گلزار نسیم — رفت زاں سان کہ تو گوئی بہار آمد و رفت

(آرنلڈ اس شہر اور دیار میں آئے اور چلے گئے، وہ ہمارے رفیق اور محبوب تھے، آغوش میں آکر چلے گئے۔ وہ کالج میں کیا آئے کہ بادِ بہاری آگئی چمن میں اور رخصت کیا ہوئے کہ خزاں نے بسیرا بنالیا۔)

علی گڑھ سے رخصت ہوکے گورنمنٹ کالج لاہور کا رخ کیا اور وہاں کے احباب میں 'صوفی' کے لقب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مشہور ہوئے۔ یہاں انھوں نے ظفرالدین کے ساتھ مل کر سواء السبیل لمعرفۃ المعرب والدخیل کی تحقیق کی اور کتاب الملل والنحل از شہرستانی کے ایک انتخاب احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ المعتزلی کی ترتیب وتدوین کے بعد اسے شائع کرایا۔ یہاں علامہ اقبال ان سے کافی متاثر ہوئے اور فلسفہ جدیدہ کے موضوع پر ان سے بہت استفادہ کیا، چنانچہ لاہور سے آرنلڈ کے چلے جانے کے بعد اقبال نے 'نالہ فراق' کے عنوان سے انھیں یاد کیا:

ذرّہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا ۔۔۔ آئینہ ٹوٹا ہوا، عالم نما ہونے کو تھا
نخل میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا ۔۔۔ آہ! کیا جانے کوئی، میں کیا سے کیا ہونے کو تھا
ابر رحمت دامن از گلزار من برچیدہ و رفت ۔۔۔ اند کے برغنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

۱۹۰۴ء میں آرنلڈ لندن واپس ہوئے اور انڈیا آفس لائبریری میں نئے عہدے کا چارج لیا اور پھر مختلف عہدوں اور مناصب پر وہ یکے بعد دیگرے فائز ہوتے رہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے انگلش ایڈیٹر کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ انسائیکلوپیڈیا آف ایلیجن اینڈ ایتھکس میں بھی کئی مقالات انھوں نے ترتیب دیے۔ ۱۹۲۴ء میں اپنی نئی کتاب The Caliphate چھپوائی۔ علوم شرقیہ اور اسلام و مسلمانوں پر متعدد علمی و تحقیقی منصوبوں کی تکمیل کی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں قاہرہ یونیورسٹی میں اپنی شریک حیات کی بیماری کے باوجود متعدد لیکچر دیے، بالآخر ۹ رجون ۱۹۳۰ء کو لندن ہی میں وفات پا گئے۔ ان کے علمی کارناموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

Bakhtyar Hasan Siddiqi, T.W.Arnold: Life and Works, Iqbal, Lahore, Vol.XVI, No.3, January 1968, pp. 59-67

۴۔ حمیدالدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، اردو ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ اعظم گڑھ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء، ص ۱۳

۵۔ اس ضمن میں علمائے ادب و بلاغت کے نظریات کے مطالعہ کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی، قرآن کریم میں نظم و مناسبت۔ دور اوّل کے علمائے ادب و بلاغت کے افکار کا مطالعہ، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۹۸ء، صفحات ۲۶۸، پاکستانی ایڈیشن دارالتذکیر، رحمٰن مارکیٹ لاہور، ۱۹۹۹ء

۶۔ حمیدالدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، حوالہ بالا، ص ۲۹

۷۔ نفس مصدر، ص ۲۹، علوم القرآن کی تاریخ ایسے علما کے ذکر سے بھی خالی نہیں ہے جنھوں نے قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک میں کسی قسم کے ربط کی تلاش کو عبث قرار دیا ہے، جیسے سلطان العلماء عز الدین بن عبدالسلام (۵۷۷-۶۶۰ھ) اور مفسر قرآن محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ)۔ ان کے نظریات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی، حوالہ بالا، ص ۳۴-۴۴)

۸- الامام عبدالحمید الفراہی، رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن (دلائل النظام، أساليب القرآن، التكميل فی أصول التاويل)، الدائرة الحميديه، اعظم كره، ۱۹۹۱ء/ ۱۴۱۱ھ، ص ۸۶-۸۷ (الفرق بين المناسبة والنظام)

۹- نفس مصدر، ص ۸۷ کا حاشیہ

۱۰- نفس مصدر، ص ۸۷

۱۱- نفس مصدر، ص ۸۸-۸۹ (الوحدانیۃ)

۱۲- نفس مصدر، ص ۸۹

۱۳- نفس مصدر، ص ۹۱

۱۴- تفسیر نظام القرآن، حوالہ بالا، ص ۴۲۹-۴۴۷

۱۵- مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، ۱۹۶۷ء، ج اوّل، ص ل-م

۱۶- نفس مصدر، ص م-س

۱۷- مولانا فراہی نے فہم نظم قرآن کے متعدد حجابات بیان کیے ہیں اُن میں ایک حجاب امت کا مختلف فرقوں اور گروہوں میں منقسم ہو جانا ہے۔ اس صورت حال نے ہر فرقہ کو مجبور کیا کہ قرآن کے اُسی مفہوم کو اختیار کرے جس سے اس کے فرقہ کی تائید ہوتی ہو، چنانچہ انھوں نے ایک مخصوص تاویل ہی کو پسند کیا، خواہ وہ ظاہر عبارت سے ہم آہنگ ہو یا مختلف احتمالی و امکانی مفاہیم میں سے کسی ایک کے مناسب حال ہو، جبکہ اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اگر آدمی پر کوئی فکر غالب ہو اور وہ مغلوب الوہم ہو تو قریبی مفہوم بھی اسے بہت دور کا لگتا ہے اور کمزور رائے بھی قوی دکھائی دیتی ہے۔ ہر گروہ کے ساتھ تاریخ میں یہی کچھ ہوا۔ ہر فریق نے اپنے مسلک کے مطابق حال تاویل اختیار کر لی اور اس صورت میں نظم کلام کی رعایت ممکن ہی نہ تھی۔ رسائل الامام الفراہی، حوالہ بالا، ص ۳۷

۱۸- بدرالدین اصلاحی، کلمۃ الجامع، رسائل الامام الفراہی، حوالہ بالا، ص ۱۷

۱۹- مولانا امین احسن اصلاحی، اساتذہ وطلبہ مدرسۃ الاصلاح کے نام زبانی پیغام، لاہور، ۱۶ر جنوری ۱۹۸۶ء، نقل کردہ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، حوالہ بالا، ص ۳۸۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰- نفس مصدر، ص ۳۸۱

۲۱- سابق ناظم مدرسۃ الاصلاح مولانا بدر الدین اصلاحی کے خطبہ استقبالیہ سے ماخوذ، جو اسلامک اسٹڈیز کانفرنس دار المصنفین اعظم گڑھ کے شرکا کے سامنے ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۹ء کو پڑھا گیا۔ ذکر فراہی، حوالہ بالا، ص ۳۸۱

۲۲- مدرسۃ الاصلاح کی ابتدا اور اس کا نصب العین، کوثر پریس سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۸۵ء، ص ۱۸-۱۹

۲۳- مولانا امین احسن اصلاحی کا تاثر، ذکر فراہی، ص ۳۸۰

۲۴- مفصل نصاب تعلیم کے لیے دیکھیے: ذکر فراہی، ص ۳۸۵-۳۸۷

۲۵- بدر الدین اصلاحی و عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی، مدرسۃ الاصلاح کا نصاب تعلیم، کوہ نور پریس، دہلی، ۱۹۶۲ء، ص ۵

۲۶- ذکر فراہی، حوالہ بالا، ص ۳۹۰

۲۷- نفس مصدر، ص ۴۰۴

۲۸- ماہنامہ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، اگست ۱۹۳۶ء ص ۳-۴ (شذرات)

۲۹- مولانا سلطان احمد اصلاحی، ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل، ادارہ علم و ادب، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء، ص ۲۹

۳۰- ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، ص ۵۶۹۔ غنیمت ہے کہ مولانا فراہی کے 'اہل بیت' میں جامعۃ الفلاح کا شمار ہوگیا۔ 'بالواسطہ تعلق' کے حوالہ سے سہی۔ اگر فاضل مصنف بالکل ہی تذکرہ نہ کرتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا۔

ترچھی نظر سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں میں اس پہ خوش ہوں، ہوں تو کسی کی نگاہ میں

۳۱- مہتمم تعلیمات کے علاوہ مجلس تعلیمی کے جن اراکین نے اس نصاب کی تیاری میں حصہ لیا اُن کے اسماء گرامی ہیں: مولانا ملک حبیب اللہ قاسمیؒ، مولانا ابوبکر اصلاحیؒ، ماسٹر عبدالحکیم صاحبؒ (شبلی کالج اعظم گڑھ)، مولانا عبدالحسیب اصلاحی، ڈاکٹر خلیل احمد (ناظم)، مولانا شہباز احمد اصلاحیؒ (صدر مدرس) اور جناب ابرار احمد صاحب۔

۳۲- مجلس تعلیمی کے اس اجلاس میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ، مولانا ابوالمکارم فلاحی ازہری، مولانا شبیر احمد اصلاحی، ڈاکٹر خلیل احمد اور مولانا محمد عیسیٰ قاسمی نے شرکت کی۔ ۱۴ر جون ۱۹۸۰ء کو مجلس تعلیمی کی ایک ہنگامی نشست مزید ہوئی، جس میں مولانا ابواللیث اصلاحیؒ، مولانا سید حامد علیؒ، مولانا افضل حسینؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا شبیر احمد اصلاحی نے مجوزہ خاکہ پر کافی بحث اور تبادلہ افکار کیا۔

۳۳- ۱۹۸۵ء کی مجلس تعلیمی کے اجلاس کو جن حضرات نے رونق بخشی اُن کے نام اس طرح ہیں: مولانا ابواللیث اصلاحیؒ، مولانا سیّد حامد علیؒ، مولانا ابوبکر اصلاحیؒ، منشی محمد انور اور عبدالحمید پانڈے۔ ان اراکین کے علاوہ مدعوئین خصوصی تھے: مولانا نظام الدین اصلاحی، مولانا نسیم احمد غازی، مولانا شبیر احمد فلاحی اور مولانا عبدالحسیب اصلاحی۔

۳۴- ۱۹۸۶ء کے اجلاس مجلس تعلیمی میں مولانا صدر الدین اصلاحیؒ، مولانا ابوالمکارم فلاحی ازہری، عبدالحمید پانڈے، منشی محمد انور اور مولانا عبدالحسیب اصلاحی شریک ہوئے۔

۳۵- اس اجلاس میں ناظم جامعہ حاجی عبدالمتین کے علاوہ مولانا ابوبکر اصلاحیؒ (نائب ناظم)، محمد اشفاق احمد (سکریٹری تعلیمات جماعت اسلامی ہند)، مولانا نظام الدین اصلاحی (صدر مدرس)، ڈاکٹر خلیل احمد، مولانا محمد عیسیٰ قاسمی، شیخ منیر احمد، مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی نے شرکت کی اور بڑے دوررس فیصلے کیے۔

۳۶- ۶-۷؍اگست ۲۰۰۴ء کو جامعۃ الفلاح نے ''دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور عصری تقاضے'' کے عنوان سے ایک کارگاہ منعقد کیا، جس میں جامعۃ الفلاح کے اساتذہ کے علاوہ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، جامعہ دارالسلام عمرآباد، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مرکز فروغ سائنس علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، جامعہ ہمدرد نئی دہلی اور دوسرے مدارس و مراکز کے نمائندے شریک ہوئے اور منظور کیا کہ ہائی اسکول کا سرکاری نصاب اپنے عربی و اسلامی علوم کے ساتھ مدارس میں اس طرح نافذ کیا جائے کہ عالمیت سے پہلے طلبہ اس نصاب کی تکمیل کے بعد مولوی کی سند حاصل کرلیں، جو ہائی اسکول کے مساوی کی حیثیت سے بعض ریاستوں میں تسلیم شدہ ہے۔ ان ضروری مضامین کی تدریس سے طلبہ جب فارغ ہوکر نکلیں گے تو زیادہ مؤثر طریقہ سے دین کی خدمت کرسکیں گے۔ ابھی یہ نصابی تبدیلی زیر غور ہے، لیکن ہے بہت انقلابی اور دوررس اثرات کی حامل۔

۳۷- نصاب تعلیم جامعۃ الفلاح، جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۱-۱۵

۳۸- فکر فراہی پر اصلاحی اضافوں کے لیے دیکھیے:

Mir Mustansir, Themetic and Structural Coherence in the Quran: Study of Islahi's Concept of Nazm, Indianapolis, U.S.A. 1983, pp. 125.

پروفیسر عبیداللہ فراہی نے ڈاکٹر میر مستنصر کے خیالات و افکار کا تنقیدی تجزیہ کیا ہے۔ دیکھیے ششماہی علوم القرآن، ج ۴، شمارہ ۲، جولائی - دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۰-۱۳۱، ڈاکٹر مستنصر کے مطابق مدنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتوں میں نظم و ترتیب کا قیام و نفاذ اور انھیں ایک عمود کے تحت مربوط کر کے اُن کی تفسیر کرنا مولانا اصلاحی کے لیے ایک چیلنج تھا، جس کا جواب انھوں نے خود اپنے طور پر دیا، کیونکہ استاد سے کوئی رہنمائی انھیں اس باب میں نہیں ملی۔ اسی طرح سورہ تحریم، مرسلات اور عبس کا عمود مولانا اصلاحی نے اپنے استاد سے مختلف بتایا ہے۔ وہ کئی سورتیں جن کی تفسیر مولانا فراہی نے نہیں کی، اُن کی اصلاحی تفسیر بھی طبع زاد ہے۔ اس طرح ڈاکٹر میر مستنصر نے نظم قرآن کے باب میں مولانا اصلاحی کا ایک مستقل درجہ متعین کیا ہے۔ سات گروپوں میں قرآن کو منقسم کرنے اور ہر سورہ کو زوج زوج قرار دینے کا نظریہ بھی فاضل مصنف کے نزدیک مولانا اصلاحی کا امتیاز ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی (علوم القرآن، ج ۱۳-۱۵، شمارہ جنوری ۱۹۹۸ء- دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۸۱-۱۱۴) نے اپنے مضمون 'تفسیر اصلاحی کے غیر فراہی عناصر' میں آیت بسم اللہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر سے لے کر سورہ آل عمران ختم تک کا جائزہ لیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اپنے استاد پر اضافہ الف تا ی یا از اوّل تا آخر ہے۔

۳۹- پروفیسر خورشید احمد، ''مولانا اصلاحی کی یاد میں''، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ۱۲۵، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۹۸ء، ص ۵۸-۵۹

۴۰- مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، ۱۹۸۲ء، ج ۴، ص ۵۰۰-۵۰۷

۴۱- صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب إذا طلقتها ثلاثاً ثم تزوجت بعد العدّة زوجاً غیرہ، ۳/۱۵۶

۴۲- مولانا احمد علی سہارنپوری، حاشیہ صحیح البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۶۱ء، ۲/۸۰۱۔ مولان فرماتے ہیں کہ قال جمهور العلماء ذوق العسيلة كناية عن المجامعة وهو تغيب حشفة الرجل فی فرج المرأة، وزاد الحسن البصری حصول الإنزال وهذا الشرط أفرد به عن الجماعة.

۴۳- مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، ۱۹۶۷ء، ج ۱، ص ۴۹۳-۴۹۴

۴۴- نفس مصدر، ص ۳۰

۴۵- احمد بن علی خطیب بغدادی، الكفاية فی علم الرواية، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۸ء، ص ۱۴

۴۶- محمد بن ادریس شافعی، کتاب الرسالہ، تحقیق احمد محمد شاکر، بیروت، المكتبة العلمية، ص ۱۰۰، نیز ابن عبدالبر، جامع بيان العلم وفضله، مصر، إدارة الطباعة المنيرية، ج ۲، ص ۱۹۱

۴۷- شاہ ولی اللہ دہلوی، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور، هيئة الاوقاف، ۱۹۷۱ء، ص ۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۸- خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، حوالہ بالا، ص ۱۵

۴۹- مولانا امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر حدیث، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۴ء، ص ۲۸

۵۰- نفس مصدر، ص ۳۵

۵۱- دیکھیے تفصیل کے لیے، اختر حسین لیکچرار شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج پتوکی کا مقالہ غیر مطبوعہ برائے ڈاکٹریٹ زیر نگرانی ڈاکٹر جمیلہ اللہ عبدالقادر، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، بر موضوع ''علوم اسلامی کی تشکیل جدید میں مولانا امین احسن اصلاحی کا کردار- تحقیقی مطالعہ''، ۲۰۰۴ء۔ یہ مقالہ زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کو محیط اور مفصل تجزیہ پر مشتمل ہے۔ کاش یہ جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے۔ مولانا اصلاحی کی خدمات کے جامع تذکرہ کے لیے دیکھیے: ششماہی علوم القرآن علی گڑھ کی خاص اشاعت، مولانا امین احسن اصلاحی نمبر، ج ۱۳، ۱۴، ۱۵، جنوری ۱۹۹۸ء تا دسمبر ۲۰۰۰ء، صفحات ۵۹۸ اور تدبر قرآن کے ناقدانہ مطالعہ کے لیے دیکھیے: مولانا جلیل احسن ندوی، تدبر قرآن پر ایک نظر، ماہنامہ زندگی رامپور، نومبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۰-۱۶، دسمبر ۱۹۸۲ء و جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۹-۱۳، جون ۱۹۸۳ء، ص ۹-۱۷، جولائی ۱۹۸۳ء، ص ۹-۱۵، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۹-۱۳، ستمبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۲-۱۸، اکتوبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۳-۲۰، نومبر ۱۹۸۳ء، ص ۷-۱۳، دسمبر ۱۹۸۳ء، ص ۷-۱۱، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۷-۱۵، فروری ۱۹۸۴ء، ص ۹-۱۴، مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۷-۱۵، اپریل ۱۹۸۴ء، ص ۷-۱۵، مئی ۱۹۸۴ء، ص ۱۴-۱۹، جون ۱۹۸۴ء، ص ۹-۱۵، جولائی ۱۹۸۴ء، ص ۹-۱۶، اگست ۱۹۸۴ء، ص ۸-۱۳، ۲۴ (۱۷ قسطیں)۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں تدریس قرآن
ایک جائزہ

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
ریڈر شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

شمالی ہندوستان میں جن دینی مدارس نے ملک وملت کی تعمیر میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، ان میں الجامعۃ الاشرفیہ اعظم گڑھ کا نام نامی بہت نمایاں ہے۔ اس ادارہ نے مرحلہ وار ترقی کی ہے۔ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم سے دارالعلوم اشرفیہ اور پھر الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے ملک وبیرون ملک میں متعارف ہوا۔

یہ ادارہ پہلے مدرسہ لطیفیہ مصباح العلوم کے نام سے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں قائم ہوا، مگر اس میں تعلیم صرف مکتب تک تھی۔ حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۷۶ء) جب ۱۹۳۴ء میں مبارکپور تشریف لائے تو ان کے قدوم میمنت لزوم سے نہ صرف مدرسہ نے ترقی کی بلکہ ان کے روحانی فیوض وبرکات سے پورا قصبہ مبارکپور ہی اخلاص ومحبت کا گہوارہ بن گیا۔ لوگوں کے روزگار میں نہ صرف ترقی ہوئی بلکہ ان میں دینی شعور بھی بیدار ہوا۔

شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بدست جمعہ ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۸؍جنوری ۱۹۳۵ء میں قلب مبارکپور میں ایک وسیع آراضی پر دارالعلوم اشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سن ہجری ۱۳۵۳ھ کے اعتبار سے اس کا تاریخی نام ''باغ فردوس''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب ہوا۔ دارالعلوم اشرفیہ اہل سنت مصباح العلوم اس کا مکمل نام تجویز ہوا۔ مصباح العلوم چونکہ اس ادارہ کے نام کا باقاعدہ ایک جزو ہے، اس لئے اس ادارہ کے فارغین فضلاء اپنے نام کے ساتھ علمی انتساب کرتے ہوئے ''مصباحی'' لکھتے ہیں۔

دارالعلوم اشرفیہ اپنی تعلیمی خدمات کی بنا پر پورے ہندوستان میں متعارف ہے۔ بڑے بڑے جید علماء نے اس خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کر کے ملک وملت کی خدمت کی ہے۔ صاحب نزہۃ القاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی برکاتی اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہم الرحمہ جیسے صاحبان فضل وکمال اس ادارہ سے فارغ ہوئے جن کی علمی ودینی خدمات سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔

۱۹۷۲ء میں مبارک پور کی سرزمین پر کل ہند تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں ملک بھر سے اہل سنت و جماعت کے سرخیل علما شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۲۱ء) کے فرزند ارجمند مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۸۱ء) کے مقدس ہاتھوں قصبہ مبارکپور سے باہر پچاس ایکڑ زمین پر علم وفن کا ایک شہر بسانے کے مقصد سے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس ادارہ کے درج ذیل مقاصد طے کئے گئے۔

۱. تحقيق منهج تعليمی شامل ينال القبول لدى جميع الاساتذة العباقرة والعلماء النوابغ ويودع فی طلابنا مؤهلات وكفأة العميقة الجذور فی المنقولات والمعقولات والشعور والتدبر الدينی كما تنشأ فيهم صلاحيات التغلب على القضايا الحديثة والشؤن الراهنة و عاطفة حماية حكمية و حماسية عن الاسلام والمسلمين فی مواجهة الالحاد والمادية.

۲. انشاء اقسام عديدة للتحقيق والتخصيص فی علوم و فنون عديدة ومن أهم اهدافنا تهيئة رجال نوابغ و عباقرة فی صنوف شتى ليتهنا لمعاهدنا اساتذة بارعون فی جميع العلوم الدينية الذين يكاد ينعدمون فی الايام الراهنة من اوساطنا العلمية والفنية، هكذا تهئ علماء مهرة فی اللغة الانجليزية

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والسنسكرتية كلتيهما مع الادب العربي لينقلوا الذخائر الاسلامية في تلك اللغتين خطابة وكتابة۔ (الجامعة الاشرفية، ص ۱۳)

۳۔ نهئ جماعة من المتخرجين الذين يتعلمون الطب والفنون الاخرى على اساس الصلاحيات والوجهات بعد أن يكملوا منهاجا تعليماً خاصاً في المنهج النظامي في هذه الدار، ليحاولوا تحقيق حقل جديد لعيشهم ويلعبوا دوراً هاماً في القيام بالخدمة الدينية متطوعين.

''ا۔ زیر تعمیر ادارہ کے ذریعہ ہم ایک ایسا جامع اور قابل قبول نظام تعلیم بروئے کار لائیں گے جو ہمارے طلبہ میں منقولات و معقولات کی ٹھوس قابلیت اور دینی فکر و بصیرت کے ساتھ ساتھ نئے دور کے مسائل پر بھی قابو پانے کی صلاحیت پیدا کرے اور الحاد و مادیت کے مقابلے میں اسلام کی صحیح وکالت کرنے کا حوصلہ عطا کر سکے۔

۲۔ مختلف علوم وفنون میں کسی خاص فن میں ''تحقیق و تخصیص'' کے درجات قائم کر کے امتیازی اور انفرادی قابلیت کے افراد پیدا کرنا ہمارا سب سے اہم مقصد ہے تا کہ مختلف علوم وفنون میں محققانہ بصیرت رکھنے والے اساتذہ ہماری درس گاہوں کو مل سکیں جن کا سلسلہ اب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اسی طرح ہم عربی ادب کے ساتھ انگریزی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں مہارت رکھنے والے علما پیدا کریں گے تا کہ اسلامیات کا ذخیرہ تحریراً اور تقریراً دونوں زبانوں میں منتقل کر سکیں۔

۳۔ صلاحیت اور ذوق طبع کی بنیاد پر ہم علما کا ایک ایسا دستہ تیار کریں گے جنہیں درس نظامی کا مخصوص نصاب پڑھا کر فن طب یا کسی دوسرے صنعتی فن کی طرف منتقل کر دیں تا کہ وہ اپنے ذریعہ معاش کے لئے کوئی نیا میدان تلاش کریں اور وہاں اعزازی طور پر دین کی خدمت انجام دیں۔''

درج بالا مقاصد کے تحت اس ادارہ کے فضلاء کو ملک و ملت کے لئے مؤثر بنانے کے لئے قدیم و جدید علوم کے ماہرین کی نگرانی میں اس کے نصاب کی تشکیل جدید کی گئی اور اس میں عصر حاضر کے مطابق کئی جدید مضامین کے اضافے کئے گئے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس ادارہ کے فضلاء دینی، علمی، ادبی اور سیاسی تمام شعبوں میں ملت کی رہنمائی کا اہم فریضہ انجام دینے لگے۔ ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند میں اس ادارہ کی تعلیم کی شہرت ہوئی، جس کے سبب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے ممالک کے طلبہ نے اس ادارہ کی طرف رخ کیا اور یہاں کے تعلیمی نصاب کی تکمیل کر کے فضیلت کی سند حاصل کی۔ دوسرے ممالک کی جامعات سے اس ادارہ کا تعلیمی رشتہ استوار ہوا، جس کے باعث اس ادارہ کے فضلا اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے ان عصری جامعات سے وابستہ ہوئے اور بعض اپنی تعلیم مکمل کر کے وہیں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں صرف عربی درجات کی تعلیم ہے، البتہ اس کے زیر اہتمام ۹ اسکول اور ہیں جہاں طلبہ و طالبات کے لئے ابتدائی اور ثانوی درجات کی تعلیم اور صنعت وحرفت کا جداگانہ انتظام ہے، جن کی تفصیل کا نہ تو یہاں موقع ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت، البتہ ان اداروں میں جو مضامین شامل درس ہیں ان کی تعداد ۲۶ ہے، جو ثانویہ اور ابتدائی درجات میں منقسم ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں جہاں عالیہ اور علیا درجات کی تعلیم ہے، وہاں علی الترتیب ۱۴ اور ۱۶ مضامین شامل ہیں۔ ان دونوں درجات میں تدریس قرآن کو اوّلیت دی گئی ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے نصاب تدریس قرآن کا سلسلہ درجہ اطفال سے ہی ناظرہ کی شکل میں شروع ہو جاتا ہے اور پھر تعلیم کے ہر مرحلہ میں قرآنی مضامین کسی نہ کسی حیثیت سے شامل درس ہوتے ہیں۔ ناظرہ قرآن سے لے کر ترجمہ قرآن اور پھر تفسیر، اصولِ تفسیر اور اعجاز قرآن کے متعلق بحثیں اور کتابیں ہر مرحلہ تعلیم میں شامل درس ہیں۔ کتب تفاسیر کی متداول کتابیں جلالین شریف، مدارک شریف اور بیضاوی شریف، جو ملک کے دیگر اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں، وہ اس ادارہ میں بھی شامل نصاب ہیں اور نہ صرف شامل نصاب ہیں بلکہ امتحانات میں انہیں مکمل طور پر اہمیت دی جاتی ہے۔ قرآنی موضوعات پر مقالے بھی لکھوائے جاتے ہیں۔

درجات عالیہ جو چار سال پر مشتمل ہے، اس کے ہر تعلیمی سال میں تفسیر و اصول تفسیر بحیثیت ایک مضمون شامل درس ہے، جس کے ضمن میں درج ذیل سورتوں کی تدریس دی جاتی اور اس کے اسرار و رموز سے واقف کرایا جاتا ہے:

البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدۃ، الانعام، الاعراف، یونس، ھود، یوسف، الرعد، ابراھیم، الحجر، النحل، الاسراء، الکھف، مریم، طٰہٰ، الانبیاء، المؤمنون، الفرقان، الشعراء، النحل، القصص، العنکبوت، الروم، لقمان،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السجدة، الانفال، التوبة، الحج، النور، الاحزاب، الفتح وغیرہ۔

قرآن کریم کی ان سورتوں کی تفہیم وتدریس کے لئے جن کتب تفاسیر کو شامل درس کیا گیا ہے اور جن کتابوں کو طلبہ کے مطالعہ میں رکھنے کی اساتذہ کی طرف سے تلقین کی جاتی ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- کنز الایمان، ترجمہ قرآن حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲- جلالین شریف

۳- التیسیر اختصار ابن کثیر

۴- ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم

۵- التفسیرات الاحمدیة للشیخ ملا جیون

۶- أحکام القرآن للرازی

۷- أحکام القرآن للقرطبی

۸- تفسیر ابن کثیر

۹- تفسیر قاضی بیضاوی

۱۰- الفوز الکبیر لشاہ ولی اللہ الدھلوی

۱۱- الاتقان للسیوطی

جامعہ اشرفیہ میں آخری تعلیمی مرحلہ ''علیا'' کے نام سے متعارف ہے۔ یہ مرحلہ دو سال پر مشتمل ہے۔ اس مرحلہ کی تکمیل کے بعد طالب علم کو فضیلت کی سند دی جاتی ہے، جس کی بنیاد پر وہ کسب معاش میں مصروف ہوسکتا ہے یا اسی ادارہ میں تخصص میں داخلہ کا مجاز ہو جاتا ہے یا ہندوستان یا ہندوستان سے باہر جہاں جہاں اس کی سندیں منظور ہیں اس میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ لے سکتا ہے۔ تعلیم کے اس مرحلہ میں زمخشری کی کشّاف سے البقرۃ، آل عمران اور المائدۃ کی تفسیر پڑھائی جاتی ہے اور اعجاز قرآن کے تعلق سے معلومات فراہم کرنے کے لئے امام باقلانی کی اعجاز القرآن کا مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ تفسیر آیات القرآن اور مبہمات القرآن کی تفسیر وتشریح بھی معیاری کتابوں کی روشنی میں کرائی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کی تدریس کے علاوہ قرآن حکیم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کے لئے باضابطہ ایک شعبہ تجوید وترتیل بھی قائم ہے، جس میں سیکڑوں طلبہ بروایت حفص قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کے علاوہ قرأت سبعہ اور عشرہ کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کا درس حاصل کرتے ہیں۔

قرآن فہمی کے تعلق سے معنی ومفہوم کے علاوہ احکام، شانِ نزول، عظمت توحید ورسالت اور قصص میں راجح روایات ہی کو بنیاد بنا کر گفتگو کی جاتی ہے۔ فقہ کے درس میں اساتذہ کرام مسائل کے استنباط کے لئے اوّلاً قرآن حکیم کی آیتوں کا سہارا لیتے ہیں اور طلبہ کو بھی اس طرف راغب کرتے ہیں اور یہی منہج حدیث اور عربی ادب کی درس گاہوں میں اساتذہ اختیار کرتے ہیں۔

تدریس کی گوناگوں مصروفیات کے علاوہ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ پرورش لوح وقلم میں خاصا وقت صرف کرتے ہیں۔ ان اساتذہ کے نوک قلم سے متعدد موضوعات پر بیشتر کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر اہل علم تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کتابوں میں کچھ درسی اور بعض غیر درسی ہیں۔ جو کتابیں داخل درس ہیں ان کی تحشیہ نگاری کا اہم کارنامہ ابھی جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ نے انجام دیا ہے۔ اس تعلق سے بیسیوں کتابیں ''مجلس برکات'' کے زیر اہتمام شائع ہوچکی ہیں۔ قرآنیات کے موضوع پر اس ادارہ کے اساتذہ کے نوک قلم سے جو کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے

۱- **معارف التنزیل فی شرح مدارک التنزیل:** مدارک التنزیل تفسیر کی وہ اہم کتاب ہے جو ہندوستان کے بیشتر مدارس میں داخل درس ہے۔ اس کی اردو زبان میں ترجمہ وتشریح کرنے کا سلسلہ مولانا انظر شاہ کشمیری استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند نے شروع کیا تھا، مگر وہ تین پارے تک ہی لکھ سکے، پھر وہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب اس حصہ کی مبسوط شرح جو درس نظامی میں داخل درس ہے، پہلی بار جامعہ اشرفیہ کے ایک سابق استاذ حضرت مولانا عبداللہ خاں عزیزی کے نوک قلم سے جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہے۔ اس شرح کی پہلی جلد جو ۷۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، اسی سال زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے، دوسری جلد زیر طبع ہے۔ باقی جلدوں پر کام جاری ہے۔ اس تفسیر کے کچھ حصے بطور نمونہ ماہنامہ جامعہ روناہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیض آباد میں ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہے ہیں۔

۲- حاشیہ مدارک التنزیل: الجامعۃ الاشرفیہ کے پرنسپل حضرت مولانا محمد احمد مصباحی مدارک التنزیل کا حاشیہ لکھ رہے ہیں۔ کافی حد تک کام ہو چکا ہے۔ یہ حاشیہ مکمل ہوتے ہی ''مجلس برکات'' کے زیر اہتمام شائع ہو جائے گا۔ یہ بھی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بیضاوی شریف کی شرح بھی آپ ہی کے زیر قلم ہے۔

۳- فضائل القرآن: یہ انتہائی ایک اہم تصنیف ہے جو جامعہ اشرفیہ کے ایک سابق استاد حضرت مولانا افتخار احمد قادری حال شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ نے لکھی ہے، جو پہلی بار ہندوستان سے المجمع الاسلامی کے زیر اہتمام شائع ہوئی، اس کے بعد ہندو پاک سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ فضائل قرآن کے مصنف اپنی کتاب کے تعلق سے لکھتے ہیں:

> ''قرآن مجید روشنی ہے، نور ہے، سامان تجارت ہے، دلوں کے زنگ کا علاج ہے۔ وہ اللہ کی مضبوط رسّی ہے، نور مبین ہے، ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے۔ مضبوط بندھن ہے، کم زیادہ چھوٹی بڑی ہر چیز کو حاوی اور محیط ہے۔ اوّلین اور آخرین کا رہنما اور راہبر ہے۔ اس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے اور اس کے غرائب کی کوئی انتہا نہیں، اس کے فضائل بے شمار ہیں، اس کی تلاوت کا اجر بے حد وحساب ہے۔'' (فضائل قرآن، ص ۷، مطبوعہ ۱۹۸۱ء)

پھر یہی مصنف آگے چل کر لکھتے ہیں:

> ''اس (کتاب کی تالیف) سے ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ اہل ایمان قرآن عظیم کی طرف متوجہ ہوں، اس کی تلاوت کریں، اس کا مطالعہ کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور یہاں بھی ایک باوقار انسان کی زندگی گزار سکیں اور آخرت میں بھی ایک عظیم منصب اور اعزاز سے سرفراز ہو سکیں۔'' (فضائل قرآن، ص ۲۵)

۴- تدوین قرآن: یہ شاہکار تصنیف جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل حضرت مولانا محمد احمد مصباحی کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہے۔ یہ کتاب بھی متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ مصنف کتاب لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے اس کتاب کی ترتیب میں زیادہ تر قرآن، تفسیر، حدیث، شروح حدیث اور دوسری کتابوں کو ماخذ بنایا ہے، جو اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، خصوصاً علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' سے بہت زیادہ مدد لی ہے، کیونکہ یہ بہت سی قدیم تصنیفات کا نچوڑ، ہزار ہا ہزار صفحات پر بکھری ہوئی نادر تحقیقات کا خلاصہ اور بعد کے اکابر علما کا قابل اعتماد مرجع ہے۔'' (تدوین قرآن، ص۶، مطبوعہ ۱۹۸۱ء)

۵- **مسائل القرآن:** یہ جامعہ اشرفیہ کے سابق استاذ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی کی شاہکار تصنیف ہے، جس میں مصنف نے لکھا ہے کہ

''میں نے اٹھائیس ابواب کی شاہ سرخیوں کے تحت دو سو تیس عنوانوں اور پچاس قرآنی اعمال وفضائل قرآن وآداب قرآن وغیرہ پر مشتمل ہے اور ہر عنوان ایک مستقل مسئلہ ہے جس کو میں نے قرآنی آیتوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور میں نے اس کا التزام کیا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل میں قرآن مجید کی آیتیں ہی پیش کروں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں بجز چند حدیثوں کے جو مسئلہ کی توضیح کے لئے تحریر کر دی ہیں، دوسری چند حدیثوں اور فقہی حوالوں کو درج نہیں کیا ہے۔'' (مسائل القرآن، ص۴، الہ آباد ۱۴۰۵ھ)

۶- **عجائب القرآن** اور ۷- **غرائب القرآن:** یہ دونوں تصانیف بھی جامعہ اشرفیہ کے سابق استاذ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف ہیں جو عرصہ پہلے محلّہ کریم الدین پور گھوسی اعظم گڑھ سے شائع ہو چکی ہیں۔

یہ تصانیف اگرچہ براہ راست داخل درس نہیں، لیکن قرآن فہمی کے تعلق سے مطالعہ کے طور پر طلبہ ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کے نظم و بلاغت، واقعات واحکامات، ایجاز و اعجاز اور تراجم وتفسیر کے تعلق سے متعدد مقالے طلبہ واساتذہ کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آچکے ہیں، جن کی تفصیل جامعہ اشرفیہ کے زیر اہتمام پابندی سے شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اور ہند وپاک سے شائع ہونے والے دوسرے رسائل وجرائد میں دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے شیعی مدارس میں تدریس قرآن
ایک جائزہ

ڈاکٹر نثار احمد اعظمی
شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

قرآن مجید کے سلسلے میں بیشتر متقدمین ومتاخرین شیعی علماء کے نظریات وعقائد کو پڑھ کر ذہنی الجھن اور انتشار کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید جو بہ حالت موجودہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس پر مکمل طور سے ہمارا ایمان وعقیدہ راسخ ہے اور شیعہ علماء وافاضل بھی اُسے ایسا ہی تسلیم کرتے ہیں۔ پوری امت مسلمہ ایک عظیم کار ثواب اور ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے قرآن کی تلاوت، فہم ومطالعہ اور درس وتدریس کے کام میں زمانۂ قدیم سے مشغول و منہمک ہے۔ قرآن کے تراجم وتفاسیر لکھنے کا عمل بھی جاری ہے۔ حدیث نبوی ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما، کتاب اللّٰه وسنتی پر شیعہ حضرات کا بھی تمسک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے دینی عقیدہ امامت وعصمت کے مدنظر سنّتی کا مفہوم عترتی یا اهل بیتی تک وسیع کرتے ہیں، مگر قدمائے شیعہ محدثین وفقہاء کی ایک بڑی جمعیت قرآن میں تحریف وتبدل کی دعویدار ہے۔ متاخرین علماء بھی اسی نقطہ نظر کے قائل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف وتبدل کا نظریہ رکھتے ہوئے اُن کا ایمان وعقیدہ مضبوط و راسخ سمجھا جائے گا؟ طبقہ محدثین ومفسرین کی کتب احادیث وتفسیر وفقہ کے مطالعے کے بعد اس طرح کا سوال ذہن ودماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ بہت غور وخوض اور تطابق کی کوشش کے باوجود افراط و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفریط سے ہٹ کر ایک درمیانی راہ نکالنا بھی مشکل نظر آتا ہے۔

دراصل شیعہ علماء و افاضل قرآن میں تحریف کے مسئلے پر دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ اکثریت پر مشتمل ایک گروہ شدت کے ساتھ قرآن مجید میں تحریف وتبدل اور اسقاط حروف و کلمات کا حامی ہے، جبکہ اقلیت پر مشتمل دوسرا گروہ قرآن میں کسی طرح کی تحریف وتبدیلی کا منکر ہے۔ اُس کی دلیل ہے کہ جب خدائے عزوجل کا وعدہ ہے: **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.** (سورۃ الحجر ۹:۱۵) تو کیسے ممکن ہے کہ قرآن میں تحریف وتبدیلی راہ پا سکے۔ چونکہ حق وصداقت پسند علماء ہر زمانے میں موجود رہے ہیں اور دین وایمان کی حفاظت وسلامتی کے تئیں اپنے مستند اقوال و آراء کو تصنیفات و تالیفات میں محفوظ کرتے گئے ہیں، تاکہ جمہور امت کے صحیح و سالم اور راسخ عقیدے کی پاس داری ہو سکے، تاہم بربنائے مخاصمت ومناظرہ جب کسی طرح کی نظریاتی شدت کا اظہار علماء کی جانب سے ہوتا ہے تو بیشک وقتی طور پر ماحول و ظروف میں اُس کے اثرات حاوی ہو جاتے ہیں، لیکن متانت وسنجیدگی کا ماحول برقرار ہوتے ہی لوگ اپنے امن و اعتدال پسندانہ رویے پر عود کر آتے ہیں جس کے وہ پہلے بھی قائل تھے۔ اسی کے مطابق ان کا عمل بھی ہموار و استوار ہو جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح کی کیفیت سے شیعہ حضرات بھی دوچار ہوتے رہے، پھر بھی ان کا عقیدہ وعمل جادۂ حق سے وابستہ رہا۔ یہ باتیں قرآن مجید کے تعلق سے بہر حال وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں۔ جس کی تصدیق قرآن فہمی اور اس کی تعلیم وتدریس سے متعلق علماء وافاضل کی مسلسل جدوجہد سے ہو جاتی ہے۔ تراجم وتفاسیر نویسی کا جو عمل قدیم سے اب تک رواں دواں ہے وہ صحیح معنوں میں آخری آسمانی کتاب پر ایمان وعمل کی نشان دہی کرتا ہے۔ اگر قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے پر ایمان وعقیدہ مضبوط ومستحکم نہ ہوتا تو ہر زمانے میں یہ تراجم وتفاسیر نویسی کا سلسلہ کب کا منقطع ہو چکا ہوتا اور نعوذ باللہ قرآن شریف سے بیزاری و بے اعتنائی کا رویہ غالب آ جاتا۔ الحمدللہ کہ ایسا نہیں ہے۔ اگرچہ فکر ونظر کے لحاظ سے شیعہ علماء تحریف وتبدیلی کا اظہار وادعا کرتے ہیں، لیکن کہیں تو دل وضمیر میں اس کی عظمت وافضلیت کا جذبہ پوشیدہ ضرور ہے۔

مولانا منظور نعمانی نے لکھا ہے کہ ''اب سے تقریباً سوا سو سال پہلے (یعنی ہنگامہ غدر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد) جب شیعہ علماء نے عام طور سے عقیدۂ تحریف سے انکار کی پالیسی اپنائی اور اس اہم مسئلہ میں اپنا عقیدہ وہی ظاہر کرنے لگے جو سنیوں کا ہمیشہ سے عقیدہ (یعنی یہ کہ موجودہ قرآن بعینہ وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور اُس میں ہرگز کوئی تحریف اور کمی و بیشی نہیں ہوئی) تو ایک بہت بڑے شیعہ عالم محدث اور مجتہد علامہ نوری طبرسی نے یہ محسوس کرکے کہ یہ اپنے اصل مذہب سے انحراف اور ائمہ معصومین کے ایک دو نہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں ارشادات کے خلاف بغاوت ہے (اور شیعی دنیا کو اس وقت اس بارے میں تقیہ کی کوئی ضرورت اور مجبوری بھی نہیں ہے) اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم کتاب حضرت علی مرتضیٰ کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیر المومنین میں بیٹھ کر لکھی۔ اس کتاب کا نام ہے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الأرباب" یہ اتنی ضخیم ہے کہ اگر اس کو عام فہم اردو میں منتقل کیا جائے تو اندازہ ہے کہ اس کے صفحات ہزار سے کم نہ ہوں گے، کچھ اوپر ہی ہوں گے۔ اس کتاب کے مصنف علامہ نوری طبرسی (م ۱۳۲۰ھ) نے اپنے شیعی نقطہ نظر کے مطابق اس دعوے کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگادیے کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ اس میں بہت سا حصہ غائب اور ساقط بھی کیا گیا ہے اور تحریف کرنے والوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کیے ہیں اور ہر طرح کا تغیر و تبدل بھی ہوا ہے۔"

اس طویل اقتباس کو درج کرنے کا منشا یہ ہے کہ اس سے شیعہ حضرات میں موجود علماء کی دونوں جماعتوں کا نقطہ نظر نیز عوام الناس پر وقتاً فوقتاً پڑنے والے اثرات کا اظہار کیا جائے، جیسا کہ درس و مطالعہ اور تحقیق و جستجو کے نتیجہ میں حاصل شدہ رائے ظاہر کی گئی ہے۔ "اصول کافی" مؤلفہ شیخ کلینی شیعہ حضرات کے نزدیک حدیث کی ایک اہم کتاب تسلیم کی جاتی ہے جس کی درس و تدریس آج تک طلبہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کے ایک باب "فضل القرآن" میں آخری روایت ہے:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام قال: ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه و آله سبعة عشر الف آیة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر نازل ہوئے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔''

اس روایت کے پیش نظر گویا دوتہائی قرآن غائب کردیا گیا۔ مذکورہ روایت کے سلسلے میں اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے لکھا ہے: مراد اینست کہ بسیارے از آں قرآن ساقط شدہ ودر مصاحف مشہورہ نیست'' یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ جبرئیل کے لائے ہوئے اصل قرآن میں سے بہت سا حصہ ساقط اور غائب کردیا گیا ہے اور وہ قرآن کے موجودہ نسخوں میں نہیں ہے۔

''احتجاج طبرسی'' بھی شیعہ مذہب کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک زندیق کا طویل مکالمہ نقل کیا گیا، جس میں حضرت علیؓ نے قرآن میں تحریف وکمی وبیشی اور تغیر وتبدل کا ذکر کیا ہے۔

متقدمین علمائے شیعہ اکثر و بیشتر تحریف کے قائل اور دعویدار ہیں جن میں خاص طور پر ابوجعفر یعقوب کلینی اور اُن کے شیخ علی بن ابراہیم قمی ہیں۔ ان دونوں حضرات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے غیبت صغریٰ کا زمانہ پایا اور گیارہویں امام حسن عسکری کا بھی کچھ زمانہ پایا ہے۔

علامہ نوری طبرسی نے متقدمین اکابر علمائے شیعہ کا ذکر کیا ہے جو قرآن میں تحریف اور تغیر وتبدل کے قائل تھے، جن کی تعداد کم وبیش چالیس ہوگی، البتہ انھوں نے چار ایسے اکابر علمائے شیعہ کا بھی ذکر کیا ہے جو عقیدۂ تحریف کے مخالف تھے، جن کے نام ہیں: شریف مرتضیٰ، شیخ صدوق، شیخ طبرسی اور ابوجعفر طوسی۔

مذہب شیعہ سے متعلق رسالہ النجم لکھنؤ کے نمبر اوّل ۱۳۴۴ھ صفحہ ۸ پر مذکور ہے کہ:

''قدمائے شیعہ میں گنتی کے صرف چار شخص تحریف قرآن کے منکر ہیں۔ اوّل شریف مرتضیٰ، دوم شیخ صدوق، سوم ابوجعفر طوسی، چہارم ابوعلی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ ان چار کے سوا کوئی پانچواں شخص منکر تحریف نہیں بتایا جاسکتا۔ یہ چاروں اشخاص انکار تحریف کی سند میں کوئی روایت امام معصوم کی نہیں پیش کرتے، صرف چند عقلی باتیں پیش کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ بھی ایسی کہ مذہب اہل سنت کی بنا پر تو ٹھیک ہیں مگر اصول شیعہ پر کسی طرح درست نہیں۔''

متقدمین علماء شیعہ مذکور کے علاوہ موجودہ دور میں مشہور وممتاز شیعہ عالم ڈاکٹر موسی موسوی نے بھی اپنی کتاب ''الشیعہ والتصحیح - الصراع بین الشیعة والتشییع'' میں نقلی وعقلی دلائل کے ساتھ قرآن میں تحریف سے انکار اور حد درجہ اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے، جس کے کچھ اہم اقتباسات پر مبنی مضمون ''شیعی نظریات اور اسلام سے انحراف'' کے تحت ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' دہلی نے فروری 2005 کے شمارے میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر موسیٰ موسوی کہتے ہیں:

''میں یہ نہیں سمجھ سکتا ہوں کہ کوئی شخص کس طرح قرآن میں تحریف کی بات کر سکتا ہے جبکہ نص صریح تحریف کے سلسلے میں ہر طرح کی بات کو باطل قرار دیتی ہے۔ اسی طرح میں یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص کس طرح قرآن پر ایمان کا دعویٰ کر سکتا ہے جبکہ وہ ایسی رائے رکھتا ہو جو اِس آیۂ کریمہ کے بالکل خلاف ہے: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون. (القرآن، الحجر ۱۵:۹) قرآن کریم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کیا گیا اس میں تحریف کا امکان نہ ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن کریم کو کسی بھی طرح تحریف و اضافے سے محفوظ رکھے گا۔ قرآن کریم میں تحریف کی بات اسلامی فرقوں کے کئی علماء نے کہی ہے، لیکن ان میں زیادہ تر شیعہ علماء ومحدثین ہی ہیں۔ شیعہ علماء کا ایک گروپ قرآن کریم میں تحریف نہ ہونے کا قائل ہے اور وہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے استشہاد کرتا ہے، لیکن دیگر شیعہ علماء ضد اور عناد کی وجہ سے تحریف کی بات کہتے ہیں۔ ان میں سرفہرست جناب نوری ہیں جنھوں نے فصل الخطاب فی تحریف الکتاب نامی ایک کتاب ہی لکھ ماری ہے اور اُس میں ایسی عبارتیں درج کی ہیں جو اُن کے گمان کے مطابق تحریف شدہ قرآنی آیتیں ہیں۔ کوئی بھی انصاف پسند قاری اِس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا کہ ان علماء کو تحریف قرآن کا قائل کرنے والی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ علی رضی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ کی امامت کے سلسلے میں ایسی آیات سے استدلال کرنا چاہتے ہیں جو ان کے گمان کے مطابق سورتوں میں موجود تھیں۔ بعض سرکردہ شیعہ علماء یہی کہہ کر قرآن کریم میں امامت کے بارے میں کوئی نص الٰہی نہ ہونے کا دفاع کیا کرتے تھے کہ ایسی آیتوں میں تحریف کردی گئی۔''

اس کے آگے وہ مزید لکھتے ہیں:

''خود شیعہ علماء کے یہاں بھی قرآن میں تحریف کا تصور ایک بڑی مشکل سے دوچار ہے اور وہ یہ کہ امام علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اسی قرآن کی توثیق کی جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ اگر کچھ سورتیں اور آیتیں تحریف شدہ ہوتیں تو امام علی رضی اللہ عنہ یقیناً اُن کے بارے میں بتاتے اور قرآن کریم میں شامل کراتے۔ شیعوں کے یہاں قرآن کریم میں تحریف کا تصور کوئی عام یا اہم تصور نہیں ہے۔ اُن کی بھاری اکثریت اس بحث میں پڑتی ہی نہیں، نہ ایسا یقین رکھتی ہے، کیونکہ بہت سے فقہاء عدم تحریف کے قائل ہیں۔''

اِس سلسلے میں ہم امام خوئی کا قول نقل کریں گے جو اُنھوں نے اپنی تفسیر ''البیان'' میں صفحہ 259 پر نقل کیا ہے۔ قرآن کریم میں تحریف یا عدم تحریف کے سلسلے میں مسلم فقہاء ومحدثین (جن میں شیعہ بھی شامل ہیں) کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن کریم میں تحریف کی بات بیہودہ بات ہے اور اس طرح کی بات کوئی کمزور عقل والا یا ایسا شخص ہی کرسکتا ہے جس نے اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور نہ کیا ہو یا جو اس طرح کی بات کہنا ہی چاہتا ہو کہ اس طرح کا آدمی گونگا بہرہ بن جاتا ہے۔ کوئی صاحب عقل، انصاف پسند اور سمجھ دار اس میں کوئی شک نہیں کرسکتا کہ یہ قول باطل اور خرافات پر مبنی ہے۔''

امام موسیٰ موسوی نے مصحف علی کے موضوع پر علامہ کبیر امام خوئی سے تبادلہ خیال کیا تھا اور وہ طبرسی کی روایات کے علاوہ کوئی دلیل نہیں پیش کرسکے تھے، چنانچہ استاذ اور شاگرد کے درمیان بحث کافی تیز وتند ہوگئی تھی۔ مصحف علی کی موجودگی میں شیعہ علماء کا جس روایت پر انحصار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اُسے کتاب الاحتجاج میں علامہ طبرسی نے نقل کیا ہے اور اُسی سے علامہ خوئی نے بھی اپنی تفسیر ''البیان'' میں استدلال کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ:

''امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے طلحہ! ہر آیت جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل فرمائی وہ میرے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی املا کرائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔ ہر آیت جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل فرمائی اور ہر حلال یا حرام یا حکم جس کی ضرورت امت کو قیامت کے دن تک پڑے گی میرے پاس لکھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا املا کرایا ہوا اور میرے ہاتھ کا لکھا ہوا حتیٰ کہ زخم کی دیت بھی۔''

الغرض اس قیل وقال اور لیت ولعل کے باوجود محدثین علماء وفقہائے شیعہ کی جانب سے قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر اور اصول تفسیر اور علوم قرآن سے متعلق مقدمات کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسے تراجم و تفاسیر اور مقدمات نہ صرف عربی فارسی بلکہ اردو زبان میں دستیاب ہیں جو باذوق قارئین اور جمہور شیعہ کے استفادہ اور سعادت و ہدایت کے لئے علماء و افاضل کی جانب سے کتابی شکل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ سعید و بابرکت عمل ہی ظاہر کرتا ہے کہ شیعہ حضرات کا قرآن مجید پر ایمان وعقیدہ مستحکم ہے۔ قرآن کے فہم ومطالعہ، تدریس وتفہیم کا عمل اُسی ذوق وشوق اور جوش وخروش کے ساتھ شیعہ عربی مدارس میں جاری ہے جیسا کہ سنیوں کے عربی مدارس میں۔ قرآنی آیات وسور میں غور وفکر، فہم وتفہیم، تشریح و توضیح اور تفسیر وتاویل کے اندر علماء تفاسیر کی مبنی براخلاص آراء میں **اختلاف امتی رحمة** کے مصداق اختلاف ہوسکتا ہے اور ہر عالم و فاضل کی تفسیر دیگر علمائے تفاسیر سے بلاشبہ اپنی خصوصیت و خاصیت، استدلال و استنباط اور اسالیب بیان کے مدنظر منفرد اور جداگانہ ہوسکتی ہے۔

جہاں تک ہندوستان کے شیعی عربی مدارس میں تدریس قرآن سے متعلق جائزہ پیش کرنے کی بات ہے بحالت موجودہ ایک قلیل مدت میں اس کا احاطہ کرکے جائزہ پیش کرنا مشکل ہے۔ ہر چند کہ یہ کام اس کے بعد مکمل ہوسکتا ہے جس کی ابتدائی کارروائی کی جاچکی ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے پورے ہندوستان میں تقریباً 25 شیعہ مدارس عربیہ موجود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتر پردیش کے عربی مدارس کم وبیش رجسٹرار امتحانات اتر پردیش کے امتحانوں میں اپنے طلبہ کو شرکت کی اجازت دیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر اُن کا الحاق محکمہ تعلیم سے ہے، جو اساتذہ کو متعینہ گریڈ میں تنخواہ دینے کا بندوبست کرتا ہے۔ اگرچہ شیعی مدارس عربیہ کے پاس اپنا نظام ونصاب تعلیم بنیادی طور پر موجود ہے، جس کے مطابق سلسلہ وار وہ اپنے طلباء کو مختلف اور متعدد مروّجہ موضوعات کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جب اُن کی استعداد الٰہ آباد بورڈ کے امتحانات میں شرکت کے مطابق ہو جاتی ہے تو طلبہ منشی، کامل (فارسی) اور مولوی، عالم وفاضل کے امتحانات میں شریک ہو کر کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ خود اُن کے یہاں درس نظامی میں عالم وفاضل کے کورس شامل ہیں اور عالم وفاضل کے درجات میں تدریس قرآن کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ عموماً جب وہ عربی درجات کی چوتھی پانچویں جماعت کی صلاحیت واستعداد کے مالک ہو جاتے ہیں۔

الٰہ آباد بورڈ کے جدید نصاب میں عالم (دینیات شیعہ) کے تحت تفسیر منہج الصادقین کی ابتدائی تین سورتیں: سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ مولانا سید علی نقی (نقن صاحب سابق ڈین وصدر شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی کتاب "مقدمة تفسير القرآن" میں سے تفسیر واصول تفسیر کی بحث شامل نصاب ہے۔ حدیث میں اصول کافی جلد اوّل شیخ کلینی بھی داخل نصاب ہے۔

الٰہ آباد بورڈ کے اعلیٰ امتحان فاضل (دینیات شیعہ) کے تحت علامہ طباطبائی کی تفسیر المیزان سے آخر کے پانچ پاروں کی تدریس ہوتی ہے۔ اصول تفسیر میں کتاب علوم القرآن مصنفہ سید محمد ہارون بھی شامل ہے، جبکہ حدیث میں شیخ محمد یعقوب کلینی کی فروع کافی سے کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ داخل نصاب ہے۔

شاید یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ لکھنؤ یونیورسٹی کے قیام کے وقت تعلق داران و جاگیرداران ونوابین اودھ نے اپنی بہت ساری جائیداد (زمین ومکان) یونیورسٹی کے لیے Donate یا وقف کر دی تھی اس شرط کے ساتھ کہ یونیورسٹی میں علاحدہ ایک شعبہ اورینٹل اسٹڈیز ان عربک پرشین وسنسکرت کا ہوگا۔ جس میں علوم مشرقیہ کی تعلیم مفت دی جائے گی اور یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبۂ علوم ہمیشہ باقی رکھا جائے گا۔ اسی کے تحت فارسی کے دبیر ماہر اور دبیر کامل ڈپلوما درجات ہیں اور عربی میں عالم اور فاضل کے درجات ہیں۔ ان تمام درجات کی تعلیم طلبہ کو مفت دی جاتی ہے۔ اس شعبہ میں عموماً تین باقاعدہ اساتذہ یونیورسٹی سطح کے ہوتے ہیں جو تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ دبیر ماہر اور عالم، ہائی اسکول کے مساوی اور دبیر کامل اور فاضل انٹر کے مساوی تسلیم کیے گئے ہیں۔ ان امتحانات کے بعد طلبہ کو یونیورسٹی بی اے میں داخلہ دیتی ہے۔ زیادہ تر علوم مشرقیہ میں عربی مدارس کے طلبہ داخلہ لے کر امتحانات پاس کر کے عصری علوم کی ڈگریاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

امتحان عالم کے موضوعات میں دینیات شیعہ کے تحت قرآن مجید مع ترجمہ اور محمد محسن فیض کاشانی کی تفسیر صافی برائے تدریس داخل نصاب ہے، جبکہ فاضل دینیات شیعہ میں تفسیر صافی کے آخری دس پارے اور تفسیر جوامع الجامع المعروف بہ جمع الجوامع مصنفہ علامہ حسن بن فضل طوسی میں سے سورۃ نساء اور مجمع البیان سے سورہ مائدہ کی تدریس کورس میں شامل ہے۔ فاضل تفسیر میں ہی تلخیص البیان فی معنی القرآن اور مقدمات الآراء الرحمن للشیخ جواد بلاغی اور اصول میں مقدمات تفسیر اور مقدمات تفسیر القرآن از مولانا علی نقی شامل نصاب ہے اور أمالی علم الهدیٰ سے باب تفسیر بھی۔

لکھنؤ میں قدیم سے شیعہ حضرات کے متعدد مشہور و ممتاز عربی ادارے قائم ہیں جن میں مدرسۃ سلطان المدارس، مدرسۃ الواعظین اور جامعۃ فاطمیۃ قابل ذکر ہیں۔ مدرسۃ الواعظین کا نصاب محرم کے ایام عزاء کے سبب دستیاب نہ ہو سکا، البتہ مدرسۃ سلطان المدارس اور جامعہ فاطمیہ کا نصاب کسی ذریعہ سے دستیاب ہو سکا۔

سلطان المدارس کے نصاب میں کئی اہم درجات ہیں جن کی سند دی جاتی ہے، جیسے مولوی، عالم، سند الأفاضل اور صدر الأفاضل۔ یہ درجات بالترتیب ہائی اسکول، انٹر، بی اے اور ایم اے کے مساوی ہیں۔

درجہ مولوی میں تفسیر کی تدریس شامل نہیں، البتہ شیخ کلینی کی جامع الأخبار فی الحدیث تدریس حدیث میں ہے۔ درجہ عالم میں تفسیر صافی ملا محمد محسن فیض کاشانی سے نصف آخر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدریس ہوتی ہے، جبکہ حدیث میں شیخ کلینی کی اصول کافی شامل درس وتدریس ہے۔

سند الافاضل میں حدیث کی تدریس تو ہے لیکن تفسیر سے متعلق کتاب شامل درس نہیں۔

یہی حال صدر الافاضل کا ہے جس میں حدیث وفقہ کی بیشتر کتابیں شامل نصاب ہیں۔

جامعہ فاطمیہ لکھنؤ میں ابتدائی عربی درجے سے لے کر انتہائی درجات کے مختلف مرحلے ہیں۔ نقطہ آغاز درجہ ہشتم ہے۔ اس کے بعد درجہ نہم، پھر مولوی، عالم، قابل، فاضل، ممتاز الافاضل کے درجات ہیں۔ درجہ ہشتم سے مولوی کی سند تک چار سال کا عرصہ ہے۔ یہ مولوی کی سند دسویں کے برابر، عالم انٹر کے برابر، قابل اور فاضل بی اے کے برابر جبکہ ممتاز الافاضل ایم اے کے برابر ہے۔

مولوی کے سال آخر میں (چوتھے سال) تفسیر آصفی، ملا محسن فیض کاشانی کے دس پارے شامل نصاب ہیں جبکہ حدیث میں شیخ کلینی کی جامع الاخبار ہے۔

درجہ عالم میں معالم الاصول، شرائع الاسلام، اصول کافی شیخ کلینی اور وجیزة فی الحدیث ہیں۔

درجہ قابل میں شرح لمعة (کتاب الطهارة)، اصول مظفر، اصول فقه، افاضة القدسية، صرف حدیث وفقہ شامل ہے تفسیر نہیں۔

فاضل میں شرح لمعة (حدیث) اور اصول کافی (حدیث)، تفسیر نہیں۔

ممتاز الافاضل میں شرح کبیر (طهارة) اصول کافی (کفر و ایمان، رسائل) صرف حدیث وفقہ، تفسیر نہیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور قرآن کے بارے میں ان کا عمومی رویہ

(مدارس میں تدریس قرآن کے حوالے سے)

مولانا محمد جرجیس کریمی
رکن ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو قیامت تک ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ قرآن میں عقائد، توحید، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات بھی بیان ہوئی ہیں اور شرک، کفر، الحاد اور معصیت کی مذمت اور اس کے مرتکبین کا انجام بھی بیان ہوا ہے۔ قصص و واقعات اور امثال واقسام بھی مذکور ہیں۔ اس کے ساتھ احکام، فرائض، حدود، عبادات اور دیگر حلال وحرام کی بنیادی تعلیم بھی موجود ہے۔ غرضیکہ کتاب ہدایت ہونے کے ناطے انسانی زندگی میں پیش آنے والے اکثر مسائل اس میں مذکور ہیں۔

مسلمانوں نے ہمیشہ قرآن کو سمجھنے اور اس کے حقیقی معنی و مراد کو پانے کی کوشش کی ہے۔ قرآن بلاشبہ ایک بحرناپیدا کنار ہے اور اپنے اپنے ذوق و دلچسپی اور ظرف کے مطابق لوگوں نے اس کی شناوری کی ہے۔ فلسفہ، علم کلام، تصوف، لغت، صرف ونحو ہو یا بلاغت وفصاحت اور فقہی جزئیات، ہر چیز کا سرچشمہ اور منبع اور معیار بلاشبہ قرآن ہے اور اس کا غوطہ لگانے والے بلاشک اس کی گہرائیوں تک اترے ہیں اور گراں قدر موتی اور ہیرے برآمد کیے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ دور میں انسان نے مختلف علوم وفنون میں بے حد ترقیاں کی ہیں اور انسانی زندگی کے اصول و آداب اور تہذیب و ثقافت بہت تیزی کے ساتھ بدل رہی ہے۔ ایسی صورت میں قرآن فہمی کی ضرورت و اہمیت بڑھ جانے کے ساتھ اس کے پیغام اور تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ اور مناسب طریقے سے ہر انسان تک پہنچانے کی ذمہ داری علمائے دین پر آتی ہے، جس کو مختلف طریقے سے وہ اپنے اپنے حالات کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔ انھی میں سے ایک طریقہ مدارس اسلامیہ میں قرآن کی تدریس ہے، جس کے ذریعے نوجوانوں میں قرآن کی تعلیم عام کی جاتی ہے تاکہ وہ دین کے ترجمان بنیں اور اسلام کی دعوت کو عام کریں۔ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا جو نظام رائج ہے وہ مسلکی اور فقہی بنیادوں پر منقسم ہے، یعنی ہر مدرسہ کسی نہ کسی فقہی مکتبہ فکر سے وابستہ ہے اور اس کے مطابق اس نے اپنا نصاب اور طریقہ تدریس مرتب و متعین کیا ہے۔ ہر مدرسہ ایک متعین مسلک و مکتب فکر کا ترجمان و نمائندہ ہوتا ہے۔ ان مدارس میں دیگر علوم و فنون کے ساتھ قرآن کی تدریس بھی متعین مسلک کی روشنی اور اس کی نمائندگی میں ہوتی ہے اور اسی کے مطابق طلبہ تیار کیے جاتے ہیں۔ ناچیز اپنے ناقص علم و مطالعہ کی روشنی میں جائزہ لینا چاہتا ہے کہ مسلکی نقطہ نظر سے قرآن کی تدریس ''موجودہ حالات میں مفید ہے یا مضر؟'' اس بات کو سمجھنے کے لیے ہر مسلک کی جزئی تفصیلات میں جانے کے بجائے اس کے عمومی رجحان اور مجموعی طرز عمل و فکر سے نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اور اس کو جانچنے کے لیے میں نے دو کسوٹی متعین کی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کا مقصد نزول اور عمومی تعلیمات کیا ہیں اور کیا ہم ان کو طلبا میں منتقل کر پا رہے ہیں یا نہیں؟ دوسری یہ کہ مسلکی نقطہ نظر کی اتباع میں کہیں خامیاں تو نہیں ہیں اور نئی نسل کو ہم ان خامیوں کا وارث تو نہیں بنا رہے ہیں؟

قرآن مجید میں احکام و فرائض اور حلال و حرام بیان ہوئے ہیں، لیکن قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ احکام و مسائل بیان کرنے سے زیادہ عقائد و افکار کی صحت یا بطلان کو بیان کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے لے کر توحید کے اثبات تک اور شرک و کفر، نفاق اور معصیت کی مذمت سے لے کر ماقبل کی قوموں کی فکری و عقائدی کجرویوں کی نشان دہی تک، قرآن کی تعلیمات انھی موضوعات کے گرد گردش کرتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر آتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل قرآن انسان کو فکری و عقائدی گمراہیوں کے ظلمات سے نکال کر عقیدہ و فکر کی ہدایت کے نور تک لے آنا چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کتابٌ انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور. (ابراھیم: ۱)

''ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لے آئیں۔''

یا جیسا کہ ارشاد ہے:

والذین کذبوا بآیاتنا صم بکم فی الظلمات. (انعام: ۳۹)

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، گونگے بہرے ہیں تاریکیوں میں۔''

اس مضمون کی اور بھی دوسری آیتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مقصد نزول کیا ہے۔ قرآن کے مقصد نزول کا تعین اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے، جس کو محدثین اور مفسرین نے نقل کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب نبوت سے سرفراز کیے گئے اور آپ پر جب یہ آیت اتری ''وانذر عشیرتک الاقربین'' تو رسول اللہ ﷺ نے تمام مکہ کے قبائل کو جمع کیا اور نام بنام مخاطب کر کے ان سے جو گفتگو فرمائی وہ یہ تھی:

''اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی کعب کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبدالمطلب کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ بنت محمد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔'' (تفسیر ابن کثیر متعلقہ آیت بحوالہ مسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد)

آپ ﷺ نے اس موضوع کو اور بھی دوسرے ارشادات میں مزید واضح کیا ہے، جیسے ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ او بکلمۃ طیبۃ. (حدیث)

''آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے یا ایک اچھی بول سے بچ سکو۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن میں توحید کے بعد سب سے ابھرا ہوا موضوع آخرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آخرت میں جنت اور جہنم کا ذکر کثرت سے ہوا ہے۔ آخرت کی کامیابی اور نجات کو بڑی کامیابی قرار دیا گیا اور اس کی ناکامی اور خسران کو خسران عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كل نفس ذائقة الموت وانما توفون أجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحيوة الدنيا إلا متاع الغرور. (آل عمران: ۱۸۵)

''ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور انھیں قیامت میں پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ پس جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل ہوگیا تو وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی سامان فریب کے علاوہ کچھ نہیں۔''

شریعت کے مقاصد میں آخرت کی فلاح اور نجات اوّلین حیثیت رکھتی ہے اور اس کی اہمیت کو کسی طرح بھی کم نہیں کیا جاسکتا۔ دین کے تمام احکام، فرائض، عبادات، حدود اور حرام و حلال کی تفصیلات پر عمل کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، تاکہ وہ ہمیں نار جہنم سے نجات دے اور جنت میں داخل کردے۔

اس مضمون کو مزید تفصیل سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے، مگر صفحات کی تنگی کے پیش نظر مختصراً اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ مدارس کا نظام تدریس قرآن کے اس مقصد کو حاصل کرپارہا ہے یا نہیں؟ اس کا جائزہ دو پہلو سے لیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ آٹھ سالہ تعلیم کے بعد طلبہ میں آخرت کے تعلق سے کیا سوچ پیدا ہوتی ہے؟ کیا وہ اپنے تئیں اور اپنے متعلقین کے حوالے سے آخرت کے لیے فکرمند ہوتے ہیں اور اس کی تیاری جیسا کہ شریعت کا حکم ہے، کرتے ہیں یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ طلبہ دعوت کے میدان میں قرآن کے مقصد حقیقی کے ساتھ اترتے ہیں یا فقہی جزئیات کا شہسوار بن کر اترتے ہیں؟

عملی طور پر ان دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو بڑی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ بلاشبہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے سیکڑوں مدارس سے ہر سال ہزاروں طلبا دستار فضیلت لے کر نکلتے ہیں، مگر نکلتے ہی یا تو سماجی زندگی میں وہ گم ہوجاتے ہیں یا معاشی مسائل ان کو نگل لیتے ہیں۔ پھر وہ نہ اپنے آپ کو عزیمت کی اس راہ پر گامزن رکھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاتے ہیں اور نہ دعوت کے دیگر تقاضوں کو وہ پورا کر پاتے ہیں۔ اگر حالات نے موافقت کی تو کسی مکتب کے مدرس یا مسجد کے امام وخطیب بن جاتے ہیں، ورنہ دیگر ذرائع معاش سے وابستہ ہو کر آٹھ سالہ تعلیم کو طاق پر رکھ دیتے ہیں۔ اگر کسی کو اتفاقیہ طور پر دین کی خدمت کے اچھے مواقع حاصل ہو جائیں تو وہ زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک اور مکتب فکر کی ترویج واشاعت کی کوشش کرتا ہے۔ باقی دین کی عمومی تعلیمات اور قرآن کے مقصد نزول کا بنیادی موضوع سے اس کو کچھ زیادہ لینا دینا نہیں ہوتا۔ موجودہ دور میں عوام الناس کی علما سے مایوسی ان پر تنقید اور ان کے ناقابل اعتبار واعتماد ہونے کے عام رجحان سے صورت حال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر آج کے نوخیز علما کی سیرت وکردار اور علم وتفقہ اس درجے کا ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی فرد پر نہ اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ اپنے اردگرد کے بے دین ماحول کو دیندارانہ ماحول میں بدل سکتا ہے اور یہ سب کچھ محض اس لیے ہوتا ہے کہ تمام تر تعلیم کے باوجود خود ان کے طرز زندگی، نقطہ نظر اور سیرت وکردار میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور ایسا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دینی علوم کا تو کورس مکمل کرلیا جاتا ہے، مگر درحقیقت دین اور اس کے بنیادی پیغام کو وہ سمجھ ہی نہیں پاتا۔

اس صورت حال کا جائزہ موجودہ دور کے باطل افکار ونظریات کے مقابلے میں علما کی بے بسی اور ناکامی سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ کمیونزم، اشتراکیت، سرمایہ داری، نظریۂ ارتقا، نظریۂ اباحیت، فرائڈ کے نظریات، عورت کی برابری اور مغربی تہذیب، فحاشی اور عریانیت کے نظریات کوئی فقہی نظریات نہیں ہیں اور نہ فقہی جزئیات کے ذریعہ ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کا مقابلہ دین اور قرآن کی بنیادی تعلیمات کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا علما بکثرت تیار ہورہے ہیں، مگر اسی کے ساتھ ہمارے معاشرے اور اردگرد میں بکثرت ان نظریات کے حاملین بھی پیدا ہورہے ہیں۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ علما اپنا اثر کھو رہے ہیں۔ اس کے مختلف وجوہ میں سے ایک بنیادی وجہ طریقۂ تدریس کی خامی بھی کہی جاسکتی ہے کہ جس کے ذریعہ سے طلبا اس کام کے لیے تیار ہی نہیں ہو پاتے ہیں۔ صورت حال کا یہ مجموعی جائزہ ہے اور اس میں کوئی خصوص اور استثناء نہیں ہے، کم وبیش سبھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتب فکر اور مسلک کے علما کا یہی حال ہے۔ سب کو اس صورت حال کو بدلنے اور اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ اب بعض متعین مسلک اور مکتب فکر کے حوالے سے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے بریلوی مکتب فکر کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ اپنے کو اہل سنت والجماعت کہنے والا یہ مکتب فکر بدعات وخرافات کا منبع ومرجع ہی نہیں بلکہ یحرفون الکلم عن مواضعه کی اپنی مثال آپ ہے۔ شیعی فکر وعقیدہ میں دین اور قرآن کی تمام تعلیمات، ولایت علی وائمہ اہل بیت میں مستور ومحجوب اور منحصر ہیں تو بریلوی مکتب فکر کی تمام دینی وقرآنی تعلیمات انبیا، اولیا اور بزرگانِ دین کی قبروں کے گرد گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس سے زیادہ اگر قرآنی تعلیمات کا کچھ مصرف ہے تو آیات قرآنی کا اعداد وشمار نکالنے اور نقش سلیمانی کو مرتب کرنے میں کام میں لایا جاتا ہے۔ باقی توحید، رسالت، آخرت، جنت وجہنم، شرک، کفر، الحاد ونفاق ومعصیت کی اصطلاحیں اور ان کی حدود وتعبیرات سب مرغ وحلوے کے بقدر ہیں۔ ان کے علما کی خدمات کا دائرہ وہابیوں، سلفیوں، دیوبندیوں اور ندویوں کے خلاف کفر کے فتوے عائد کرنا ہے اور بس۔ ہندوستان میں ہزاروں لاکھوں معبودان باطل کی پرستش اور شرک وکفر کے دیگر مظاہر سے ان کو نہ کوئی پریشانی ہے اور نہ اس سلسلے میں دین وقرآن کا ان سے کچھ مطالبہ ہے۔

دوسرا مکتب فکر جو ہمارے دائرۂ بحث میں شامل ہے، حلقہ تصوف ہے۔ اس کے بارے میں اپنے بعض تحفظات کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس حلقہ نے معرفت وطریقت، فنا بقا، جمع، فرق بعد الجمع، فرق مطلق، مقام جمع، وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود اور جہاد اکبر واصغر کے جو تصورات اور اصطلاحیں وضع کی ہیں ان میں سے کوئی تصور قرآن میں مذکور ہے نہ مطلوب ہے، مگر اس حلقہ سے وابستہ افراد دین کو انھیں اصطلاحات میں منحصر سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد اور نزول قرآن کا سبب عشق الٰہی، فنا فی اللہ اور اتصال وجود کلی قرار دیتے ہیں، جو بہر حال قابل اصلاح ہے۔

تیسرا مکتب فکر جو ہمارے جائزے کا حصہ ہے، مسلک دیوبند ہے، جو امام اعظم ابوحنیفہؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسلک و مذہب کی اتباع کا دم بھرتا ہے۔ بلاشبہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت اس مسلک کا اتباع کرتی ہے، جس کی امتیازی خصوصیات فقہ، قیاس اور فقہی جزئیات کا تتبع رہا ہے۔ اس مسلک کی فقہ کا بنیادی فلسفہ دین کی تسہیل وتیسیر ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے، اس لیے اس کے احکام کو اتنا آسان ہونا چاہیے کہ آدمی خواہشات نفس کی سواری پر سوار رہ کر بھی دین پر عمل کر سکے، چنانچہ عملی طور پر اس مسلک کے ماننے والوں (خاص طور سے حلقہ دیوبند) کا جائزہ لیا جائے تو وہاں ہر گمراہی کی کچھ نہ کچھ آمیزش ضرور ملے گی۔ وہاں بریلویت بھی ہوگی، تصوف بھی ہوگا، اولیا، بزرگان دین سے استمداد و استعانت بھی ہوگی، حسب ضرورت قبر پر بھی حاضری اور اس سے مشکل کشائی کی گنجائش بھی نکل آئے گی اور شراب، سود، لائف انشورنس کی حلتیں بھی نکل آئیں گی۔ قرآن وسنت کے ظاہر معنی پر یہ عمل نہیں کرتے۔ جب تک فقہ وقیاس کی کھائیوں اور گہرائیوں کا یہ غوطہ نہ لگالیں، قرآن کے تعلق سے اس مسلک کے حاملین کا رویہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ کی کتاب کو سمجھنا بندے کے بس کی نہیں ہے، لہٰذا صرف اس کی تلاوت کرو اور ثواب کماؤ۔ جہاں تک مسائل زندگی کا سوال ہے تو ان کے لیے علمائے احناف کی آراء وقیاس کافی ہیں۔

ناانصافی ہوگی اگر یہاں مسلک اہل حدیث کا ذکر نہ کیا جائے۔ حامل کتاب وسنت کا سب سے بڑے دعوے دار، سلف صالحین کی اتباع کا دم بھرنے والا، ماانا علیہ واصحابی کا تمغہ اٹھانے والا، بدعات وخرافات سے اپنے آپ کو دور سمجھنے والا یہ مسلک اور اس کے حاملین فی الوقت تک قرأۃ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین اور آمین بالجہر کی سرحدوں سے خود کو باہر نہیں نکال سکے ہیں، بلکہ عملی طور پر انھیں مسائل متنازعہ وفروعیہ میں دین کو محدود ومحصور سمجھتے ہیں۔ ان کو نہ اردگرد کے باطل افکار ونظریات نظر آتے ہیں نہ اہل ہند کی شرک وفکر ان کو کھٹکتا ہے۔ حضرات بریلویوں کی بدعات وخرافات ان کو ہمیشہ بے چین کردینے والے رہے ہیں، لیکن نوے کروڑ برادران وطن کے تینتیس کروڑ خداؤں سے ان کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ قرآن کے تعلق سے اس مسلک کے حاملین کا عام رویہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارے اسلاف وآباء نے سب سے بہتر طریقہ سے قرآن کو سمجھا تھا اور اس پر عمل بھی کیا تھا، لہٰذا اب ہمیں نہ اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے کی ضرورت ہے اور نہ عمل کرنے کی حاجت ہے۔ ہمارا کام صرف اسلاف کے کارناموں سے خوش ہونا ہے اور امید ہے کہ ہماری یہ خوشی ہمیں آخرت میں نجات سے سرفراز کرے گی۔ چنانچہ اس مسلک کے متبعین جن سے امت کو بجا طور پر سب سے زیادہ امیدیں تھی باہم دست و گریبانی، شکست دہی و شکست خوردگی اور جمود و تعطل کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔

یہ گفتگو مکمل نہ ہوگی، اگر تھوڑا سا ذکر فکر فراہی اور نظم قرآن میں غلو کا جھنڈا بلند کرنے والوں کا بھی نہ کر دیا جائے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام بلاشبہ مربوط و منضبط ہے، لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ پورے قرآن کی ایک ایک آیت کے درمیان ایسا ربط تلاش کیا جائے کہ کسی ایک آیت کے معنی و مفہوم کو دوسری آیت سے ربط کے بغیر نہ سمجھا جا سکے، لیکن نظم قرآن کے متلاشیان اور اس میں مبالغہ کرنے والے اس کی گہرائی میں اتنی دور نکل گئے کہ قرآن کا حقیقی مقصد نزول ان کی نظروں سے نہ صرف اوجھل ہوگیا، بلکہ مفقود ہوگیا۔ ان کی مثال ان عیسائیوں کی طرح ہے جن پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی تھی مگر انھوں نے خود اپنے اوپر اس کو فرض کر لیا تھا، مگر عملی طور پر وہ اس کو نہ نبھا سکے اور انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیے۔ ایسے ہی نظم قرآن کے مسئلے میں مبالغہ کرنے والوں کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو نظم قرآن کی تلاش و جستجو کا مکلّف نہیں بنایا ہے، مگر انھوں نے خود اپنے آپ کو اس کا مکلّف بنا لیا، نتیجتاً وہ اس سے عاجز رہے اور انھوں نے اپنے آپ پر بھی ظلم کیا اور قرآن پر بھی ظلم کیا کہ اس کے حقیقی مقصد نزول کو چھوڑ کر ایک غیر ضروری و غیر مطلوب چیز کی تلاش اپنے اوپر فرض کر لیا۔

موجودہ دور میں فہم قرآن سے متعلق ایک نیا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور وہ قرآن اور سائنسی علوم میں تطبیق کا رجحان ہے۔ بلاشبہ قرآن میں بعض سائنسی حقائق کی طرف اشارے موجود ہیں، مگر قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے۔ وہ ہدایت کی کتاب ہے۔ قرآن کو سائنس کی کتاب بنا کر پیش کرنا بھی اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ قرآن کو سائنس کی کتاب بنا کر پیش کرنے سے غیر شعوری طور پر سائنس کو قرآن پر فوقیت دینے، قرآن کو سائنس کا خادم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دینے، آیات قرآنی کے معانی کو محدود کر دینے، روحانی اور اخلاقی حکمتوں کو نظر انداز کر دینے اور آیات قرآنی کی بے جا تاویل اور تحریف جیسی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں، لہٰذا ضرورت ہے کہ قرآن کو کتاب ہدایت ہی کے حیثیت سے پڑھا جائے اور اس سے ہدایت حاصل کی جائے۔

خلاصۂ بحث

قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے آخری آسمانی کتاب کی حیثیت سے ساری انسانیت کی ہدایت نازل کیا ہے، اس کو مسلمانوں نے اپنے وقتی اور عارضی مفادات کے لیے اس کے معنی ومفہوم کو متعین کیا اور اس کے بنیادی مقصد نزول کو فراموش کر دیا۔ ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کے ساتھ اپنے لا حاصل عمومی رویے پر نظر ثانی کریں اور قرآن کے ساتھ وہ سلوک کریں جس کا وہ مستحق ہے اور جس پر انسان کی بھلائی ونجات ہے۔ قرآن صرف مسلمانوں کے لیے نازل نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ ”ھدی للناس“ ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچائیں اور ہر شخص کو جہنم کی آگ کے خطرہ سے آگاہ کریں اور اس سے بچنے کی تدبیر جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے، سے لوگوں کو واقف کرائیں، اسی میں مسلمانوں کی ہر قسم کی بھلائی مضمر ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس عربیہ میں تدریس قرآن کی مطلوبہ ترجیحات

مولانا ابوالعاص وحیدی
پرنسپل جامعہ قاسم العلوم گلرہا، بلرام پور (یوپی)

برصغیر ہندو پاک میں مختلف معیار کے جو چھوٹے بڑے مدارس و جامعات چل رہے ہیں وہ بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں: شیعی مدارس اور غیر شیعی مدارس۔ مقالہ کا موضوع اگرچہ عام ہے، لیکن میرے پیش نظر غیر شیعی مدارس و جامعات ہیں، جن میں سلفی، حنفی دیوبندی، حنفی بریلوی اور دیگر دینی ادارے شامل ہیں۔

اس مقالہ میں درج ذیل اجزاوعناصر سے بحث کی گئی ہے:

☆ قرآن مجید اور اس کے بنیادی مضامین کا تعارف
☆ قرآن کا تصورتوحید اور اس کے مطلوبہ اثرات
☆ قرآن کا تصور رسالت اور اس کے مطلوبہ اثرات
☆ عربی مدارس و جامعات کا مختصر جائزہ

ان سارے عناصر پر سرسری انداز میں بڑے اختصار سے بحث کی گئی ہے، ورنہ تفصیلی بحث کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ اختصار کے باوجود یہ کوشش کی گئی ہے کہ ساری باتیں واضح، مدلل اور معروضی انداز میں آجائیں۔ واللہ ھو الموفق وھو المعین.

قرآن کتاب ہدایت ہے

قرآن کریم وہ آخری کامل و مکمل اور جامع کتاب الہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ قرآن کے الفاظ و معانی دونوں منجانب اللہ ہیں جو وحی کی مختلف شکلوں کے ذریعہ آپ پر نازل ہوئے ہیں، اسی لیے قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اتنی بلندی پر ہے کہ وہاں تک انسانی ذہن و دماغ پہنچنے سے بالکل قاصر ہے، اس لیے قرآن ایک علمی و ادبی معجزہ ہے۔

قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد کیا ہے؟ قرآن میں اس کا جواب موجود ہے کہ وہ کتاب ہدایت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ دکھاتی ہے۔ زندگی کے مسائل و مشکلات میں یہ کتاب صراط مستقیم (سیدھی راہ) کی رہنمائی کرتی ہے اور عقائد و عبادات، اخلاق و معاملات اور خصائل و اعمال کے بارے میں صحیح تصور پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کرکے انسان دنیا و آخرت دونوں میں صلاح و فلاح سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم کن لوگوں کے لیے کتاب ہدایت ہے؟ قرآن میں ایک جگہ بتایا گیا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شهر رمضان الذی أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان... (البقرة: ۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت اور تمیز حق و باطل کے روشن دلائل ہیں۔''

قرآن میں دوسری جگہ کہا گیا کہ وہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

الم، ذٰلک الکتاب لاریب فيه هدى للمتقين. (البقرة: ۱-۲)

''الم، یہی کامل کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں اور جو متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔''

ان دونوں آیتوں کی روشنی میں قرآن کے کتاب ہدایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اصولی و بنیادی اور نفس الامری اعتبار سے قرآن مجید سب کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے، مگر عملی اور واقعاتی طور پر وہ صرف متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے، جیسے آب شیریں کا چشمہ صافی ہے جو تمام لوگوں کے لیے پیاس بجھانے کا ذریعہ ہے، مگر عملاً اس سے وہی لوگ سیرابی حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں جو اس سے سیراب ہونے کے لیے اس کے پاس جائیں یا جیسے سورج کی روشنی ہے جو سب کے لیے جلوہ افروز ہے، مگر اس کے نور سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔

بالکل اسی طرح قرآن کریم کے انوار وتجلیات سے صرف وہی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس اور اس کے غضب کا خوف موجود ہو۔ آیت کریمہ میں اسی کو تقویٰ کہا گیا جو اس فطری صلاحیت اور احساس وشعور کا نام ہے، جس سے آدمی خیر وشر میں تمیز کرتا ہے اور بھلائی ونیکی کا طلب گار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جو لوگ وہ فطری صلاحیت کھو چکے ہوں اور اس کے نتیجہ میں وہ نہ اپنے خالق ومالک سے تعلق رکھنا چاہتے ہوں اور نہ اچھی زندگی گزارنا چاہتے ہوں وہ ہدایت قرآنی سے بالکل استفادہ نہیں کر سکتے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ قرآن مجید زندگی کے تمام میدانوں میں انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے، وہ صحیح عقائد وافکار کی رہنمائی کرتا ہے اور غلط تصورات ونظریات کی تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی تعلیم دیتا ہے اور شرک کے تمام اسباب وذرائع سے روکتا ہے۔ پاکیزہ اخلاق ومعاملات پر ابھارتا ہے اور غلط اعمال وخصائل سے باز رکھتا ہے اور اعلیٰ وارفع سیاسی وتمدنی اصولوں پر ملک اور سماج کی تعمیر کرتا ہے اور گندی تہذیب وسیاست سے انسانی معاشرہ کو بچاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم وتدریس میں اس پہلو پر خصوصی توجہ دی جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم علوم ومعارف کا گنجینہ بھی ہے، اس میں علم کے مختلف شعبوں سے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں، مگر قرآن کی تفہیم وتدریس میں ان علمی گوشوں پر بڑی احتیاط سے ضمناً توجہ دینا چاہیے تاکہ قرآن کا اصل مقصد فوت نہ ہو اور اس کی روح مجروح نہ ہو۔ تفسیر قرآن کے تعلق سے یہ طریقہ روح قرآن کے منافی ہے کہ اسے یونانی علوم یا علم فلکیات وارضیات یا علم کلام یا قواعد نحو وصرف وغیرہ کی کتاب بنادی جائے، جیسا کہ بہت سے مفسرین کے یہاں یہ المناک صورتِ حال نظر آتی ہے، اسی وجہ سے ڈاکٹر احمد امین مصریؒ نے امام رازیؒ کی کتاب ''التفسیر الکبیر'' پر بڑا سخت تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فيه كل شيء وصل إليه المسلمون الا شيئا واحدا هو شرح روح القرآن.

(ضحى الاسلام، ج ۱)

"تفسیر کبیر میں ہر وہ چیز ہے جہاں تک مسلمان پہنچے، مگر اس میں ایک چیز یعنی روح قرآن کی تفسیر نہیں۔"

احمد امین مصریؒ نے "التفسیر الکبیر" پر جو تبصرہ کیا ہے ممکن ہے اسے مبالغہ پر محمول کیا جائے، لیکن بہر حال یہ تلخ حقیقت ہے کہ بعض عربی و اردو تفسیری کتابوں میں علماء نے اپنے مخصوص کلامی وفقہی اور سیاسی وعصری ذہن ومزاج کے اعتبار سے ایسا منہج تفسیر اختیار کیا ہے جس سے روح قرآن حددرجہ مجروح ہوگئی۔ بنابریں قرآن کی تدریس وتفسیر میں درج ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے۔

☆ قرآن مجید دو طریقوں سے ایمان پر ابھارتا ہے۔ اول: آفاق وانفس کا مشاہدہ جیسے خود انسان کا سراپا، آسمان وزمین، ہوائیں اور بدلیاں، فلک بوس پہاڑ اور سبزہ زار اور اونٹ ودیگر حیوانات وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں توحید الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ دوم: انبیاء اور ان کی قوموں کی تاریخ پر نظر۔ یقیناً یہ دونوں چیزیں سادہ وفطری ہیں جو عام وخاص سب کے لیے ہیں۔ ان سے انتہائی مضبوط ایمان ویقین پیدا ہوتا ہے، لہٰذا قرآن کی تدریس وتفسیر میں ضروری ہے کہ اس کے سادہ وفطری طرز استدلال پر توجہ دی جائے اور علم الکلامی اسلوب سے بچا جائے جو پختہ ایمان ویقین کی بجائے شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے۔

☆ قرآن کریم میں ارضیات وفلکیات کے بارے میں جو علمی اشارات پائے جاتے ہیں ان کا مقصد ایمان ویقین کو پختہ کرنا اور راہ ہدایت ہموار کرنا ہے، لہٰذا ان قرآنی آیات کی توضیح اس طرح کرنا چاہیے کہ اس میں سائنسی علوم سے کوئی مرعوبیت نہ ہو، اس لیے کہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں اور قرآنی حقائق ابدی اور غیر متغیر ہیں۔ اگر ایسا کیا جائے کہ قرآنی آیات کی تفسیر کسی دور کے سائنسی نظریات کے مطابق کی جائے، پھر بعد میں سائنسی نظریات بدل جائیں تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ قرآنی حقائق شکوک وشبہات کی زد میں آجائیں گے۔

☆ قرآن مجید میں تزکیۂ نفس اور اخلاص عمل پر جو زور دیا گیا ہے اسے قرآن کریم اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان قرآن یعنی حدیث نبوی کی روشنی میں سمجھنا اور سمجھانا چاہیے۔ اس کی تفہیم وتشریح میں اسلوب تصوف اور صوفیانہ خرافات کو دخیل بنانا روح قرآن کے منافی ہے۔

☆ قرآن کریم میں اصلاح معاشرہ، سیاست وتمدن اور نظام حکومت کی جو تعلیمات ہیں ان کی تفہیم وتفسیر کتاب وسنت اور اسوۂ سلف کی روشنی میں کرنا چاہیے۔

قرآن کریم کے تین بنیادی مضامین

قرآن مجید بحیثیت کتاب ہدایت جن عقائد واحکام کی رہنمائی کرتا ہے، اگر غور سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام قرآنی حقائق تین بنیادی مضامین میں سمٹ آتے ہیں۔

اوّل: توحید مختلف اقسام کے ساتھ، اس کے تحت بتایا گیا ہے کہ توحید کی حقیقت کیا ہے، اس کی اہمیت وضرورت کیا ہے، آفاق وانفس میں بکھری ہوئی نشانیاں کس طرح توحید کو ثابت کرتی ہیں، دنیا وآخرت میں توحید کا انعام کیا ہے اور توحید پسندوں سے اللہ تعالیٰ کس طرح راضی ہوتا ہے؟ چونکہ توحید کی ضد شرک ہے، اس لیے قرآن میں اثبات توحید کے ساتھ بڑے سادہ اور فطری انداز میں شرک کی تردید کی گئی ہے۔ شرک کو عالم انسانیت کا زوال وانحطاط قرار دیا گیا ہے اور دنیا وآخرت میں مشرکین کا بھیانک انجام ذکر کیا گیا ہے۔

اسی عظیم حقیقت کے پیش نظر بعض صحیح احادیث میں سورۂ اخلاص کو ثلث قرآن کہا گیا ہے، اس لیے کہ اس میں بڑے مختصر انداز میں توحید خالص کا دلنشیں بیان ہوا ہے۔

دوم: رسالت، اس کے تحت آدم علیہ السلام سے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک مختلف رسولوں کی بعثت کا بیان ہوا ہے، ان کے تفصیلی حالات ذکر کیے گئے ہیں، وحی اور اقسام وحی پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان پر جو کتابیں نازل ہوئی ہیں ان کا ذکر ہوا ہے۔ ان کو جو آیات ومعجزات دیے گئے ہیں ان کا بیان ہوا ہے اور رسولوں کو جس ماحول، جن حالات اور جن قوموں سے سابقہ پڑا ان کا بڑا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح رسالت کے تحت انبیاء کرام کو جو تعلیمات دی گئی ہیں ان کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، جیسے عقائد وعبادات، حقوق ومعاملات، اخلاق ومعاشرت، آداب اجتماعیت اور سیاست و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمدن وغیرہ۔

سوم: آخرت، اس کے تحت اخروی زندگی کی اہمیت، موت، عالم برزخ کے حالات، حشر ونشر کی صداقت، میدان قیامت میں حساب وکتاب، میزان اور جنت وجہنم وغیرہ کا مفصل بیان ہوا ہے۔

تدریس قرآن کے وقت ضروری ہے کہ ان تینوں مضامین کو خوب اجاگر کیا جائے اور ان کی تفہیم وتشریح بیان قرآن یعنی حدیث نبوی کی روشنی میں کی جائے۔ اس موقع پر یہ اہم بات پیش نظر رہے کہ تدریس قرآن میں فلسفہ ومنطق، علم کلام، تعقل پسندی، اعتقادی وفقہی گروپوں کے اثرات اور علوم جدیدہ سے مرعوبیت وغیرہ حد درجہ مضر اور روح قرآن کے منافی ہے۔

قرآن کا تصور توحید اور اس کے مطلوبہ اثرات

قرآن مجید کی تمام مکی ومدنی سورتوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ توحید اور اس کے دلائل کا بیان ہوا ہے۔ اختصار کے پیش نظر سطور ذیل میں نصوص سے قطع نظر اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

توحید کا لغوی معنی ہے کسی شئے کو ایک جاننا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور حقوق میں ایک جاننا۔ توحید کے تحت قرآن کی روشنی میں جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان کو سمیٹ کر علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ مشتملات کے اعتبار سے توحید کی تین قسمیں ہیں: اوّل توحید ربوبیت، دوم توحید اسماء وصفات اور سوم توحید الوہیت۔

توحید ربوبیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان ویقین کے ساتھ یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب، خالق، مالک، نظام کائنات کو چلانے والا، وہی نفع ونقصان دینے والا، عزت اور ذلت سے دوچار کرنے والا ہے اور اسی کے ہاتھ میں قضا وقدر ہے۔

توحید اسماء وصفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اوصاف عالیہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ رحیم، کریم، غفور، جبار، قہار اور ستار ہے، وہ وجہ، ید اور ساق والا ہے، ان تمام صفات میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے اور وہ اس کی شان وجلال کے مطابق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید الوہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی عبادت جیسے رکوع، سجود، طواف اور تذلل اسی کے لیے ہونا چاہیے۔ صوم وصلاۃ اور حج اسی کے لیے خاص ہیں۔ استغاثہ اسی سے ہونا چاہیے اور مشکلات وغیرہ میں اسی سے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرنا چاہیے۔

انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کے نمائندے تھے انھوں نے عالم انسانی کو مذکورہ تفصیلات کے ساتھ دعوت توحید دی، مگر ان کے پیش نظر خاص طور پر توحید الوہیت تھی، اس لیے کہ انبیاء کرام کو جن قوموں سے سابقہ پڑا ان کے فکری واعتقادی حالات کے پیش نظر توحید الوہیت پر زور دینا ضروری تھا، جیسے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مشرکین عرب سے سابقہ پڑا، جو توحید ربوبیت کے قائل تھے۔ اسی طرح وہ توحید اسماء وصفات کے بھی قائل تھے، البتہ بعض دواوین عرب میں صفت رحمان کا انکار ملتا ہے، ان کی سب سے بڑی اعتقادی کمزوری یہ تھی کہ وہ مکمل طور پر توحید الوہیت کے منکر تھے۔ یہی حال دنیا کی تمام قوموں کا تھا، اسی لیے قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء کرام کی دعوت میں توحید الوہیت پر زیادہ زور نظر آتا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو تصور توحید پیش کیا ہے اسے عوام وخواص سب سمجھ سکتے ہیں، اس میں کوئی اجمال وابہام اور پیچیدگی نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

اوّل: قرآنی تصور توحید انتہائی سادہ، فطری اور واضح اسلوب میں ہے، اس میں کسی طرح کی علم الکلامی پیچیدگی نہیں ہے۔

دوم: توحید الٰہی کے دلائل آفاق وانفس میں بکھرے ہوئے ہیں۔ قرآن نے انسانوں کو انھیں کی طرف متوجہ کیا ہے اور ان پر غور وفکر کی دعوت دی ہے جو ظاہر ہے بہت آسان ہے۔

سوم: قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بیان میں نفی مجمل اور اثبات مفصل کا اسلوب اختیار کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کیا ہے، اس کی صفات کیا ہیں اور اس کے حقوق کیا ہیں؟ قرآن کریم میں اس کا بڑا مفصل ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کیا نہیں ہے اس کے ذکر میں بڑے اجمال سے کام لیا ہے۔ اس کے برخلاف فلسفہ ومنطق سے متاثر علم الکلام میں نفی مفصل اور اثبات مجمل کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ قرآنی اسلوب کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی متعین و مشخص ہستی کا واضح وجود ذہن میں آتا ہے اور علم الکلامی تصور توحید میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ایک مبہم و مجمل تصور ذہن میں آتا ہے۔ قرآنی تصور توحید سے مضبوط ایمان و یقین پیدا ہوتا ہے اور علم الکلامی تصور توحید سے کمزور ایمان و یقین وجود میں آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلۂ علم کلام

علامہ ابوالعز حنفیؒ نے شرح عقیدۂ طحاویہ میں توحید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن کا تصور توحید عقلی و فطری ہے، اس لیے کہ مقام مدح وثنا میں نفی مجمل اور اثبات مفصل پسندیدہ ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ قرآنی تصور توحید میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں، جیسا کہ ابن عربیؒ نے ''الفتوحات المکیۃ'' اور ''فصوص الحکم'' میں توحید و شرک کو خلط ملط کر دیا ہے، ابلیس کی وکالت کی ہے اور فرعون وغیرہ کو توحید کا رمز شناس قرار دیا ہے۔

اسی طرح قرآنی تصور توحید میں صوفیانہ خرافات کی بھی کوئی گنجائش نہیں، جیسا کہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ جب کوئی صوفی انتہائی اونچے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اسے صفت قیومیت مل جاتی ہے اور وہ نظام کائنات میں اللہ تعالیٰ کا شریک و سہیم ہو جاتا ہے۔ یا جیسا کہ جنید بغدادیؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار انھوں نے ایک کتے کو دیکھ کر کہا: ''لبیک یا سیدی'' اس لیے کہ وہ نظریۂ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ بنابریں انھوں نے کتے کے ڈھانچہ میں اللہ کو پایا۔ (العیاذ باللہ) صوفیانہ خرافات جاننے کے لیے دیکھیے "الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة" تالیف علامہ عبدالرحمٰن عبدالخالق کویت۔

مذکورہ حقائق کے پیش نظر قرآنی تصور توحید کی تدریس و تفہیم کے درج ذیل تقاضے ہیں، ان پر توجہ دینا ضروری ہے۔

اوّل: عقیدۂ توحید کو خالص قرآنی اسلوب میں سمجھنا اور سمجھانا چاہیے۔

دوم: قرآنی تصور توحید کو منطق و فلسفہ، علم کلام اور تصوف کی آلودگیوں سے دور رکھنا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم: شرک اور اس کے تمام مظاہر سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

چہارم: توحید اسماء وصفات میں تاویل وتحریف وغیرہ سے پرہیز کرنا، اس لیے کہ صفات الٰہی میں تاویل وتحریف وغیرہ ذات الٰہی میں تاویل وتحریف کو مستلزم ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔

قرآن کا تصور رسالت اور اس کے مطلوبہ اثرات

قرآن مجید میں رسالت اور رسول کا مقام بڑے واضح انداز میں بتایا گیا ہے۔ رسالت اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک واسطہ ہے، ضروری تھا کہ وہ واسطہ انسان ہی ہوتا، چنانچہ قرآن کریم میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ رسول بشر ہوتا ہے، وہ فوق البشر نہیں ہوتا مگر افضل البشر ہوتا ہے اور اس کی فکری وعملی تربیت خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف آیات میں دوٹوک انداز میں آپ کا مقام، آپ کی قانونی حیثیت اور تشریعی اہمیت واضح کی ہے۔ اختصار کے پیش نظر اس سلسلہ میں بعض آیات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆ رسول بشر ہیں مگر نزول وحی کی وجہ سے افضل البشر ہیں:

قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلي أنما الٰهكم إله واحد. (الكهف: ١١٠)

''اے نبی! کہہ دو، میں تم لوگوں کی طرح بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔''

☆ رسول مالک ومختار نہیں ہیں کہ انھیں خدائی اختیارات حاصل ہوں:

قل إني لا املك لكم ضراً ولا رشدا. (الجن: ٢١)

''اے نبی! اعلان کردو، میں تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں۔''

☆ رسول غیر مشروط طور پر مطاع ہیں جبکہ اولوالامر مشروط طور پر مطاع ہیں:

واطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون. (آل عمران: ١٣٢)

''اے لوگو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ رسول عالم انسانی کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔اس کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ. (الاحزاب: ۲۱)

''اے لوگو! رسول کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

☆ رسول قاضی ہیں، ان کے ہر فیصلہ کو ماننا ایمان کا تقاضا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ أمرا أن یکون لھم الخیرۃ من أمرھم. (الاحزاب: ۳۶)

''جب اللہ اور رسول کوئی فیصلہ کردیں تو کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔''

☆ رسول مبین قرآن یعنی قرآن کی توضیح کرنے والے ہیں:

وأنزلنا إلیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم. (النحل: ۴۴)

''ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ اس کی توضیح کریں۔''

☆ رسول کا قول وعمل بیان قرآن ہے، جو منجانب اللہ ہے:

فإذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم إن علینا بیانہٗ. (القیامۃ: ۱۸-۱۹)

''جب ہم قرآن پڑھا چکیں، تب اس کے بعد تم پڑھو، پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔''

مذکورہ آیات کی طرح قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جن سے رسول کا معتدل و متوازن مقام اظہر من الشمس ہوجاتا ہے، لہٰذا مقام رسول کی تشریح میں تفریط اور افراط دونوں سے بچنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو فوق البشر مان کر ان کے اندر خدائی صفات کا عقیدہ رکھنا مقام رسالت میں افراط ہے۔اسی طرح احادیث رسول چاہے وہ اخبار متواترہ ہوں یا اخبار آحاد، بہرحال وہ بیان قرآن ہیں جو منجانب اللہ ہیں، اس لیے وہ عقائد و اعمال دونوں میں حجت ہیں۔اس معاملہ میں کوئی تفریق کرنا مقام رسالت میں تفریط ہے۔اسی طرح قرآن کی تفسیر میں اصولی طور پر احادیث رسول کو اوّلیت اور بالادستی حاصل ہے، لہٰذا بے لگام تدبر و تعقل اور رائے و قیاس پر اعتماد کرتے ہوئے احادیث رسول کا انکار یا کسی درجہ اس کی تخفیف بھی مقام رسالت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفریط ہے، جو روح قرآن کے منافی ہے اور اسی طرح نظم قرآن جو ایک ذوقی چیز ہے، اسے بنیاد بناتے ہوئے احادیث کا انکار کر دینا بھی مقام رسالت میں خطرناک تفریط ہے۔

اس سلسلہ کی ایک اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرشمہ رسولوں کی صداقت ثابت کرنے کے لیے انھیں مختلف معجزات عطا فرمائے، ان پر ایمان لانا عقائد میں شامل ہے، لہٰذا مغربی علوم سے متاثر ہو کر معجزات کی تاویل کرنا یا ان کا انکار کر دینا مغرب زدگی، کج فکری اور گمراہی ہے۔

قرآن کا تصور آخرت اور اس کے مطلوبہ اثرات

عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور عالم آخرت دارالجزاء ہے، جہاں انسان ہر چھوٹی و بڑی نیکی و برائی کا بدلہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ. (الزلزال:۷-۸)

''اس دنیا میں جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا اسے پائے گا اور جو شخص ذرّہ برابر برائی کرے گا اسے پائے گا۔''

دینی واخلاقی نقطہ نظر سے عقیدۂ آخرت کی بڑی اہمیت ہے، اس لیے کہ محاسبۂ آخرت کا جذبہ انسانوں کو اچھی زندگی گزارنے، اچھے اخلاق اپنانے اور ہر طرح کی برائی سے دور رہنے پر ابھارتا ہے۔

قرآن کریم میں بڑی تفصیل کے ساتھ عقیدۂ آخرت اور اس کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے قبر، برزخ، حشر ونشر، میزان اعمال، حساب وکتاب اور جنت وجہنم وغیرہ، یہ ساری چیزیں حقیقی اور واقعی ہیں۔ ان پر من وعن ایمان لانا ضروری ہے، جس کے دینی واخلاقی اثرات انسانوں کی پوری زندگی پر پڑتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم میں اکثر احکام ومسائل کے تذکرہ میں ایمان بالآخرہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

عقیدۂ آخرت میں جتنی چیزیں شامل ہیں ان میں کوئی تلمیح، استعارہ اور رمزیت وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کہ ان کی مہمل اور گمراہ کن تاویل کی جائے، جیسا کہ سر سید احمد خانؒ وغیرہ نے اس سلسلہ میں بڑا افسوسناک موقف اختیار کیا ہے اور جنت وجہنم وغیرہ کی عجیب وغریب تشریح کی ہے، ان کا یہی موقف معجزات وغیرہ کے بارے میں بھی رہا ہے۔ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسریؒ نے تفسیر ثنائی میں بڑے مدلل انداز میں سر سید احمد خانؒ کے تمام فکری انحرافات کا مکمل تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ان کی ٹھوس علمی تردید کی ہے۔

انسانی اعمال واخلاق کی اصلاح کے علاوہ عقلی واستدلالی طور پر بھی اسلامی عقیدۂ آخرت کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو مذہب کا عقیدۂ تناسخ اور عیسائیوں کا عقیدۂ کفارہ غیر عقلی ہونے کے ساتھ انسانی اعمال واخلاق کی اصلاح اور فرد وسماج کی تعمیر میں انتہائی ناکام ہے۔

عربی مدارس وجامعات کا مختصر جائزہ

برصغیر ہندو پاک میں جو سنی (غیر شیعی) مدارس وجامعات ہیں وہ مذہبی تصور اور دینی ذہنیت کے اعتبار سے چار طرح کے ہیں۔ سطور ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ تدریس قرآن کے حوالہ سے ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اوّل حنفی دیوبندی مدارس: ان مدارس کی دینی وملّی خدمات کے اعتراف کے ساتھ اس تلخ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ان کے یہاں قرآن کی تعلیم باعتبار اخذ ہدایت، اسی طرح حدیث کی تدریس بحیثیت مصدر شریعت نہیں ہوتی، وہاں بلا قیل وقال بحیثیت مصدر شریعت فقہ حنفی اور بزرگوں کے احوال وملفوظات کی تعلیم وتلقین ہوتی ہے۔

ان مدارس میں تدریس قرآن میں تقلیدی وصوفیانہ جراثیم شامل ہوتے ہیں اور علم الکلامی انداز اس طرح غالب رہتا ہے کہ صفات الٰہی میں بے دریغ تاویل وتحریف کی جاتی ہے۔ ندوۃ العلماء اور اس کی شاخوں کی حالت بھی تقریباً حنفی دیوبندی مدارس کی طرح ہے۔

دوم حنفی بریلوی مدارس: ان مدارس کی صورت حال پورے طور پر حنفی دیوبندی مدارس کی طرح ہے، مزید برآں ان کے یہاں قرآن کی تدریس اس انداز سے ہوتی ہے کہ توحید خالص کے پرخچے اڑ جاتے ہیں اور شرک کو خوب فروغ ملتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' جو مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کے قلم سے ہے اور جس پر تفسیری حاشیہ بنام ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے لکھا ہے، اس کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول ہدایت کے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ، بزرگان امت اور اولیاء کرام کی غلو آمیز عقیدت و محبت اور تمام بریلوی تفردات کی تعلیم کے لیے ہوا ہے۔

سوم: جماعت اسلامی کے مدارس: یہ مدارس کم تعداد میں ہیں اور خوشی کی بات ہے کہ وہاں حنفی مدارس (دیوبندی یا بریلوی) کی مذکورہ خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں، مگر وہاں قرآن مجید کی تدریس اس انداز سے ہوتی ہے کہ توحید و سنت اور تاریخ اسلامی کے سلسلہ میں جو فکری انحرافات مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے یہاں پائے جاتے ہیں وہ ان مدارس کے فضلاء میں منتقل ہو جاتے ہیں، جیسے توحید اسماء و صفات میں تاویل، حدیث و سنت سے استدلال میں تعقل پرستی اور مطالعہ تاریخ اسلامی میں شیعی و مستشرقانہ ذہنیت وغیرہ، جس کی طرف تھوڑا سا اشارہ مقالہ کی پہلی بحث کے آخر میں کیا گیا ہے۔

چہارم سلفی مدارس: مجموعی طور پر ان مدارس کی صورت حال ٹھیک ہے۔ وہاں بحمد للہ وہ فکری خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، مگر بہت سے سلفی علماء کے افکار میں جو بعض انحرافات پائے جاتے ہیں جیسے دعا میں توسل اور صفات الٰہی میں تاویل وغیرہ، تو کہیں کہیں تفسیر قرآن میں اس کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح حدیث و سنت سے استدلال کے معاملہ میں بعض سلفی علماء کے یہاں امام ابن حزم اندلسیؒ اور امام داؤد ظاہریؒ وغیرہ سے مرعوبیت کے نتیجہ میں ظاہریت سے تاثر نظر آتا ہے، چنانچہ وہ مکمل طور پر رائے و قیاس کا انکار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جو ظاہر ہے علمی تقاضا کے خلاف ہے۔

اب اس دعا پر مقالہ ختم کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عربی مدارس و جامعات سے وابستہ علماء کو میری ان معروضات پر سنجیدگی سے غور کرنے اور تدریس قرآن کے بارے میں صحیح اسلامی موقف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس

مولانا محمد ارشد مدنی

نائب رئیس جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

قرآن کریم دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کے ترجمہ وتفسیر کا اہتمام دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں کیا گیا ہے۔ آج کتب تفسیر کی صورت میں جو علمی ذخیرہ دستیاب ہے، اس کی نظیر علمی دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ فن دنیا کی مقدس ترین کتاب سے متعلق ہونے کے ناطے بے حد اہم ہے۔ میں نے تفہیم کی آسانی کے خاطر اس مقالے کو درج ذیل نقاط میں تقسیم کیا ہے اور انہی پر اختصار کے ساتھ کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا:

۱- تفسیر کا لغوی واصطلاحی مفہوم

۲- تفسیر قرآن کی تاریخ

۳- تفسیر ماثور

۴- تفسیر میں محدثین کا منہج

۵- تفسیر میں مفسرین کا منہج

۶- عصر حاضر کی چند معروف ماثور کتب تفاسیر

۷- مدارس اسلامیہ ہند کے نصاب تعلیم پر ایک نظر

۸- مدارس اسلامیہ ہند کے نصاب تعلیم میں ''تفسیر'' کی شمولیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- مدارس اسلامیہ میں "تفسیر" کا رائج طریقہ تدریس
۱۰- تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقہ تدریس

تفسیر کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

(الف) **تفسیر کا لغوی معنی:** تفسیر، فسر یفسر کا مصدر ہے، جو "الفسر" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی بیان اور وضاحت ہے۔ کہا جاتا ہے "اسفر الصبح" صبح واضح ہوگئی۔ (۱) قرآن مجید میں ہے: ولا یأتونک بمثل الاجئناک بالحق وأحسن تفسیرا. (۲) یعنی "احسن بیانا و تفصیلا."

(ب) **تفسیر کا اصطلاحی معنی:** هو علم یعرف فیه فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمد ﷺ وبیان معانیه واستخراج أحکامه وحکمه. (۳) یعنی تفسیر ایسا فن ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو سمجھا جائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور اس کے معانی کو بیان کیا جائے اور اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کو واضح کیا جائے۔

تفسیر قرآن کی تاریخ

تفسیر قرآن کی تاریخ نزول قرآن سے شروع ہوتی ہے اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق سب سے پہلے مفسر قرآن نبی اکرم ﷺ ہیں۔ وأنزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم. (۴) یعنی ہم نے قرآن مجید آپ پر اس لیے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ یہ بتادیں کہ ان کے لیے کیا نازل کیا گیا ہے۔

اس حکم الٰہی کے مطابق محمد عربی ﷺ نے اپنے اقوال و افعال اور سیرت و کردار سے قرآن مجید کی پوری تفسیر بیان فرمادی۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام بھی قرآنی آیات کی تفسیر و وضاحت کے لیے آپ ﷺ سے رجوع کرتے تھے اور آپ ان کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولئک لھم الأمن وھم مھتدون. (۵) تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ سے کہا کہ ہم میں سے کون ظلم سے بری ہے، اس وقت آپ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کیا: ان الشرک لظلم عظیم. (۶)

دیگر تمام علوم کی طرح علم تفسیر بھی جمع وترتیب کے تین مراحل سے گزر کر ایک باضابطہ فن کی شکل میں ہمارے سامنے آیا ہے۔

۱- **مرحلۂ کتابت**: عہد رسالت میں کتابت کے لیے چمڑوں، تختوں اور کھجور کے تنوں کے علاوہ صحیفہ کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس دور میں تفسیری مرویات کو بھی احادیث کی طرح جمع کر لیا گیا تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوحذیفہؓ سے ایک حدیث نقل کیا ہے۔ حضرت ابوحذیفہ کہتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا: ھل عندکم کتاب؟ کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: لا! الا کتاب اللہ أو فھم اعطیہ رجل مسلم أو ما فی ھذہ الصحیفة.... (۷) نہیں! سوائے قرآن یا اس بصیرت کے جو ایک مسلمان آدمی کو عطا کیا گیا ہے یا اس صحیفہ کے جو میرے پاس ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے: قال ابن المنیر: فیہ دلیل علیٰ انہ کان عندہ اشیاء مکتوبة من الفقہ المستنبط من کتاب اللہ وھی المراد بقولہ: أو فھم أعطیہ رجل مسلم. (۸) ابن منیر کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے پاس کتاب اللہ کے کچھ مستنبط مسائل تحریری شکل میں موجود تھے اور ان کے اس قول "أو فھم اعطیہ رجل مسلم" کا یہی مطلب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کی طرح تفسیر کی جمع وتدوین کا کام عہد رسالت میں صحابہ کرام کی توجہ کا اہم مرکز نہیں رہا اور اس کی دو اہم وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی بحیثیت شارع ومفسر موجود تھی اور دوسری وجہ یہ کہ اس دور میں کتابت سے زیادہ حافظہ پر اعتماد کیا جاتا تھا، البتہ صحابہ کرام کے فوراً بعد تابعین کے عہد میں سورتوں کی ترتیب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے تفسیر کو جمع کیا گیا۔ مفسرین نے تفسیر کی تمام جزئیات وتفصیلات سے قطع نظر اہم اہم تفسیری اقوال وآثار پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور تدوین تفسیر کا یہی منہج تابعین اور تبع تابعین کے زمانے تک جاری رہا۔

تدوین تفسیر کی تاریخ میں سب سے پہلی تفسیر مجاهد بن جبر المخزومي المكي (ت ۱۰۴ھ) کی تفسیر مانی جاتی ہے، جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری (ت ۳۱۰ھ) ابن ابی ملیکہ سے بسند خود روایت کرتے ہیں: رأيت مجاهدا يسأل ابن عباس عن تفسير القرآن ومعه الواحه، فيقول له ابن عباس: اكتب، قال: حتى سأله عن التفسير كله. (۹)

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن کی تفسیر پوچھتے تھے، ان کے پاس تختیاں ہوتی تھیں۔ ابن عباس کہتے لکھ لو، اس طرح مجاہد نے عبداللہ بن عباس سے پورے قرآن کی تفسیر پوچھ لی۔

ابن ابی ملیکہ کی اس تاریخی شہادت سے ہم اس معتبر ترین تفسیر کی تاریخ تدوین کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ''تفسیر مجاہد'' ۶۸ھ سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔ یہ قدیم ترین تفسیر دو مرتبہ طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۴ء میں عبدالرحمٰن السورتی کی تحقیق کے ساتھ اور دوسری مرتبہ ۱۹۸۹ء میں محمد ابوالنیل کی تحقیق کے ساتھ۔

مجاہد کے بعد مکہ ہی کے ایک دوسرے مشہور تابعی سعید بن جبیر نے ایک دوسری تفسیر لکھی۔ ابن ابی حاتم الرازی (ت ۳۲۷ھ) اپنے والد ابوحاتم سے بیان کرتے ہیں کہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان (ت ۸۶ھ) نے ایک مرتبہ سعید بن جبیر کو لکھا کہ قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھیں اور سعید بن جبیر نے ایک تفسیر لکھ کر ان کو بھیج دی۔ (۱۰)

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ سعید بن جبیر ۹۸ھ میں حجاج ابن یوسف کے ہاتھوں قتل کیے گئے، اس لئے کہ انھوں نے ۸۱ھ میں حجاج بن یوسف کے خلاف ابن الاشعث کی بغاوت میں حصہ لیا تھا اور یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ عبدالملک بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مروان نے ایک ایسے شخص سے تفسیر لکھنے کا مطالبہ کیا ہو جو اس کی حکومت کے خلاف بغاوت میں شریک ہو اور یہ بات بھی خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ سعید بن جبیر نے بغاوت کی حالت میں عبدالملک بن مروان کے حکم کی تعمیل کی ہوگی، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کام عبدالملک بن مروان کی ابتدائے حکومت یعنی ۶۵ھ سے ابتدائے بغاوت یعنی ۸۱ھ کے درمیان انجام پایا ہوگا۔

کبار تابعین کے عہد میں ان ہی دو تفسیروں کا پتہ چلتا ہے، البتہ اس کے بعد تدوین تفسیر کا کام بڑی تیزی سے شروع ہو گیا اور دوسری صدی ہجری تک پانچ تفسیریں منظر عام پر آ گئیں، جن میں سے تین کا تعلق تفسیر ماثور سے ہے اور دو کا تعلق تفسیر بالرائے سے ہے۔ ماثور تفسیروں میں عبدالملک بن جریج (ت ۱۴۹ھ) کی تفسیر "الآثار و حروف التفسیر"، مقاتل بن سلیمان (ت ۱۵۰ھ) کی "التفسیر الکبیر" اور یحییٰ بن سلام البصری (ت ۲۰۰ھ) کی تفسیر اور تفسیر بالرائے میں واصل بن عطاء (ت ۱۳۱ھ) کی "معانی القرآن" اور عمرو بن عبید (ت ۱۴۴ھ) کی تفسیر تھی۔ (۱۱)

۳- مرحلۂ تصنیف و تالیف: اس مرحلہ میں تفسیر ایک فن کی حیثیت سے پوری جامعیت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور ساتھ ہی مفسرین دو مکتب فکر میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک تفسیر ماثور اور دوسرا تفسیر بالرائے، بعد میں آنے والے تمام مفسرین نے انھی دونوں مکتب فکر سے متاثر ہو کر تفسیری خدمات انجام دی ہیں۔

تفسیر ماثور

تفسیر ماثور کی بنیاد ان ہی مصادر پر ہے جو شریعت کے معتبر اور متفق علیہ مصادر تسلیم کیے جاتے ہیں، یعنی قرآن مجید، سنت صحیحہ، صحابہ کرام اور تابعین سے ثابت شدہ موقوف تفسیری روایات۔ تفسیر میں سب سے زیادہ صحیح ذخیرہ وہ ہے جو کتب حدیث میں کتاب التفسیر یا ابواب التفسیر کے نام سے موجود ہے۔

تفسیر ماثور میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو دو تصنیفی مناہج میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- **محدثین کا منہج**: محدثین کرام نے جو تفسیری خدمات انجام دیں ان میں تفسیر کے لیے قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ پر اکتفا کیا۔ کہیں کہیں کبار تابعین کے ان اقوال سے بھی تفسیر بیان کی جو صحیح سند کے ساتھ ثابت تھے، ان لوگوں نے اپنی تفسیروں کو اسرائیلی روایات اور موضوع احادیث سے بالکل پاک رکھا اور اگر کہیں ذکر بھی کیا تو تردید کی غرض سے، اس منہج کی چند مشہور تفسیریں یہ ہیں:

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کی "تفسیر القرآن العظیم سندا عن الرسول و الصحابة و التابعین" اس تفسیر کے چند اجزاء تحقیق کے بعد طبع ہوئے ہیں اور باقی ہنوز مخطوطے کی شکل میں موجود ہے۔

امام ابو محمد حسین البغوی (ت ۵۱۰ھ) کی "معالم التنزیل" جو ثعلبی (ت ۴۲۷ھ) کی تفسیر کی تلخیص ہے۔

اس طرز تصنیف کی سب سے مشہور تفسیر امام ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ) کی "تفسیر القرآن العظیم" ہے، جو تفسیر کی تمام کتابوں میں جامعیت اور روایات پر نقد کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کی حامل ہیں، عام قاری کے لیے اب اس کی تلخیص بھی دستیاب ہے جو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے۔

۲- **مفسرین کا منہج**: محدثین اور مفسرین کے منہج میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مفسرین نے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کے علاوہ اہل کتاب کی عام تفسیری مرویات کو بھی اپنی تفسیروں میں داخل کیا، بلکہ بعض مفسرین نے تو ضعیف اور متروک روایات سے بھی احتراز نہیں کیا، حتیٰ کہ فضائل سور اور قصص انبیاء میں موضوع احادیث کو بھی داخل کر دیا، جبکہ محدثین نے صرف قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین ہی پر اکتفا کیا اور شاید مفسرین کے اسی منہج کو دیکھ کر امام احمد بن حنبل نے کہا تھا: "ثلاثة أمور لیس لها اسناد: التفسیر والملاحم والمغازی." (۱۲) یعنی تین علوم ایسے ہیں جن کی سند نہیں ہے، تفسیر، ملاحم اور مغازی۔ اس منہج کی چند مشہور تفاسیر یہ ہیں:

عبد الرزاق بن همام الصنعانی (ت ۲۱۱ھ) کی "تفسیر القرآن الکریم" اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہج کی سب سے معتبر تفسیر ہے، جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔

امام ابن جریر طبری (ت ۳۱۰ھ) کی "جامع البیان فی تفسیر القرآن" امام ابن جریر کی یہ تفسیر سابقہ تمام کتب کی جامع ہے اور اسی لئے بعد میں آنے والا کوئی بھی مفسر اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا ہے۔

ابو اللیث السمرقندی (ت ۳۷۵ھ) کی "بحر العلوم" یہ کتاب اسرائیلیات اور موضوعات کا سب سے عظیم مرجع ہے۔

ابو اسحاق احمد الثعلبی (ت ۴۲۷ھ) کی "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" فضائل سور سے متعلق موضوعات اور اسرائیلیات کے لیے یہ کتاب کافی شہرت رکھتی ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (ت ۵۹۷ھ) کی "زاد المسیر فی علم التفسیر" اور امام عبدالرحمٰن السیوطی (ت ۹۱۱ھ) کی "الدر المنثور فی التفسیر بالماثور" بھی اسی منہج کی تفسیر مانی جاتی ہے۔

عصر حاضر کی چند معروف ماثور کتب تفاسیر

عہد حاضر کے تقریباً تمام مفسرین نے اپنی تفسیروں میں وہی منہج اختیار کیا ہے جو متقدمین مفسرین کا منہج تھا، چنانچہ اثری، فقہی، لغوی، علمی اور بلاغی تفسیریں اس دور میں لکھی گئی ہیں۔ دونوں میں صرف اسلوب اور طرز نگارش کا فرق ہے، البتہ دور حاضر میں تفسیر کے کچھ نئے مناہج بھی سامنے آئے ہیں۔

(۱) **اصلاحی تفسیر**: اس قسم کی تفسیر میں مفسرین ان آیات کو منتخب کرتے ہیں جن میں اصلاح معاشرہ یا دیگر اصلاحی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نہایت مفصل انداز میں ان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اپنے معاشرہ کی موجودہ صورت حال سے ان کا ربط و تعلق واضح کرتے ہیں۔

(۲) **نشریاتی تفسیر**: یہ بالکل جدید دور کی پیداوار ہے۔ اس میں مفسر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے توسط سے قرآنی آیات کو بہت سہل اور آسان اسلوب میں عوام کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتا ہے، پھر اس کے بعد اسے کتابی شکل دے دی جاتی ہے۔ اس طرز کی کئی تفسیریں منظر عام پر آچکی ہیں۔

(۳) **موضوعی تفسیر**: اس میں مفسر کسی ایک موضوع کی تعیین کرتا ہے اور اس سے متعلق قرآنی آیات کو بالترتیب جمع کر لیتا ہے، پھر ان کی تفسیر لکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ''عورت قرآن کی نظر میں''، ''انسان قرآن کے آئینہ میں'' وغیرہ، چونکہ یہ ایک موضوع پر محدود آیات کی تفسیر ہوتی ہے، اس لیے مختصر بھی ہوتی ہے اور عام لوگ اس سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔

ذیل میں ماثور اور مقبول منہج پر لکھی جانے والی جدید تفسیروں کا جائزہ فن کے اعتبار سے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) **اثری تفسیر**: معاصر اثری تفاسیر میں بھی قدیم ماثور تفسیروں کی طرح اسرائیلیات، موضوعات اور واہیات وخرافات روایات سے احتراز کرتے ہوئے صرف صحیح احادیث واقوال پر اعتماد کیا گیا ہے اور نص کی عدم موجودگی میں کہیں کہیں متقدمین کی طرح اجتہاد سے بھی کام لیا گیا ہے۔

معاصر اثری تفاسیر میں سے چند مشہور تفسیریں یہ ہیں:

۱- فتح البیان، نواب صدیق حسن خان قنوجی (ت ۱۳۰۷ھ)

۲- أضواء البیان، محمد امین شنقیطی (ت ۱۳۹۷ھ)

۳- تفہیم القرآن (عربی) سید ابوالاعلیٰ مودودی (ت ۱۳۹۹ھ)

۴- صفوۃ التفاسیر، محمد علی الصابونی

(۲) **فقہی تفسیر**: عصر حاضر میں فقہی تفسیروں کی ایک خصوصیت یہ سامنے آئی ہے کہ عام طور پر کلیہ یعنی بی اے کے نصاب تعلیم کے حقدار کو ذہن میں رکھ کر بعض تفسیریں مرتب کی گئی ہیں۔ دور جدید کی چند فقہی تفسیریں یہ ہیں:

۱- نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام، نواب صدیق حسن خان قنوجی (۱۳۰۷ھ)

۲- تفسیر آیات الأحکام، محمد علی السایس (ت ۱۳۹۶ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- روائع البیان فی تفسیر آیات الأحکام، محمد علی الصابونی

۴- تفسیر آیات الاحکام، مناع خلیل القطان

۵- فیوض العلام علی تفسیر آیات الأحکام، ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی

(۳) بلاغی تفسیر: تفسیر کی اس قسم میں قرآن کے فنی محاسن کو امثال و قصص جیسی آیات کی روشنی میں اجاگر کیا جاتا ہے۔ معاصر تفسیروں میں اس اعتبار سے سید قطب کی تفسیر "فی ظلال القرآن" کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۴) علمی تفسیر: دور حاضر میں اکثر مفسرین کا رجحان اسی تفسیر کی جانب ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اکثر کی کوششیں علمی تفسیر کے اصول وضوابط سے ہم آہنگ نہیں ہیں، بلکہ علمی تفسیریں کم اور موضوعی تفسیریں زیادہ ہوگئی ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک معروف تفسیر محمد علی البارکی "خلق الانسان بین العلم والقرآن" ہے، جہاں تک شیخ طنطاوی جوہری (ت۱۹۴۰ء) کی "الجواھر فی تفسیر القرآن" کا تعلق ہے تو یہ تفسیر کی کتاب کہے جانے کے لائق نہیں ہے، اس لیے کہ مؤلف نے قرآنی آیات کے معانی بیان کرنے سے زیادہ اپنی تفسیر کو حیوانات ونباتات اور اسرائیلی روایات سے بھر دیا ہے۔(۱۳)

(۵) اصلاحی تفسیر: مفسر اس قسم کی تفسیر میں اصلاحی مضامین کی آیتوں سے بحث کرتا ہے۔ کہیں کہیں مغربی تہذیب، مادی وسائل اور اسلامی تعلیمات کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس موضوع کی چند جدید تفسیریں یہ ہیں:

۱- تفسیر القرآن الحکیم، محمد رشید رضا (ت۱۹۳۵ء)

۲- تفسیر المراغی، احمد مصطفی المراغی (ت۱۹۴۵ء)

۳- تفسیر التحریر والتنویر، محمد طاھر بن عاشور (۱۹۷۳ء)

(۶) نشریاتی تفسیر: اس کی ابتدا امین الخولی (ت۱۹۶۶ء) کے اس نشریاتی پروگرام سے ہوئی جو انھوں نے ۱۹۴۴ء سے مسلسل مصری ریڈیو پر درس قرآن کی صورت میں دیا، جو بعد میں الگ الگ کتابوں کی شکل میں طبع ہوکر منظر عام پر آئے۔ ویسے اس کو تفسیر کی بجائے وعظ وارشاد کی کتاب کہنا مناسب ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امین خولی کے بعد نشریاتی تفسیر کا کام انجام دینے والے چند مشہور نام یہ ہیں:

۱- محمد شلتوت (ت۱۹۶۴ء) جن کی تفسیر "تفسير الاجزاء العشرة الأولى" کے نام سے طبع ہوئی۔

۲- محمد المكي الناصري (ت۱۴۱۴ھ) جن کی تفسیر "التيسير في احاديث التفسير" ہے۔

۳- عبدالرحمن بن سعدی، ان کی تفسیر "تفسير كلام المنان" کے نام سے مشہور ہے۔(۱۴)

مدارس اسلامیہ ہند کے نصاب تعلیم پر ایک نظر

ہندوستان کے وسیع و عریض خطے پر پھیلے ہوئے تمام مدارس اسلامیہ کے نصاب پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ان مدارس میں جو نصاب تعلیم رائج ہے اس میں چند مضمون کے علاوہ اکثر مضامین میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ حفظ و تجوید، تفسیر و علوم تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، عقیدہ و ادب، سیرت و تاریخ، نحو و صرف، بلاغت اور اسرار شریعت، فرق و ادیان، فرائض اور انگریزی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، البتہ کتابوں کے انتخاب و اختیار میں خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں "تفسیر" کی شمولیت

چوں کہ قرآن کریم اور حدیث شریف پر شریعت اسلامیہ کا دار و مدار ہے۔ انسانوں کی زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا مرجع کتاب و سنت ہے، اس وجہ سے ہندوستان کے تمام اہل حدیث گو رغیر اہل حدیث اداروں میں تفسیر و علوم تفسیر کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ان مدارس کے نصاب تعلیم سے واضح ہوتا ہے، البتہ فن تفسیر کی کتابوں کے انتخاب و اختیار اور طریقۂ تدریس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مدارس اہل حدیث میں تفسیر علوم تفسیر کی جو کتابیں داخل نصاب ہیں، ان میں تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلالین، تفسیر فتح القدیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، فیوض العلام علیٰ تفسیر آیات الاحکام، الاتقان، الفوز الکبیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

حنفی مکتب فکر کے مدارس، جن میں دار العلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سرفہرست ہیں، ان میں تفسیر جلالین، تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر مظھری، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی اور الفوز الکبیر اہمیت کی حامل ہیں۔

بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں تفسیر کشاف، تفسیر آیات الاحکام، تفسیر جلالین، تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر بیضاوی جیسی تفسیر کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

مدارس شیعہ میں تفسیر صافی، تفسیر نمو اور تفسیر موضوعی داخل نصاب ہیں۔

مدارس اسلامیہ میں تفسیر کا رائج طریقۂ تدریس

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر تفسیر کا جو طریقۂ تدریس رائج ہے اس میں کتب تفسیر کی عبارت خوانی طلبہ سے کرائی جاتی ہے، پھر اساتذہ عبارت کا ترجمہ و تفہیم کرتے ہیں۔ سال بھر یہی طریقۂ تدریس و تعلیم باقی رہتا ہے۔ طلبہ ششماہی و سالانہ امتحانات کے موقع سے پڑھے ہوئے حصے کو رٹ ڈالتے ہیں اور پھر امتحان میں شریک ہو کر اس مادہ میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

اس طرح کے طریقۂ تدریس سے چند امور سامنے آتے ہیں:

۱- اس طرح پڑھانے سے معلومات وسیع تر نہیں ہو پاتی ہیں، بلکہ معلومات کا دائرہ درسی کتابوں کے چند مخصوص صفحات تک ہی محدود ہوتا ہے۔

۲- اس طرح کے طریقۂ تدریس سے طالب علم کو جماعت یا مرحلہ کی ترقی مل جاتی ہے، البتہ علمی ترقی سے وہ محروم رہ جاتا ہے۔

۳- اس طرح پڑھانے سے طالب علم کا مطالعہ محدود ہو کر رہ جاتا ہے، کیونکہ مقررہ چند صفحات کے حل و فہم کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴- اس طرح پڑھنے کا مطلب عبارت کو بلا سمجھے بوجھے رٹنا اور یاد رکھنا سمجھا جاتا ہے۔

۵- اس طرح کے طریقۂ تدریس میں حکم ماننے اور فرماں بردار بننے پر زور دیا جاتا ہے۔ خارجی سوالات کے پوچھنے، فقہی تفسیر و توضیح معلوم کرنے اور فقہی مسائل و احکام کے استنباط و استخراج کے متعلق سوالات کرنے سے روکا جاتا ہے۔

۶- معمولات کی پابندی اور پڑھنے کے دوران استاذ کی ہدایت پر عمل کرنے کی عادت زبردستی پیدا کرائی جاتی ہے۔

۷- سیکھنے اور پڑھنے کے لیے صرف انہی مواد کا استعمال کیا جاتا ہے جو داخل نصاب صفحات پر محیط ہوتے ہیں۔ خارجی مواد دیگر علمی اور فقہی تفسیروں کے مطالعہ کی روشنی میں ہرگز پیش نہیں کیے جاتے۔

۸- طلبہ کو مطالعہ کے لیے چند مخصوص کتب تفسیر تک ہی محدود رکھا جاتا ہے، اس سے موافق و مخالف دلیل کا علم نہیں ہو پاتا ہے۔

۹- اس طرح کے طریقۂ تدریس سے تمام طرح کے تعلیمی امور کی انجام دہی خود استاذ ہی کو کرنا پڑتی ہے، طلبہ کلاس میں صرف جسم اور کتاب کے ساتھ حاضر ہو جاتے ہیں۔

۱۰- طلبہ کو اظہار رائے، اختلاف احکام و مسائل اور استنباط و استخراج احکام کی چھوٹ نہیں دی جاتی، بلکہ جو کچھ زیر درس کتابوں میں لکھا ہوتا ہے اسے زبردستی یاد کرایا جاتا ہے۔

۱۱- سیکھنے اور حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی غیر فطری اور بے معنی طریقوں سے آمادگی پیدا کرائی جاتی ہے، جیسے سزا وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔

تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس

مدارس اسلامیہ ہند کے نصاب تعلیم میں داخل کتب تفاسیر کا مختصر اور سرسری جائزہ سے یہ بات مترشح ہو چکی ہے کہ بہت کم ہی تفسیر بالماثور کی کتابیں ان مدارس میں داخل ہیں، بلکہ ان مدارس میں اس وقت ماثور نمائندہ تفسیروں کی بجائے ایسی تفسیریں داخل نصاب ہیں جو اولاً غیر مستحسن مناہج پر مشتمل ہیں اور ثانیاً ان میں سے بعض بے حد مختصر ہیں۔ ترجمہ کی حد تک وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیریں تو مفید ضرور ہیں، لیکن اصل قرآن فہمی میں جو تفسیر کا مقصد ہے ان سے زیادہ مدد نہیں ملتی، اختصار کے باوجود بھی ان میں اسرائیلیات اور یونانی اوہام مخلوط ہیں، صحیح روایات کا التزام نہیں۔ اکثر مقامات پر یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اگر اسرائیلی روایات سے قطع نظر کرلی جائے اور یونانی تصورات علیحدہ کردیے جائیں تو خالص عربی اسلوب عبارت اور لسانی اصول وقواعد کے تحت ان کا کیا مفہوم ہوگا اور قرن اوّل میں کیا مفہوم سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں صحیح تدبر اور غور کرنے کی نہ مشق ہوتی ہے اور نہ ان کے حقیقی حدود متعین ہو پاتے ہیں، لہٰذا تفسیر کے فن میں جو کتابیں داخل نصاب ہیں ان میں نظر ثانی کرکے محدثین ومفسرین کے مناہج پر مشتمل ماثور کتب تفاسیر نیز عصر حاضر میں ماثور اور مقبول منہج پر موجود اثری تفسیر، فقہی تفسیر، بلاغی تفسیر، علمی تفسیر اور اصلاحی تفاسیر کو داخل نصاب کیا جائے اور قدیم روایتی طریقۂ تدریس جو کم نفع اور زیادہ نقصان وخسارہ کا متحمل ہے، کی بجائے جدید طریقۂ تدریس کو اختیار کیا جائے۔ اس کے لیے ذیل کے چند طریقۂ تدریس مفید ہوسکتے ہیں:

۱- اس وقت کتب تفسیر کا جو طریقۂ تدریس رائج ہے، اس میں اساتذہ وطلبہ کی تمام تر توجہ کتابوں کی عبارتوں اور ان کے ترجمہ اور عبارتوں کا مطلب ومفہوم معلوم کرنے پر مرکوز رہتی ہے، گویا طالب علم فن نہیں پڑھتا بلکہ کتاب پڑھتا ہے اور اس کو سمجھ لینے کو ہی اپنے لیے معراج کمال جانتا ہے۔ یہ طریقۂ تدریس وتعلیم زیادہ سے زیادہ مرحلہ متوسطہ وثانویہ کے طلبہ کے لیے مفید ہوسکتا ہے، مگر عالمیت (Intermidiate) اور فضیلت (B.A.) کے طلبہ کے لیے کچھ بھی مفید نہیں۔ اس طریق درس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی طالب علم کو فن نہیں آتا۔ فن کے اصول وفروع اور اس کے آداب ومبادی پر اس کی نظر نہیں ہوتی اور اس کا ذہن تخلیقی ہونے کی بجائے محض تقلید میں ہوکر رہ جاتا ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کو بدل کر لکچر دینے کا طریقہ عالمیت وفضیلت کے کلاسوں میں رائج کیا جائے اور طلبہ میں خود مطالعہ اور غور وفکر کا مادہ پیدا کیا جائے۔

۲- طلبہ میں ایک عام رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ تفسیر کے مضمون سے ان کی کوئی دلچسپی نہیں، اس کی جہاں بہت ساری وجوہات ہیں وہاں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ استاذ تفسیر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدریس کو پر اثر نہیں بنا پاتے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ طریقۂ تدریس کوئی ایسا پیمانہ نہیں کہ جسے استعمال کر کے مضمون کی تدریس کو مؤثر بنایا جا سکے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ:

اولاً: وہ نفس مضمون (صرف مخصوص زیر تدریس کتاب ہی نہیں) کا گہرا اور عمیق مطالعہ اور فہم کے بعد تدریسی فریضہ انجام دینے کے لیے کلاس میں حاضری دے۔

ثانیاً: سیکھنے کے عمل میں طلبہ کی فعال شرکت کو اپنے گوناگوں خصائص کے ذریعہ ممکن بنانے کا طرز اختیار کیا جائے۔

ثالثاً: استاذ کو طلبہ کی نفسیات اور تعلیمی نفسیات اور اصول تعلیم سے گہری واقفیت حاصل ہو۔

رابعاً: اساتذہ کی فن سے گہری دلچسپی اور فن میں باقاعدہ تربیت ہو۔ ظاہری بات ہے کہ تدریس کے عمل کو اس طرح انجام دینا ہے کہ طالب علم سیکھنے کے عمل میں دلچسپی لے اور فعال شرکت کرے تاکہ اس کی جملہ ذہنی، جذباتی اور دیگر صلاحیتوں کو فروغ دیا جا سکے اور اس کی شخصیت کا ہمہ جہتی ارتقا ہو سکے، مگر مدارس اسلامیہ ہند میں عام طور پر یہ بات محسوس کی جاتی ہے کہ کسی بھی استاذ کو تفسیر کا مضمون تدریس کے لیے دے دیا جاتا ہے جس سے اس کو نہ کوئی دلچسپی ہوتی ہے اور نہ اس فن میں اس کو پہلے سے کوئی تربیت ملی رہتی ہے، جس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ وہ تدریسی ذمہ داری کو نبھانے سے قاصر رہتا ہے اور طلبہ کو سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا تفسیر کی تدریس کو مؤثر بنانے کے لیے ان ہی اساتذہ کا انتخاب بہتر ہوگا جن کو اس فن سے دلچسپی اور ساتھ ہی ساتھ اس فن میں ان کی تربیت ہوئی ہو۔

۳۔ طلبہ کو اظہار رائے، اختلاف احکام و مسائل اور اختلاف استنباط و استخراج کا بھرپور موقع دیا جائے، بلکہ ہر گھنٹی کے اخیر میں پانچ چھ منٹ کا وقت دیا جائے، جس میں طلبہ اپنے اندر پانے والے سوالات و اشکالات کو اساتذہ کے سامنے رکھ سکیں۔

۴۔ چونکہ تمام تفسیر بالماثور نمائندہ کتابوں کو نصاب تعلیم میں داخل کر کے کلاسوں میں ان کو پڑھانا ممکن نہیں ہے، اس بنا پر ہفتہ یا پندرہ دن میں یا مہینے میں مختلف جماعتوں کے طلبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اجتماع عام میں کسی تفسیر بالماثور نمائندہ کتاب کی تدریس کا طریقہ بتایا جائے۔ اس کا انداز محاضرہ اور لکچر کا ہو، جس میں محاضر مصنف کتاب، کتاب، مشتملاتِ کتاب، مناہجِ کتاب اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالنے کے بعد چند مخصوص سورتوں کی تفسیر و تفہیم کا اہتمام کرے، پھر اس سے استفادہ کے طریقہ پر روشنی ڈال کر محاضرے کو ختم کردے۔ اس کی اہمیت اور اس طرح کے طریقۂ تدریس سے استفادہ کرنے کو پر مؤثر بنانے کے لیے اس کو ششماہی و سالانہ امتحان سے جوڑ دیا جائے، جس کا نمبر پندرہ یا بیس ہو۔

۵- جس استاذ کے ذمہ تفسیر کا مضمون ہو، اس کو کم سے کم گھنٹیاں دی جائیں تاکہ وہ جس ماثور نمائندہ تفسیر کی تدریس کا کام انجام دے رہا ہو اس کے ساتھ ساتھ مزید کم از کم پانچ ماثور تفسیروں کا مطالعہ کرکے تدریس کے فرائض انجام دے، نیز طلبہ کو بھی وہ رہنمائی کرے کہ وہ چند دیگر ماثور تفسیروں کا مطالعہ کرکے کلاس میں آیا کریں۔

۶- طلبہ کو اس بات کا مکلف نہ کیا جائے کہ ششماہی و سالانہ امتحانات میں زیر درس داخل تفسیر ہی سے جواب دیں، بلکہ ان کو اس بات کا پورا اختیار دیا جائے کہ درست جواب ہو، البتہ زیر درس داخل تفسیر اور اس کے علاوہ دیگر جس تفسیر سے بھی چاہیں جواب لکھ سکتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ طلبہ کے اندر خوب تر کی تلاش کا جذبہ موجزن ہوگا اور اس طرح سے ان کی صلاحیت ولیاقت میں کافی ترقی ہوگی۔

۷- تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کو اس ڈھنگ سے پڑھایا جائے کہ تقریباً اس کے تمام ہی مناہج پر مشتمل کتابیں فضیلت (B.A.) کے سالوں تک آجائیں، مثلاً کسی سال محدثین کے منہج پر مشتمل تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتاب کو پڑھایا جائے تو کسی سال مفسرین کے منہج پر مشتمل تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتاب کو۔ اسی طرح کسی سال عصر حاضر میں ماثور ومقبول منہج پر لکھی جانے والی تفسیروں میں اثری تفسیر، فقہی تفسیر، بلاغی تفسیر، علمی تفسیر اور اصلاحی تفسیر کو پڑھایا جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ فراغت کے سال تک ایک طالب علم تفسیر بالماثور کی تمام مناہج پر مشتمل کتابوں سے استفادہ کرلے گا۔

۸- فضیلت (B.A.) کے سالوں کے طلبہ کو اپنے اپنے مضمون کے تحت آئے احادیث، آثار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اقوال کی تحقیق و تخریج پر آمادہ کرنا مفید ہوگا۔

۹- پورے سال تفسیر کے موضوع پر مختلف مقالے لکھوانا بھی مفید ہوگا۔

۱۰- اساتذہ طلبہ کو اثنائے درسِ تفسیر درج ذیل موضوعات کے مطالعے کی ترغیب دلائیں تو فائدہ بخش ہوگا:

تاریخ القرآن، تاریخ علم التفسیر، لغات القرآن و اعرابه و مشکلاته ومتشابهاته، احکام القرآن، عقائد القرآن وحججه، اخبار القرآن و ارضه، اعجاز القرآن و تنزیهه عن المطاعن، الانموذجات من التفسیر بالروایة والدرایة وغیرہ۔

حواشی

(۱) القاموس المحیط ۲/۱۱۰، لسان العرب ۶/۱۶۱

(۲) الفرقان: ۳۳

(۳) البرهان فی علوم القرآن ۱/۱۳

(۴) النحل: ۴۴

(۵) الانعام: ۸۲

(۶) لقمان: ۱۳

(۷) صحیح البخاری مع الفتح ۱/۱۰۴

(۸) فتح الباری ۱/۲۰۵

(۹) جامع البیان للطبری ۱/۳۱

(۱۰) تفسیر ابن أبی حاتم، تحقیق دکتور احمد بن عبد الله الزهرانی

(۱۱) طبقات المفسرین للداؤدی ۱/۳۵۸، ۲/۲۳۰، ۲/۳۵۷، التفسیر و رجاله لابن عاشور، ص ۲۲، وفیات الاعیان لابن خلکان ۳/۴۶۲

(۱۲) مقدمة فی اصول التفسیر لابن تیمیة، ص ۵۹

(۱۳) بدع التفاسیر للغماری، ص ۱۶۲

(۱۴) بحوث فی اصول التفسیر للرومی، ص: ۶۰

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس واستفادہ

مولانا محمد احمد اثری
جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، بلرام پور (یوپی)

تفسیر بالرائے کے تعلق سے اولاً یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ تمام علمائے اسلام کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اپنی رائے اور اپنے فہم سے قرآن کریم کی تفسیر ایسے لوگوں کے لئے قطعی روانہیں ہے جنہیں علوم دینیہ میں کمال اور فوقیت، عربی زبان وادب کی باریکیوں پر دستگاہ کامل اور ادبی فنون اور صنعتوں میں یدطولیٰ نہ حاصل ہو اور یہ اس لئے کیوں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو فصاحت و بلاغت کی معراج کمال کو پہنچتا ہے، جس کے نزول نے عرب کے ان فصحاء و بلغاء کو جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر ناز تھا اور جنہیں اپنی گرم گفتاری اور شعلہ مقالی پر بڑا غرور تھا، خاموش کر کے رکھ دیا۔ اس نے عرب کے تمام شعلہ بیانوں اور شعر و ادب کے نکتہ سنجوں کو بانگ دہل چیلنج دیا اور کہا: ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین. عرب زبان دانوں اور اس کے فصحاء و بلغاء کے لئے یہ چیلنج ناقابل برداشت تھا، کیونکہ زبان و ادب میں مہارت پر انہیں بہت غرہ تھا، لیکن کیا کرتے قرآن کے سامنے بے بس تھے۔ ہزار طبع آزمائیوں کے باوجود بھی وہ اس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کی فصاحت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں اپنے عجز و درماندگی کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اس لئے انھوں نے سپر ڈال دیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی معجز بیانی کا اقرار کرلیا۔

ایسی کتاب اعجاز کی تفسیر کا حق ظاہر ہے ہر کس و ناکس کو نہیں دیا جاسکتا اور یہی بات قاضی بیضاوی نے اپنی کتاب تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل کے شروع میں فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

وبعد فان اعظم العلوم مقدارا وارفعها شرفا ومنارا علم التفسير الذى هو رئيس العلوم الدينية ومبنى قواعد الشرع واساسها لايليق لتعاطيه والتصدى للتكلم فيه الامن برع فى العلوم الدينية كلها اصولها وفروعها وفاق فى الصناعات العربية والفنون الادبية بانواعها.

''یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد پس بیشک علوم میں مرتبہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند اور شرافت و بلندی کے اعتبار سے سب سے اونچا علم تفسیر ہے جو علوم دینیہ کی جڑ اور ان کا سردار ہے اور شریعت کے قواعد کا مبنی اور اساس ہے۔ اس کو لینا اور اس میں کلام کے درپے ہونا صرف اس شخص کو لائق ہے جو علوم دینیہ میں کامل اور عربی صنعتوں اور تمام ادبی فنون میں فائق ہو۔''

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قرآن کی تفسیر کا حق سب کو نہیں ہے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ معانی قرآن کی توضیح وتشریح کا حق کسی کو ہے یا نہیں، تو بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ شخص جو علم لسان میں تبحر کا درجہ رکھتا ہے اور علوم دینیہ میں جسے کمال مہارت ہو اور اس کے کمال علمی کا معیار اتنا بلند ہو کہ وہ خود اپنے ذوق سے اعجاز قرآن کا ادراک کرلیتا ہو تو یہ شخص اپنی رائے سے قرآن کا معنی بیان کرسکتا ہے اور علماء کا ایک دوسرا گروہ ہے جو کہتا ہے کہ بایں ہمہ اوصاف وکمالات وہ نہیں بیان کرسکتا۔

جو لوگ تفسیر بالرائے کو جائز نہیں قرار دیتے وہ دو حدیثوں سے دلیل پکڑتے ہیں:

(۱) پہلی حدیث یہ ہے: **من تكلم فى القرآن برائه فاصاب فقد اخطأ.** یعنی جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن میں کوئی گفتگو کی اور فی الواقع وہ صحیح بھی ہے تب بھی اس نے غلطی کی۔

(۲) دوسری حدیث یہ ہے: **من قال فى القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النار۔ یعنی جس شخص نے بلا کسی روایت کے جانے ہوئے قرآن کی تشریح میں کلام کیا تو چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ ان دونوں حدیثوں میں رائے سے تفسیر کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے وعیدیں فرمائی ہیں، اس لئے اپنی رائے وفہم سے کلام الٰہی کی تشریح وتفسیر نہیں کرنی چاہئے۔

اور جو لوگ تفسیر بالرائے کو جائز کہتے ہیں وہ بھی قرآن، حدیث اور اثر سے دلیل پکڑتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھئے قرآن کریم میں ہے: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم. یعنی اس خبر کو اگر وہ لوگ اپنے رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی طرف لے کر جاتے تو یقیناً اس بات کو وہ لوگ جان لیتے جو قوت اجتہاد رکھتے ہیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ استنباط اور اپنی رائے سے کامل العلم کو کوئی بات کہنا درست ہے اور اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب. یعنی ہم نے اس مبارک کتاب کو اس لئے اتارا ہے تاکہ عقل والے اس کے اندر غور کر کے نصیحت حاصل کریں۔ دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غور کرنے کی دعوت دی ہے اور غور کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی رائے سے معنی کی تعیین کرے گا۔ اسی طرح حضرت ابن عباس کا ایک اثر ہے کہ القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن وجوھہ. یعنی قرآن پاک کی آیات متعدد صورتوں کا احتمال رکھتی ہیں تم ان میں سے جو سب سے اچھی صورت ہو آیت کو اس پر محمول کرلو۔ اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت کو حسن صورت پر محمول کرنا چاہئے اور اچھی صورت کا ادراک رائے ہی سے ہوسکتا ہے، لہٰذا حمل علی الاحسن کی اجازت دینا گویا تفسیر بالرائے کی اجازت دینا ہے۔

جو لوگ تفسیر بالرائے کی اجازت دیتے ہیں وہ عدم جواز کے قائلین کی دونوں حدیثوں کا جواب دیتے ہیں۔ پہلی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حدیث میں جو فقط اخطأ کا لفظ آیا ہے تو اس کا معنی ہے: فقط اخطأ الطریق، یعنی اس نے تفسیر کے طریقہ اور اس کی ترتیب میں خطا کیا، کیونکہ ترتیب تفسیر یہ ہونی چاہئے کہ اگر الفاظ قرآن کی تفسیر کرنی ہے تو اہل لغت کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ناسخ ومنسوخ معلوم کرنا ہے تو اخبار کی طرف رجوع کرنا چاہے اور اگر معنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرادی معلوم کرنا ہے تو شارع کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس نے اس ترتیب کا لحاظ کئے بغیر اپنی رائے سے بات کہہ دی جو اس کی سراسر غلطی ہے، لیکن اگر کوئی اس ترتیب کا لحاظ رکھے اور اسے کوئی چیز نہ ملے پھر وہ اپنی رائے سے معنی بیان کرے تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہوگا اور دوسری حدیث کا جواب یہ ہوگا کہ فی القرآن کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے تو اس سے مراد مشکل قرآن ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص بغیر علم کے مشکل قرآن کے بارے میں کلام کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اس سے مطلقاً تفسیر بالرائے کی مخالفت نہیں ہوتی، لہٰذا تفسیر بالرائے درست ہے۔

تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابیں اور اس کے اہم مصادر

معلوم ہو کہ تفسیر بالرائے کے مصادر اور اس کی نمائندہ کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ مختصر مقالہ سب کے ذکر کا متحمل نہیں ہوسکتا، اس لئے اس میں چند اہم مصادر کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ ان کے مؤلفین کے ذکر کے ساتھ ان کے تفسیری منہج پر قدرے روشنی ڈال دی جائے تا کہ قاری ان سے اخذ و تناول کے وقت دشواری سے بچ سکے۔

(۱) مفاتیح الغیب

تالیف ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی تمیمی بکری طبرستانی الرازی. الملقب بفخر الدین الرازی المعروف بابن الخطیب الشافعي. (المتوفی ۶۰۶ ھ)

امام رازی اپنی تفسیر میں ایک آیت کو دوسری آیت اور ایک سورت کو دوسری سورت سے مربوط کرنے پر بڑا زور دیتے ہیں اور اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ علوم طبیعیہ اور علوم ریاضیہ وغیرہ کے تعلق سے بڑی تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ وہ بکثرت فلاسفہ کے اقوال ذکر کرتے اور ان کا بھرپور رد کرتے ہیں۔ ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب آیات احکام پر گزرتے ہیں تو فقہاء مذاہب اور ان کے مذاہب کو ذکر کرنے کے بعد مذہب امام شافعی کو راجح قرار دینے پر پورا زور لگاتے ہیں۔ امام رازی نے اپنی اس تفسیر میں مسائل اصولیہ اور مسائل نحویہ و بلاغیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذکر کا بھی خاصا اہتمام کیا ہے اور ان پر نہایت تفصیلی گفتگو کی ہے۔ علوم کونیہ وطبیعیہ نیز علم کلام میں اس کتاب کو انسائیکلو پیڈیا کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت اس کتاب میں علوم وفنون کا اس قدر ہجوم ہے کہ اسے علم تفسیر کی کتاب کہنا مشکل ہو گیا ہے، اس لئے علماء نے کہا ہے کہ فيه كل شيء الا التفسير.

(۲) أنوار التنزيل وأسرار التاويل

تاليف قاضي ناصر الدين أبو الخير عبد الله بن عمر بن محمد بن علي البيضاوي الشافعي. (متوفی ۶۹۱ھ)

قاضی بیضاوی نے اپنی اس تفسیر میں امام رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب اور امام راغب کی تفسیر سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ مزید اینکہ صحابہ وتابعین کے آثار کو بھی شامل کیا ہے۔ اپنی تفسیر کو انھوں نے فائق نکات، باریک لطائف اور نازک استنباطات سے کچھ اس طرح آراستہ کیا ہے کہ پڑھنے والا حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے اور ان کی ذکاوت طبعی اور عمیق نکتہ رسی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتا۔ مختصر طور پر انھوں نے قرأتوں کی مختلف شکلوں کو مشہور قراء کی طرف نسبت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ تراکیب نحویہ اور مسائل ادبیہ وبلاغیہ پر بھی محققانہ گفتگو کرتے ہیں۔ معتزلہ اور دیگر فرق ضالہ پر بھی وہ گہری نظر رکھتے ہیں اور جب وہ ان آیات پر گزرتے ہیں جن سے وہ اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں تو ان کے مراد واقعی کو ذکر کرنے کے بعد معتزلہ وغیرہ کا عقلی ونقلی رد کرتے ہیں اور ایسا رد کرتے ہیں کہ پھر وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ وہ مذہب اہل السنۃ کی تائید میں سیف بے نیام ہیں۔ قاضی صاحب کی ایک کمزوری ہے کہ وہ اسرائیلی روایات اور کبھی کبھی ضعیف اور موضوع روایات بھی ذکر کرتے ہیں جو ہرگز مناسب بلکہ روا نہیں تھا۔ وہ آیات کونیہ وطبیعیہ پر بھی گفتگو کرتے ہیں اور بڑی گہرائی میں اتر کر گفتگو کرتے ہیں۔ یہ کتاب کتب تفسیر کی ان امہات میں شمار کی جاتی ہے جن سے کبھی بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا۔

(۳) مدارک التنزيل وحقائق التاويل

تاليف ابو البركات عبد الله بن احمد بن محمود النسفي الحنفي (متوفی ۷۰۱ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تفسیر قاضی بیضاوی اور علامہ زمخشری کی کتاب انوار التنزیل اور کشاف کا اختصار ہے۔ قاضی بیضاوی کی طرح امام نسفی بھی اہل السنۃ کے علم برداروں میں ہیں، جبکہ زمخشری مذہب اعتزال کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ تفسیر کشاف سے بھرپور استفادہ کے باوجود امام نسفی نے اپنی تفسیر میں اعتزال کا شائبہ بھی نہیں آنے دیا ہے اور جن آیات سے اہل اعتزال نے دلیلیں پکڑی ہیں امام نسفی نے ان کی تاویل اہل السنۃ کے منہج پر بڑے شگفتہ انداز میں کی ہے۔ اعراب وقرأت کے وجوہ کے بیان سے بھی انھوں نے اپنی تفسیر کو زینت بخشی ہے۔ اس تفسیر میں فقہی مذاہب کو بھی چھیڑا گیا ہے اور حنفی مذہب کی تائید ونصرت کی گئی ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ ضعیف اور اسرائیلی روایات پائی جاتی ہیں جس سے اس معاملہ میں ان کے عدم احتیاط کا پتہ چلتا ہے، گو ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ فی الجملہ یہ تفسیر بھی مفید اور قابل استفادہ تفاسیر میں سے ہے۔

(۴) لباب التاویل فی معانی التنزیل

تالیف علاء الدین أبی الحسین علی بن محمد بن ابراھیم بن عمر بن خلیل الشیحی المعروف بالخازن. (المتوفی ۷۴۱ھ)

یہ کتاب دراصل معالم التنزیل للبغوی کا اختصار ہے۔ مزید برآں مؤلف نے بیضاوی، کشاف اور تفسیر نسفی سے فوائد حاصل کر کے انہیں بھی اس میں ضم کیا ہے۔ اس کتاب میں اسرائیلی روایات اور قصص کی بھرمار ہے اور علامہ خازن نے انہیں ذکر کرنے کے بعد کوئی تعقیب نہیں کی ہے، جس نے کتاب کے وزن کو بہت کم کر دیا ہے۔ کتاب میں مواعظ ونصائح کے مواد بہت ہیں اور رقت انگیز واقعات سے کتاب کو خوب آراستہ کیا گیا ہے۔

(۵) البحر المحیط

تالیف أبی عبد اللّٰه محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الأندلسی (المتوفی ۷۴۵ھ)

یہ کتاب الفاظ قرآن کے اعراب کی شکلوں کی معرفت میں مرجع اوّل تسلیم کی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام فقہیہ اور قرآن کے بلاغی پہلوؤں کی توضیح وتفصیل پر اس میں بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ تفسیر زمخشری اور تفسیر ابن عطیہ سے اس میں بہت کچھ نقل کیا گیا ہے، خاص طور پر نحوی مسائل میں مذکورہ کتب سے کافی استفادہ کیا گیا ہے، البتہ کہیں کہیں زمخشری اور ابن عطیہ کی رایوں سے اختلاف کیا گیا ہے اور مؤلف نے ان کی رایوں پر تعاقب کرتے ہوئے ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔

(٦) غرائب القرآن و رغائب الفرقان

تالیف نظام الدین الحسن بن محمد الحسین الخراسانی النیسابوری (نویں صدی کے آخر کے علماء میں سے تھے)۔

یہ کتاب امام فخر الدین رازی کی تفسیر کا نچوڑ ہے، لیکن مؤلف نے کشاف اور دیگر کتب تفاسیر سے بھی استفادہ کرکے کتاب کو مزید مزین کیا ہے۔ کتاب میں صحابہ وتابعین کے اقوال بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نیساپوری فہم قرآن کا وافر حصہ عطا کئے گئے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے فہم سے بھی بہت سے قیمتی نکات پیدا کئے ہیں جن سے ان کی تفسیر کو کافی جمال حاصل ہوا ہے۔ مفسر نے اپنی تفسیر میں امام رازی کی منطقیانہ فکر کا کافی پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ جائے فساد پر تنبیہ بھی کیا ہے اور جہاں کوئی کمی نظر آئی ہے اسے دور کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ مؤلف کا تفسیری منہج یہ ہے کہ وہ آیات قرآن کے ذکر کے بعد ائمہ عشرہ کی طرف منسوب قرأتیں بیان کرتے ہیں، پھر لاحق کا سابق کے ساتھ ربط ومناسبت ذکر کرتے ہیں، پھر اچھوتے انداز میں آیات کے مرادی معانی کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مسائل کلامیہ پر گفتگو کرتے ہیں اور اختلاف کلامیہ کے ذکر کے ساتھ دیگر فرقوں کا رد کرتے ہوئے اہل سنت والجماعۃ کے موقف کی تائید اور حمایت کرتے ہیں۔ نیساپوری نے کون ومشاہد سے تعلق رکھنے والی آیات پر بھی پوری بحث کی ہے۔ ان کا میلان طبع تصوف کی طرف بھی ہے، اسی وجہ سے وہ آیات قرآنیہ کی اشاری تفسیرات کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں۔

(٧) تفسیر جلالین

تالیف جلال الدین المحلی اور جلال الدین السیوطی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) محمد ابن احمد بن ابراھیم المحلی الشافعی (المتوفی ۸۶۴ھ)

(۲) الحافظ جلال الدین ابی الفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی الشافعی (المتوفی ۹۱۱ھ)

محلّی کی تفسیر سورۂ کہف سے شروع ہوکر سورۃ الناس پر ختم ہوتی ہے۔ انھوں نے پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر شروع کی اور اس کے اتمام کے بعد وہ آگے کی تفسیر کے موقع سے محروم رہ گئے اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کے بعد جلال الدین السیوطی نے ان کی تفسیر انہیں کے انداز واسلوب میں مکمل کی۔ یہ تفسیر گو بہت مختصر ہے، لیکن جو کچھ ہے اس سے کلام اللہ کو سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ اس میں ارجح الاقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ضرورت کی جگہوں میں اعراب کی وضاحت کی گئی ہے۔ مشہور قرأتوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب میں اسرائیلیات اور ضعیف روایات کو بھی جگہ دی گئی ہے جن پر تنبیہ ضروری تھی، لیکن یہ گوشہ نظرانداز کردیا گیا ہے۔

(۸) السراج المنیر

تالیف شمس الدین محمد بن محمد الشربینی (المتوفی ۹۷۷ھ)

متوسط تفسیر ہے، نہ تو بہت لمبی ہے اور نہ بہت مختصر۔ اس میں ارجح الاقوال پر اختصار کیا گیا ہے اور قرأتوں میں سے صرف متواتر اور اعرابوں میں سے صرف ضروری پر بس کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف صحیح یا حسن احادیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب میں کہیں کہیں نکتوں اور اشکالوں کو ذکر کیا گیا ہے، مگر ہر نکتہ یا اشکال کے ساتھ اس کا جواب بھی دیا ہے۔ مصنف نے قرآنی آیات کے درمیان مناسبت پیدا کرنے کا خاصا اہتمام کیا ہے۔ کہیں کہیں فقہی احکام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب میں کچھ نادر اسرائیلی قصے بھی پائے جاتے ہیں۔ علامہ شربینی نے علامہ فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر پر بڑا اعتماد کیا ہے۔

(۹) ارشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم.

تالیف أبی السعود محمد بن محمد بن المصطفیٰ العمادی الحنفی (المتوفی ۹۸۲ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں مفسر نے بلاغت قرآن اور اس کے اعجاز کے اسرار واشگاف کیے ہیں۔ کتاب کے اندر تراکیب قرآنیہ کی تہوں کے درمیان چھپے ہوئے دقیق معانی کی عقدہ کشائی نہایت حسین پیرایہ میں کی ہے۔ کبھی کبھی مفسر اس وقت نحوی گوشوں کو بھی سامنے لاتے ہیں، جبکہ آیت اعراب کی کئی شکلوں کا احتمال رکھتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ یہ بھی واضح کر دیتے ہیں کہ ان احتمالی شکلوں میں سے کون سی شکل راجح ہے۔ کتاب میں آیات کے درمیان مناسبات ذکر کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔ اسرائیلی روایات کو کتاب میں بہت کم جگہ دی گئی ہے۔ علماء نے اس کتاب کی توصیف یوں کی ہے کہ کشاف اور تفسیر بیضاوی کے بعد کسی کی تفسیر اس رتبۂ اعتبار کو نہیں پہنچ سکی ہے جو اسے حاصل ہے۔

(۱۰) روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی

تالیف شہاب الدین السید محمود آفندی الآلوسی البغدادی (التوفی ۱۲۷۰ھ)

اس کتاب میں مؤلف نے ماسبق تفسیروں کا خلاصہ جمع کیا ہے۔ ساتھ ہی آیات قرآنیہ کی مختلف تفسیروں کے درمیان نقد وتدقیق کیا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو راجح قرار دیا ہے۔ یہ کتاب بایں حیثیت معروف ہے کہ اس میں نحوی اور بلاغی صنعتوں اور امور کونیہ پر بھر پور گفتگو کی گئی ہے۔ مؤلف کتاب جب آیات فقہیہ پر گزرتے ہیں تو تمام فقہاء کے مذاہب اور ان کے ادلہ پورے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ کتاب میں مختلف قرأتوں کی شکلوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبتوں کے بیان پر بھی بڑی توجہ دی گئی ہے۔ اس تفسیر میں آیات کے معانی ظاہرہ سے فارغ ہونے کے بعد تفسیر اشاریہ پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ مؤلف کتاب کی ایک قابل ذکر خوبی یہ ہے کہ وہ اخبار مکذوبہ اور اسرائیلیات پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ الغرض روح المعانی ایک تفسیری انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ماسبق تفسیروں کا نچوڑ ہے، نقد وتبصرہ ہے اور اس میں علماء کے بیشتر اقوال کو جمع کر کے مضبوط قول کو راجح قرار دینے کی مفید کوشش ہے۔

تفسیر بالرائے کے تعلق سے چند کتابوں اور ان کے مؤلفین کا مختصر تذکرہ سطور بالا میں کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے، اس سے ہرگز یہ تصور نہیں کرنا چاہئے کہ تفسیر بالرائے کی بس اتنی ہی کتابیں ہیں۔ ہرگز نہیں، یہ چند امہات الکتب ہیں جو بطور مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ تفسیر بالرائے کی کتابیں صرف عربی زبان میں نہیں ہیں بلکہ دوسری زبانوں میں بھی ہیں جو اپنا ایک رنگ رکھتی ہیں اور اپنی جداگانہ خصوصیت پیش کرتی ہیں۔ ان میں بھی لطائف و نکات کے قیمتی گنجینے ہیں اور ان سے بھی بہت سارے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس واستفادہ

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ کتب مذکورہ علوم و معارف کا بیش بہا گنجینہ ہیں۔ ان کے مؤلفین رحمہم اللہ نے کلام الٰہی کی تہوں میں چھپے لطائف و دقائق کے گراں مایہ موتیوں کو اچھال دینے کی بڑی کامیاب کوششیں کی ہیں اور اس کے تمام اعجازی پہلوؤں کو روشن کرنے پر بے مثال کاوشیں عمل میں لائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں اور محنتوں کو قبول فرمائے اور انہیں اس پر اجر عظیم سے نوازے۔ ان کتابوں کی انہیں خوبیوں کے پیش نظر ہمارے بزرگوں نے ایک طویل عرصے سے چند کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل کیا تھا جو اب تک مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ کتنوں نے ان سے استفادہ کیا اور اپنے اندر ایمان و یقین کی شمعیں جلائیں، بتایا نہیں جاسکتا۔ یقیناً کتاب الٰہی جیسے جاوداں ہے ویسے ان کتب تفاسیر کے فوائد کے لعل و گہر بھی لازوال ہیں، جو خوش نصیب ہیں وہ آج بھی اس سے بہرہ ور ہورہے ہیں اور کل بھی ہوتے رہیں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں سے کامل استفادہ اس وقت ممکن ہے جبکہ ان سے استفادہ کے لئے طالب صادق کسی استاد کامل کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرے، ورنہ استفادہ ناتمام ہوگا، جو اس کے حق میں غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوگا۔ اس موقع پر یہ ذکر کرنا نامناسب نہیں ہوگا کہ ماضی قریب میں بھی کامل اساتذۂ علوم وفنون کی کوئی کمی نہیں تھی۔ تقریباً تمام ہی مدارس دینیہ میں کچھ نہ کچھ ایسے اساتذہ پائے جاتے تھے جو چند یا جملہ علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور وہ تشنگان علوم کے لئے چشمہ صافی ہوتے تھے، جن سے وہ خوب سیراب ہوتے۔ وہ محترم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ ان کتابوں کی تدریس کا پورا پورا حق ادا کرتے اور ان کے کسی بھی مشکل اور مخفی زاویہ سے صرف نظر نہ فرماتے۔ دیکھنے میں وہ سیدھے سادے، بے تکلف اور معمولی سے لگتے، لیکن حقیقت میں غیر معمولی اور علم کے سمندر ہوتے۔ ان کی حقیقت اس وقت واشگاف ہوتی جب وہ مسند درس پر جلوہ افروز ہوتے، الفاظ کے موتی رولتے اور معانی کی گرہ کشائی کرنے لگتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پاکیزہ اور مخلصانہ خدمات کو قبول فرمائے اور جنت میں انہیں اونچا مقام بخشے، آمین۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب اسلامی درس گاہوں کے در و دیوار ان علم وفن کے آفتابوں اور ماہتابوں کی ضیا پاشیوں سے محروم ہیں۔ اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ خلا پُر کرے کہ وہ بڑی قدرت اور رحمت والا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دور حاضر یکسر باکمالوں سے خالی ہے اور پیمانۂ ملت بالکل اپنے نشہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اللہ کا شکر ہے اب بھی اپنی قوم میں خال خال وہ لائق احترام ہستیاں نظر آتی ہیں جو نازش قوم وملت کہی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر باقی رکھے اور ہمیں ان سے علمی استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

ان چند ضروری معروضات کے بعد واضح ہو کہ تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کی تدریس اگر ملحوظات ذیل کے ساتھ ہو تو ہمیں امید ہے کہ طلبہ کو ان سے زیادہ فائدہ ہوگا اور ان کے دامن مراد گراں قدر علمی جواہر سے آراستہ ہوں گے۔

(۱) سب سے پہلے پڑھانے والے کو ان کتابوں کے منہج تفسیری کی طرف توجہ دینی چاہئے اور طلبہ پر اس منہج کو واضح کرنا چاہئے۔ کتابوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ منہج سمجھ لینے کے کچھ ہی دنوں کے بعد طلبہ خود تفسیری نکات سمجھنے کے اہل ہو جاتے ہیں۔

(۲) چاہئے کہ مدرس اس بات پر بھی توجہ دے کہ مفسر نے آیات قرآنیہ کی تعیین مراد میں کن چیزوں پر اعتماد کیا ہے۔ آیا وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں اور اپنے شاگردوں پر اسے واضح کرے۔

(۳) مفسر کی تفسیری عبارتوں میں واقع پیچیدگیوں کی پوری عقدہ کشائی مدرس کا فریضہ ہے جس میں نہ کوتاہی جائز ہے اور نہ بخل، اس لئے پوری تیاری کے ساتھ اسے درس دینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئے۔ تیاری کی کمی مبادا اس کی شرمندگی کا سبب نہ بن جائے۔

(۴) وقت تدریس خذ ما صفا و دع ما کدر کے اصولوں پر پوری پابندی کی جائے تا کہ شاگرد راہ ہدایت سے بھٹکنے نہ پائے۔

(۵) تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابیں احادیث ضعیفہ، موضوعہ، آثار و اخبار نامرضیہ اور روایات اسرائیلیہ سے صاف نہیں ہیں، اس لئے مدرس کو چاہئے کہ ان کی حیثیت مخفی نہ رکھے۔ بسا اوقات یہ تساہلی طلبہ کو غلط سمت کی طرف گامزن کر دیتی ہے۔

(۶) ایک اچھے محقق نے مدارس کی تعلیمی صورت حال کا جائزہ لے کر بڑے باوثوق انداز میں بیان کیا ہے اور بڑا افسوس ظاہر کیا ہے کہ ہمارے مدارس عربیہ میں تدریس کتب کا انداز یہ ہوتا ہے کہ عبارت پڑھنے کے بعد دھیمی آواز میں ترجمہ کیا جاتا ہے، پھر اسی ترجمہ کو ذرا زوردار اور بلند آواز میں دہرا دیا جاتا ہے تو وہی مطلب ہو جاتا ہے اور مشکل کتابوں کے پڑھاتے وقت یہ جانگداز صورت حال زیادہ دیکھی جاتی ہے اور تفسیر بالرائے کی مذکورہ نمائندہ کتابیں چونکہ ادق ہیں، اس لئے مدرس کو چاہئے کہ اس دردناک شکل سے بہت پرہیز کرے۔

(۷) تفسیر بالرائے کی کتابیں چونکہ دقائق و نکات سے بھری پڑی ہیں، اس لئے مدرس کو چاہئے کہ ان نکات پر وقت مطالعہ خصوصی توجہ دے اور بالوضاحت تشریح کے لئے پہلے سے مرتب کر لے تا کہ پڑھاتے وقت وہ ہکلانے سے محفوظ رہ سکے۔

(۸) تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا مطالعہ کرنے والا یہ بات اچھی طرح محسوس کرے گا کہ ان میں سے بعض بعض سے مستفاد ہے، اس لئے مدرس کو چاہئے کہ وقت مطالعہ دوسری کتابوں کو بھی سامنے رکھے لے۔ توقع ہے کہ اس سے درپیش دقتیں مسئلہ منقح ہو جائے گا۔

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابن جریر طبری
طریقۂ تدریس و استفادہ

ڈاکٹر احسان اللہ فہد فلاحی
لیکچرر شعبۂ دینیات ویمنس کالج، اے ایم یو، علی گڑھ

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ۲۲۴ ہجری کے اواخر یا ۲۲۵ ہجری کے اوائل میں صوبہ طبرستان کے پایۂ تخت آمل میں پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کردی۔ نو سال کی عمر میں حدیث کی کتابت کرنے لگے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ آپ کے والد کھاتے پیتے اور خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خوش حالی کا فائدہ اٹھا کر آپ نے اسلامی دنیا کے علمی مراکز کا دورہ کیا۔ علاقہ رے اور گرد ونواح کی سیر وسیاحت کرنے کے بعد آپ بغداد پہنچے جہاں خیال تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ سے کسب فیض کریں گے، لیکن یہاں آئے ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ امام صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بصرہ اور کوفہ میں چند روز قیام کے بعد آپ بغداد واپس آگئے، جہاں چند روز تک قیام کیا، پھر مصر کی طرف روانہ ہوگئے، لیکن ملک شام کے متعدد شہروں میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے کچھ مدت تک قیام کیا پھر مصر پہنچ گئے۔ اس دوران آپ نے محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابن حمید الرازی، ابومقاتل، ہناد بن السری، ہناد بن موسیٰ، ابوکریب محمد بن العلا الہمدانی جیسے محدثین اور علماء سے استفادہ کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام طبریؒ اپنے بچپن کا واقعہ اپنے شاگرد ابن کامل سے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میرے والد محترم نے مجھے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوں اور میرے پاس سنگ ریزوں سے بھرا تھیلا ہے، جس کو میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پھینک رہا ہوں۔ میرے والد مکرم نے تعبیر بتانے والے سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ آپ کا بیٹا بڑا ہو کر دین کا سچا پیروکار ہوگا اور شریعت اسلامیہ کی خدمت کرے گا، چنانچہ میرے والد نے میری تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی، حالانکہ میں اس وقت بالکل چھوٹا تھا۔ (۱)

آپ کے والد محترم نے اپنا خواب بیٹے کے سامنے بیان کیا اور اس کی تعبیر سے بھی آگاہ کیا۔ یہ بشارت امام طبریؒ کے لیے حصول علم کی راہ میں مہمیز کا کام کرتی رہی اور علم وعرفان کے چشمے سے مسلسل سیراب ہونے پر ابھارتی رہی اور اس کے بعد تدریس وتالیف میں بھی مددگار ثابت ہوئی۔

امام طبریؒ عالمانہ مزاج اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں آپ نے عرب اور اسلام کی روایات کے سلسلے میں مواد جمع کرنے کی انتہائی کوشش کی اور عمر کا باقی حصہ تعلیم وتعلّم اور تصنیف وتالیف میں گزارا، اگرچہ آپ کی مالی حیثیت کمزور تھی پھر بھی آپ نے مالی مفاد کو ہمیشہ نظر انداز کیا اور جلیل القدر اور منفعت بخش مناصب قبول کرنے سے برابر انکار کرتے رہے۔ اس طرح آپ کو ہمہ گیر اور سیر حاصل ادبی خدمت کرنے کا موقع مل گیا، جس میں وہ ہمہ تن مشغول رہے۔ اپنی دلچسپی خاص مضامین مثلاً علم تاریخ، علم فقہ، علم قرأت اور علم تفسیر القرآن کے علاوہ آپ نے علم عروض، علم اللغۃ، صرف ونحو، علم الاخلاق بلکہ ریاضیات اور علم طب کی طرف بھی خصوصی توجہ کی۔ مصر سے واپس آنے کے بعد وہ دس سال تک شافعی مسلک سے وابستہ رہے، پھر اپنا ایک الگ دبستان قائم کیا، جس کے پیروکار اپنے آپ کو ان کے والد کی نسبت سے جریریہ کہتے ہیں۔ چونکہ اعتقادات میں شافعی مذہب سے اختلاف اتنا نہ تھا جتنا کہ عمل میں، اس لیے یہ تحریک نسبتاً جلد فراموش ہوگئی، البتہ امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب سے ان کا اختلاف بنیادی تھا۔ امام طبریؒ امام احمد بن حنبلؒ کو حدیث کا امام تو مانتے تھے، لیکن فقہ کے متعلق وہ ان کے خیالات کے چنداں قائل نہ تھے، اس لیے وہ حنابلہ کی ناراضی کا نشانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن گئے۔ حنابلہ کی آپ سے ناراضی کی خاص وجہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت:۸۱ سے تفسیر سے متعلق تھی۔ یہ دشمنی اس قدر بڑھی کہ انھیں اپنی حفاظت کے لیے اور مشتعل ہجوم کے غصے سے بچنے کی خاطر اپنے مکان میں بند ہوکر رہنا پڑا اور جب تک محکمہ پولس نے ان کی جان کی حفاظت کے لیے سخت کارروائی نہ کی، انھیں امن نصیب نہ ہوسکا۔ ان کے دشمنوں نے بے بنیاد طور پر ان کے خلاف ملحدانہ رجحانات کا الزام لگا کر بھی انھیں سیاسی طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ (۲)

امام طبریؒ کی متعدد تصانیف مکمل طور پر ہم تک نہیں پہنچیں۔ ان کی وہ تحریریں ہمیشہ کے لیے گم ہوچکی ہیں جن میں انھوں نے اپنے جدید دبستان کے بنیادی اصول بیان کیے تھے، البتہ ان کی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن محفوظ رہ گئی ہے۔ اس تصنیف میں انھوں نے تفسیر کے متعلق وہ تمام قدیم مواد جمع کردیا ہے جس سے بعد کے مفسرین استفادہ کرتے رہے ہیں اور مغربی علماء کے لیے یہ تفسیر اب بھی تاریخی اور تنقیدی معلومات کا بے بہا خزانہ ہے۔ جو احادیث امام طبریؒ نے خود جمع کی ہیں ان کی تشریح زیادہ تر لسانیاتی (لغات اور صرف ونحو) پہلو سے کی گئی ہے۔ انھوں نے ان شرائع وعقائد پر بھی جن کا استنباط قرآن کریم سے ہوتا ہے، بحث کی ہے اور بعض جگہ تاریخی تنقید پر انحصار کیے بغیر اپنی آزادانہ رائے کا اظہار بھی کردیا ہے۔ (۳)

جامع البیان فی تفسیر القرآن کا شمار مشہور ترین کتب تفسیر میں ہوتا ہے۔ مفسرین کے نزدیک ماثوری تفسیر میں اس کو اوّلین مصدر و ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عقلی تفاسیر میں بھی اس تفسیر کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ تفسیر تیس کبیر وضخیم مجلدات پر مشتمل ہے۔ کچھ عرصہ پہلے یہ تفسیر نادر الوجود تھی، لیکن جب امرائے نجد میں سے امیر حمود بن عبدالرشید کی ملکیت میں اس کا کامل مخطوطہ دستیاب ہوگیا تو اس کو زیور طبع سے آراستہ کردیا گیا۔ اس طرح ہم تفسیر کے اس انسائیکلوپیڈیا سے بہرہ یاب ہوگئے۔ (۴)

امام طبریؒ نے اپنی تفسیر کو تیس ہزار صفحات پر مشتمل لکھا تھا، پھر اس کو مختصر کرکے تین ہزار صفحات کردیا۔ ابن سبکی الطبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ''ابن جریر طبریؒ نے اپنے تلامذہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ کیا تمھیں تفسیر قرآن سے دلچسپی ہے؟ انھوں نے پوچھا کہ اس کی ضخامت کس قدر ہے؟ کہا: تیس ہزار صفحات۔ کہنے لگے: ایسی تفسیر کو پڑھتے پڑھتے عمر ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس کو تین ہزار صفحات میں مختصر کر دیا۔''(۵)

تفسیر ابن جریر طبری کو باقی کتب تفسیر کے مقابلے میں دو قسم کا شرف تقدم حاصل ہے۔ یہ تفسیر زمانی سبقت تقدم کی بھی حامل ہے اور فنی اعتبار سے بھی دیگر تفاسیر پر برتری رکھتی ہے۔ سبقت زمانی تو اس لیے ہے کہ یہ اوّلین تفسیر ہے جو ہم تک پہنچی ہے۔ اس سے قبل تفسیر کے سلسلے میں جو کوششیں کی گئیں وہ گردشِ ایام کے ساتھ رخصت ہو گئیں اور ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں سوائے ان اقوال کے جن کو ابن جریر طبریؒ نے اپنی کتاب میں سمو لیا ہے۔ جہاں تک اس تفسیر کی فنی برتری کا تعلق ہے اس کا دارومدار اس کے اسلوب نگارش پر ہے جو ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

تفسیر بالماثور کا اہتمام

امام طبریؒ نے اپنی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ و تابعین کو بنیادی تفسیری ماخذ قرار دیا ہے اور انھیں روایات سے استفادہ کیا ہے جن میں درایت و روایت کی خوبیاں موجود ہوں۔ آپ اپنی تفسیر میں ان روایات سے مستنبط عموی فکر کی تلخیص پیش کرتے ہیں پھر ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جو تفصیلات میں مختلف ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت ''لا تأخذه سنة ولا نوم.[۶] ''وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اونگھ نہیں آتی اور نہ اسے نیند آتی ہے، یعنی کم و بیش کسی قسم کی نیند اس پر طاری نہیں ہوتی۔ ارباب تاویل نے بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ مجھ سے بیان کیا المثنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا معاویہ بن صالح نے بواسطہ ابوطلحہ بواسطہ ابن عباس کہ آیت ''لا تأخذه سنة ولا نوم'' میں سنة سے مراد نیند کی جھپکی ہے اور نوم سے مراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیند ہے۔'' پھر اسی مفہوم کی احادیث کو مختلف طرق سے روایت کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ احادیث نبویہ میں اس کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ (۷)

اسناد میں احتیاط

امام طبریؒ اپنی تفسیر میں اسناد کے تذکرہ اور رواۃ کے بیان میں کافی محتاط واقع ہوئے ہیں۔ جب آپ کے ساتھ حدیث سنتے وقت کچھ اور لوگ ہوتے تھے تو حدیث روایت کرتے وقت حدثنا کہتے تھے اور جب تنہا سنتے تھے تو حدثنی کہتے تھے اور جب سلسلۂ روایت میں کسی کا نام بھول جاتے تھے تو اس کی صراحت فرمادیتے تھے۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سلسلۂ روایت یوں بیان کیا ہے: حدثنا ابو کریب قال حدثنی یحییٰ بن آدم قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن فلان العبدی." یہاں امام طبریؒ نے صراحت کی ہے کہ ان کا نام میرے ذہن سے محو ہوگیا۔ عن سلیمان بن صرد عن ابی کعب قال۔۔۔ (۸)

اسی طرح جب کسی راوی کے سلسلے میں کوئی خاص وضاحت کرنا مقصود ہوتا تو اس کو بھی بیان فرماتے، مثال کے طور پر "حدثنی سلمة بن محمد بن اسحاق عن ابی عتاب. رجل من تغلب کان نصرانا عمرا من دھرہ ثم اسلم بعد، فقرأ القرآن وفقه فی الدین وکان فیما ذکر انه کان نصرانیا اربعین سنة ثم عمر فی الاسلام اربعین سنة قال۔۔۔۔" (۹)

علم لغت سے استفادہ

امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں علم لغت سے بھی جا بجا استفادہ کیا ہے، کیونکہ علم لغت اور اسالیب کلام پر آپ کو پوری قدرت حاصل تھی اور ایک لفظ کے مختلف احتمالی مفہوم میں سے کسی ایک مفہوم کو ترجیح دینے کی صلاحیت آپ کے اندر موجود تھی۔ مثال کے طور پر قرآن کا فرمان ہے:

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. (۱۰)

''وہ ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کی تشریح میں امام موصوف لکھتے ہیں کہ سجیل کے معانی کے سلسلے میں علماء مختلف الرائے ہیں۔ سجیل سے مراد کنکریلی مٹی ہے یا صرف مٹی ہے یا یہ فارسی لفظ ہے، جس کے معنی مٹی اور پتھر دونوں کے ہیں اور اس کی اصل سنگ اور گل ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ سجیل سے مراد قریبی آسمان ہے، جبکہ اس قول کی صحت نہ تو اخبار و روایات سے معلوم ہوتی ہے نہ عقل اس کی تصدیق کرتی ہے اور نہ علم لغت اس کا ساتھ دیتا ہے، جبکہ اشیاء کے نام یا تو مروّج زبان سے اخذ کیے جاتے ہیں یا اس کی خبر اللہ نے خود دی ہو۔ (۱۱)

اشعار سے استشہاد

امام طبریؒ لغت اور اشعار کے ماہر تھے۔ مصر میں قیام کے دوران آپ نے طرماح بن حکیم کے اشعار املا کروائے تھے اور ان کے مشکل اور غریب الفاظ کی تشریح و توضیح کی تھی۔ اسی وجہ سے آپ نے تفسیر قرآن میں بھی اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے لفظ ''سورہ'' کو قدر و منزلت کے معنی میں لکھا ہے اور اس پر نابغہ ذبیانی کے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

الم تر ان اللّٰہ اعطاک سورۃ   تری کل ملک دونھا یتذبذب

''یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ قدر و منزلت عطا فرمائی ہے جس تک بڑے بڑے بادشاہوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔''

مصنف کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے سورۃ کو واو کے بجائے ہمزہ (سؤرۃ) کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں اس لفظ کے معنی ہوں گے ٹکڑا، یعنی اس کو قرآن کے دوسرے حصوں سے الگ کر دیا گیا ہے اور اس طرح اس کا نام سورہ پڑ گیا ہے۔ مصنف نے اعشیٰ بن ثعلبہ کا شعر بطور استشہاد پیش کیا ہے، جس نے ایک عورت کا تذکرہ کیا ہے، جو اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے، لیکن شاعر کے دل میں محبت کا بیج ڈال گئی ہے۔ (۱۲)

نحوی قواعد کا تذکرہ

مصنف نے اپنی تفسیر میں الفاظ کے معانی کی وضاحت کے لیے اکثر و بیشتر نحوی قواعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ. (۱۳)

''اس نے پلٹ کر کہا کہ میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھ جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔''

امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ اہل عرب نے الا من رحم میں ''من'' کے اعراب پر اختلاف کیا ہے۔ کوفہ کے بعض نحویوں کے نزدیک یہ منصوب ہے، اس لیے کہ معصوم (جس کی حفاظت کی جائے) کا معاملہ عاصم (حفاظت کرنے والا) کے برعکس ہوتا ہے اور جس پر اللہ کی رحمت ہوگی وہ اس سیلاب سے محفوظ رہ سکے گا۔ گویا من رحم کا منصوب ہونا مندرجہ ذیل آیت کی طرح ہے: مالھم به من علم الا اتباع الظن. ان لوگوں کے نزدیک مندرجہ بالا آیت میں من رحم کو مرفوع قرار دینا جائز نہیں ہے، لیکن امام طبریؒ کہتے ہیں کہ اگر عاصم کو معصوم کے معنی میں لے لیا جائے تو اس کو مرفوع قرار دینا جائز ہوگا، کیونکہ مفعول کو فاعل کی جگہ پڑھنا باعث تعجب نہیں ہے۔ یہ اسلوب قرآن میں مستعمل ہے، مثال کے طور پر قرآن کا فرمان ہے:

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ. (۱۴)

''ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا۔''

یہاں دافق مدفوق کے معنی میں ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ. (۱۵)

''وہ دل پسند عیش میں ہوں گے۔''

یہاں راضیة مرضیة کے معنی میں ہے۔ (۱۶)

فقہی مباحث کا اہتمام

امام طبریؒ مفسر قرآن اور محدث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ تمام مروجہ مسالک کا بغور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کیا تھا۔ فقہ کے موضوع پر مختلف کتابوں کے مصنف اور خود ایک مسلک کے بانی تھے۔ اسی وجہ سے قرآنی آیات سے متعلق فقہی مباحث کو اپنی تفسیر میں خاص جگہ دی ہے۔ آپ جس رائے کو قرآن و حدیث سے قریب تر پاتے اس کو اختیار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر قرآن کا اعلان ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. (۱۷)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منھ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر ہاتھ پھیرلو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔“

امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سر کے مسح کی شکل کیا ہو۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسح اس طرح کیا جائے جس میں معلوم ہو کہ مسح کیا ہے۔ یعنی سر کے اگلے حصے سے پیچھے تک مسح کرے یا اس کے اوپری حصے پر مسح کرے یا بال پر مسح یا سر کے کسی حصے پر مسح کرے۔ کچھ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ مسح پورے سر کا ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے مطابق تین انگلیوں سے کم کا مسح جائز نہیں ہے۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق مسح کا حکم دیا ہے، کوئی حد نہیں بتائی ہے، اس لیے وضو کرنے والا جس طرح بھی سر کا مسح کرے گا فریضے کی ادائیگی ہو جائے گی، اس لیے کہ اس پر مسح راس کا اطلاق ہو جائے گا۔ (۱۸)

بے مقصد امور سے احتراز

امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں دیگر بہت سے مفسرین کے برعکس لایعنی اور بے کار باتوں کا ذکر کرنے سے پرہیز کیا ہے، اس لیے کہ آپ کے نزدیک ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے جن سے دین کا کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔ مثال کے طور پر سورہ یوسف کی آیت وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (۱۹) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آپ کو کتنے درہم کے عوض بیچا گیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ دراہم معدودۃ سے بیس درہم مراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ بعض کہتے ہیں بائیس درہم، وہ گیارہ بھائی تھے، دو دو درہم آپس میں بانٹ لیے۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ چالیس درہم تھے۔ اس کے بعد امام طبریؒ ان تمام راویوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ انھوں نے گنتی کے چند درہموں کے عوض بیچ دیا۔ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی اور نہ پیمانے کی کوئی تعیین کی اور نہ ہی قرآن وحدیث میں اس سلسلے میں کوئی واضح رہنمائی ہے۔ ممکن ہے بیس درہم رہے ہوں یا بائیس درہم رہے ہوں، ممکن ہے چالیس درہم رہے ہوں یا اس سے کم وبیش بھی ہوسکتا ہے۔ بہرحال کتنے بھی رہے ہوں گنتی کے تھے وزن سے نہیں تھے۔ اگر ان کے وزن کی مقدار معلوم بھی ہو جائے تو دین میں اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوں تو اس سے کیا نقصان ہوگا۔ قرآن کے ظاہر پر ایمان لانا فرض ہے، اس سے پرے کی معلومات کا حصول ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ (۲۰)

اجماع کی اہمیت

ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں اجماع امت کو بھی اہمیت دی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ. (۲۱)

''پھر اگر (دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے سے ہو۔''

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ ''اگر کوئی شخص پوچھے کہ اس آیت میں نکاح کے معنی مجامعت کے ہیں یا عقد نکاح کے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں معنی مراد ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک عورت کسی شخص سے نکاح کرے اور وہ بلا جماع اس کو طلاق دے دے تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس طرح اگر کوئی شخص اس سے عقد نکاح کیے بغیر بدکاری کا ارتکاب کرے تو وہ بھی خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس بات پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت حلال ہوگی جب کوئی شخص اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ عقد نکاح کرکے اس کے ساتھ مجامعت کرے اور اسے طلاق دے دے۔ اگر دریافت کیا جائے کہ قرآن میں تو جماع کا ذکر موجود نہیں پھر اس کی دلیل کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا یہ مفہوم اجماع امت کی بنا پر متعین کیا گیا ہے۔ (۲۲)

تفسیر بالرائے سے احتراز

امام طبریؒ نے خود بھی تفسیر بالرائے سے احتراز کیا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کی تعلیم دی ہے۔ تفسیر بالرائے سے مراد یہاں قرآن کی ایسی توجیہ ہے جس کی بنیاد سیاسی، گروہی، نسلی اور مسلکی خواہشات و خیالات پر ہو جو قرآن کریم کے مقصد اور نصب العین سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام طبریؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے "ان اخبار وروایات کا تذکرہ جس میں تفسیر بالرائے کی ممانعت آئی ہے۔" اس فصل میں کئی حدیثیں نقل کی ہیں، مثلاً من قال فی القرآن برأیه فلیتبوا مقعده من النار. "جس نے قرآن کے سلسلے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ اسی مفہوم میں کئی احادیث نقل کرنے کے بعد امام طبریؒ نے تبصرہ کیا ہے کہ یہ تمام روایتیں ہمارے اس قول کی سچائی کی شہادت دیتی ہیں کہ قرآن کی تاویل وتفسیر اگر کوئی ایسا شخص کرتا ہے جسے اس کے علم کا ادراک نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی توضیحات کی معرفت اسے حاصل نہیں اور نہ علم تاویل سے اسے واقفیت ہے تو محض اپنی رائے کی بنیاد پر اس کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والا اگر سچی بات کہے گا تو بھی خطا کار ہوگا، کیونکہ اس نے یہ تفسیر اپنی رائے سے کی ہے اور اس کی یہ اصابت اور سچائی ایمان و یقین کی پیداوار نہیں بلکہ ظن و گمان کی پیداوار ہے۔ (۲۳)

تفسیر ابن جریر کا شمار تفسیر بالماثور کی نمائندہ تفاسیر میں ہوتا ہے۔ اس تفسیر سے پہلے جتنی تفسیریں لکھی گئیں، وہ گردش زمانہ کے ساتھ رخصت ہو گئیں۔ ان تمام تفاسیر کے اقوال کو آپ نے اپنی تفسیر میں محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد جو تفاسیر منصۂ شہود پر آئیں، چاہے وہ عربی میں ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا اردو اور فارسی میں تمام تفسیر طبری سے مستفاد ہیں اور کوئی بھی مفسر تفسیر طبری سے بے نیاز نہ رہ سکا، لیکن بد قسمتی سے کوئی بھی مکتب فکر، ادارہ، مدرسہ یا گروہ اس تفسیر کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل نہ کر سکا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ اس کی ضخامت ہو یا درمیان میں اس کا بالکل نادرالوجود ہونا ہو۔ اگر اس تفسیر کو اپنے نصاب میں شامل کر کے ہم اپنے طلبہ کو سبقاً سبقاً پڑھائیں تو ہم اپنے طلبہ کو قرآن کی ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا سے مستفید کر سکیں گے تاہم یہ ہے تقریباً ناممکن، کیونکہ یہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ چند منتخب سورتوں کی تفسیر شامل نصاب کر لیا جائے اور طلبہ امدادی کتب کی حیثیت سے اس کا مطالعہ کریں اور اس کے نمبرات مارکشیٹ میں شامل کیے جائیں، کیونکہ اس کی تفسیری خصوصیات اس کے منہج تفسیر اور اسلوب نگارش سے بہر طور طلبہ کو واقف ہونا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر طلبہ کو بتایا جائے کہ طبری جب بھی کسی آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: **القول فی تاویل قوله تعالیٰ كذا و كذا** (فلاں آیت کی تفسیر) پھر آیت کی تفسیر کرتے ہیں اور اس کی تائید میں اپنی سند کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار روایت کرتے ہیں۔ جب کسی آیت کے بارے میں دو یا دو سے زیادہ اقوال منقول ہوں تو وہ ہر قول کے ضمن میں اقوال صحابہ و تابعین سے استشہاد کرتے ہیں۔

مزید برآں یہ کہ ابن جریر طبریؒ صرف تفسیری اقوال ہی نقل نہیں کرتے بلکہ ایک کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح بھی دیتے ہیں اور وجوہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر اللہ کا فرمان ہے:

كَيْفَ يَكُوْنَ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

''ان مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد آخر کیسے ہوسکتا ہے بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔''

امام طبریؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کا یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ **الا الذين عاهدتم عند المسجد الحرام** سے کون لوگ مراد ہیں۔ کیا الدیل کے قبیلہ جذیمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لوگ مراد ہیں یا کنانہ کے جذیمہ بکر مراد ہیں یا وہ قبائل بکر مراد ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے ساتھ معاہدے میں شریک تھے اور اس معاہدہ کو توڑنے والے صرف یہی قبیلہ اور بکر کے بنوالدیل ہی تھے یا خود قریش کے لوگ مراد ہیں یا قوم خزاعہ مراد ہے۔ اس اختلاف کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں سب سے زیادہ صحیح رائے ان لوگوں کی ہے جن کے نزدیک کنانہ کے بنوبکر مراد ہیں جو اپنے عہد پر قائم تھے اور صلح حدیبیہ کے جن دفعات پر قریش اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا تھا، اس کی انھوں نے خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ میں نے اس قول کو زیادہ درست اس لئے قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کئے گئے عہد کی پابندی کرو جن سے مسجد حرام میں انھوں نے معاہدہ کیا تھا، بشرطیکہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں۔ ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ان آیات کا اعلان سن ۹ ہجری میں کیا گیا، یعنی فتح مکہ کے ایک سال کے بعد۔ چنانچہ مکہ میں کوئی قریشی یا خزاعی کافر نہ تھا، جسے معاہدے کی پاسداری کا حکم دیا جاتا، کیونکہ باشندگان مکہ میں سے جو لوگ تھے وہ ان آیات کے نزول سے پہلے ہی نقض عہد کر چکے تھے اور ان سے جنگ ہو چکی تھی۔ (۲۵)

امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں بسند خود کعب الاحبار، وہب بن منبہ، ابن جریج اور سدی سے اسرائیلی اخبار و روایات نقل کیا ہے اور ان روایات پر نقد و تبصرہ کا بھی اہتمام کیا ہے، لیکن بعض جگہوں پر آپ نے صرف اسناد کے ساتھ روایت بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور سند کی چھان پھٹک اور روایات کی جانچ قاری کے صواب دید پر چھوڑ دی ہے۔ ایسے موقع پر محققین، اساتذۂ کرام اور طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اسناد کا مکمل علم ہو، تاکہ جہاں طبری نے روایات پر نقد و تبصرہ نہیں کیا ہے، وہاں پر اپنی صحیح رائے قائم کر سکیں اور کسی بھی امکانی غلطی سے محفوظ رہ سکیں۔

امام طبریؒ کے نزدیک اگر کسی لفظ کے معنی میں اختلاف ہو جائے اور اس کے معنی و مطلب میں شک و شبہ کی گنجائش ہو تو وہاں کلام عرب میں مشہور معنی کو ترجیح دینا درست ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کا یہ فرمان: حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ. (۲۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور وہ تنور ابل پڑا۔''

اس آیت میں تنور کا جو لفظ وارد ہوا ہے اس کی تفسیر میں امام طبریؒ نے علمائے سلف کے درج ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) تنور سے روئے زمین مراد ہے۔

(۲) تنور کے معنی صبح کے روشن ہو جانے کے ہیں۔

(۳) اس سے زمین کا بالائی اور عمدہ حصہ مراد ہے۔

(۴) تنور اس بھٹی کو کہتے ہیں جس میں روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس ضمن میں صحیح تر قول یہ ہے کہ اس سے روٹیاں پکانے کا تنور مراد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں یہی معنی معروف ہے۔ کلام الٰہی میں جو لفظ وارد ہوا ہے اس کے وہی معنی مراد لینے چاہئیں جو عرب میں مشہور تر ہوں، البتہ کسی دلیل سے کوئی اور مفہوم ثابت ہو جائے تو وہ الگ بات ہے، کیونکہ اللہ نے اس کلام کے ذریعہ عربوں کو اسی لیے مخاطب کیا تھا کہ آسانی سے وہ اس کا معنی و مفہوم سمجھ جائیں۔ (۲۷)

اساتذہ، طلبہ اور اس تفسیر سے استفادہ کرنے والے حضرات کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ طبری کسی بھی لفظ کے معنی کو کلام عرب کے مشہور معنی میں ہی استعمال کرتے ہیں۔

اس تفسیر سے استفادہ کرنے والے حضرات کو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ جہاں تفسیر طبری کا شمار تفسیر بالماثور کی نمائندہ تفاسیر میں ہوتا ہے وہیں عقلی و کلامی تفاسیر میں بھی ابن جریر کا مقام کسی سے فروتر نہیں ہے۔ ایک طرف جہاں آپ نے اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ و تابعین سے ثابت شدہ اقوال سے ماثور تفسیر کی ہے وہیں آپ کی تفسیر مختلف مسائل میں استنباط اور آپ کی حریت فکر و نظر کی بھی غماز ہے۔ ابن جریر طبریؒ کا بنیادی نقطہ نظر اقوال صحابہ و تابعین سے بھرپور استفادہ اور آزاد خیال مفسرین کی پرزور تردید ہے۔ قرآن کا فرمان ہے:

ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ. (۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت سے لوگوں کی فریادرسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے طبری لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین جو اقوالِ سلف سے ناآشنا ہیں اور لغت کی مدد سے قرآن عزیز کی تفسیر بالرائے کرنا چاہتے ہیں وہ ''فیه یعصرون'' کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کی وجہ سے وہ قحط سے نجات پائیں گے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عصر نجات کے معنی میں ہے۔ اس ضمن میں وہ اشعار عربیہ سے بھی استشہاد کرتے ہیں، مگر تمام اہل علم صحابہ و تابعین کا قول اس کے خلاف ہے۔ (۲۹)

مگر جہاں موقع ملتا ہے وہاں آپ کا قلم عقلی اور کلامی تفسیر کی جانب گامزن ہو جاتا ہے۔ آپ جب کسی آیت اور اصول عقائد میں تطبیق دیتے ہیں یا بعض کلامی نظریات کی تردید کرتے ہیں تو اس فن میں بھی آپ کا قلم بلندیوں کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے، لیکن کلامی جدلیات ہوں یا تطبیق و مناقشات، وہ کسی صورت میں بھی اہل سنت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اختیار کے مسئلہ میں ابن جریر نے قدریہ کی جو تردید کی ہے اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ سورہ فاتحہ کی آیت غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی تفسیر کرتے ہوئے ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

بعض غبی منکرین تقدیر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ مندرجہ صدر آیت میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو ''ضالین'' گمراہ کہہ کر ضلال کی نسبت ان کی جانب کی ہے۔ یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کو گمراہ کیا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا کہ وہ دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ اس سے قدریہ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ بندہ فعل میں مختار ہے۔ اس کا قائل عربوں کے اسلوب کلام سے یکسر بیگانہ ہے۔ اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کو بھی کسی صفت سے موصوف کیا جائے یا جس کی جانب بھی کسی فعل کو منسوب کیا جائے تو وہ فعل سراسر اس کا ہوتا ہے، کسی دوسرے کا اس فعل کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

اندریں صورت جب ہوا درخت کو حرکت دے رہی ہو تو یہ کہنا کہ ''درخت ہلا'' غلط ہوگا۔ اسی طرح جب زلزلہ آنے سے زمین حرکت کرنے لگے تو یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ زمین نے حرکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی، اس لیے کہ نہ درخت خود ہلا ہے اور نہ زمین نے خود حرکت کی ہے بلکہ ان کو ہلانے اور حرکت دینے والا کوئی اور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدریہ نے سورہ فاتحہ کی آیت سے جو استدلال کیا وہ قطعاً بے بنیاد ہے۔ اسی لیے بیشتر آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کی نسبت اپنی جانب بھی کی ہے:

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ. (۳۰)

''اور علم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی۔''

مذکورہ آیت میں بتایا کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اسی کا کام ہے کسی اور کا نہیں، مگر قرآن عربی زبان میں اترا اور عربی میں یہ عام دستور ہے کہ فعل کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے جس سے بظاہر وہ صادر ہوا ہو۔ اگر چہ وہ فعل کسی اور کی مشیت وقدرت سے ظہور میں آیا ہے۔ جب ایک فعل بندہ خود انجام دے رہا ہو مگر اس کا حقیقی موجد اللہ تعالیٰ ہو تو اس کو فاعل کی جانب اس اعتبار سے منسوب کیا جائے گا کہ اس نے اللہ کی دی ہوئی قدرت واختیار سے وہ کام کیا اور اللہ تعالیٰ کی جانب اس لیے منسوب ہوگا کہ موجد حقیقی دراصل وہی ہے۔ (۳۱)

ابن جریر طبریؒ کا منہج تفسیر سورہ ہود کی آیات ۱۱۸، ۱۱۹ کی تفسیر میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَo اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَo (۳۲)

''بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی (آزادیٔ انتخاب واختیار) کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسان، سب سے بھر دوں گا۔''

ان آیات کی تشریح وتعبیر میں مفسرین کا کافی اختلاف ہے۔ اس کے بارے میں روایات بھی متعدد آئی ہیں اور اقوال ومسالک بھی مختلف ہیں۔ بنیادی طور سے مفسرین کرام کو اس آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریمہ کے حوالہ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ گروہ جو آیت کریمہ کا اہم ترین جملہ "وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ" کو وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ سے متعلق مان کر ان کا مقصد تخلیق اختلاف مذاہب و مسالک و عقائد قرار دیتے ہیں، جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک فقرہ قرآنی وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ کا تعلق اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ کے فقرہ متصلہ سے ہے۔ دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل دیے ہیں اور اپنی اپنی تشریحات پیش کی ہیں۔

پہلے طبقہ کے مفسرین کی ترجمانی کرتے ہوئے امام طبریؒ نے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ امام حسن بصریؒ کے بارے میں کئی روایات آئی ہیں جن کے مطابق وہ انسانی تخلیق کو اختلاف کے لیے سمجھتے تھے۔ انھوں نے منصور بن عبدالرحمٰن کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کو اپنی جنت کے لیے اور کچھ کو اپنی جہنم کے لیے تخلیق کیا ہے، لہٰذا اوّل الذکر کو اپنی رحمت کے لیے اور مؤخر الذکر کو اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا۔ حضرت حسنؒ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رحمت الٰہی کے مستحق لوگ ایسا کوئی اختلاف نہیں کرتے جو ان کے لیے نقصان دہ ہوں، جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو فریقوں میں پیدا کیا۔ ایک فریق جس پر وہ رحم فرماتا تو وہ اختلاف نہیں کرتے اور ایک وہ فریق جس پر وہ رحم نہیں کرتا، لہٰذا وہ اختلاف کرتے ہیں اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ. "تو ان میں کچھ بد بخت ہیں اور کچھ خوش بخت۔" دوسرے اقوال کے مطابق حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اختلاف کرنے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ اور مجوس کو لیا ہے اور رحمت الٰہی سے فیض یاب ہونے والوں کو اسلام کا پیرو بتایا ہے، یعنی انسانوں میں مومن و کافر پیدا کیے۔ یہی مراد امام اعمشؒ سے بھی مروی ہے۔ امام مالکؒ سے بھی ایک قول یہ مروی ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا تاکہ وہ دو گروہ بن جائیں۔ ایک گروہ جنت میں ہو اور ایک جہنم میں۔ امام طبریؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی ابوعبید اور الفراء کا خیال بتایا ہے۔ (۳۳)

مفسرین کرام کے ایک بڑے قدیم و جدید طبقہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ کے فقرہ وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ میں ضمیر رحمت کے لیے ہے جو اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ میں موجود ہے اور اس بنا پر تخلیق انسانی کی غرض و غایت رحمت الٰہی سے انسانوں کی فیض یابی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم ترین بات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کی یہی توجیہ وتفسیر ہے جو ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو، کیونکہ مراسیل صحابہ میں اس کا قوی امکان رہتا ہے۔

صحابہ کرام کے طبقہ اوّلین کے بعد تابعین عظام کے طبقہ دوم میں سے تمام جلیل القدر مفسرین جیسے حضرت قتادہ، ابن دعامہ سدوسی، مجاہد بن جبیر مخزومی، عکرمہ بربری مولیٰ ابن عباس، طاؤس بن کیسان یانی نے رحمت الٰہی ہی کو باعث تخلیق انسان اور مقصود وجود آدمی مانا ہے۔ اگرچہ حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی صحابہ کرام سے براہ راست روایت نہیں کرتے، تاہم وہ اس دور کے عظیم مفسر تھے۔ ان کا اور سفیان ثوریؒ کا بھی یہی خیال ہے کہ رحمت الٰہی انسان کے وجود کا مقصود ہے۔ متعدد قدیم ومتوسط مفسرین وشارحین نے رحمت الٰہی کے لیے انسان کی تخلیق کے نظریہ کو بوجوہ وبدلائل ترجیح دی ہے۔

امام طبریؒ وغیرہ متعدد حضرات نے اس نقطہ نظر کو پیش کرنے والی روایات بھی نقل کی ہیں، اگرچہ ان میں سے کئی نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ (۳۴)

ان دونوں مناہج تفسیر کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ تخلیق برائے اختلاف کے نقطہ نظر میں زیادہ جامعیت اور قرآنی غرض وغایت کی ترجمانی ہے اور اگر دور جدید کے تناظر میں ان آیات کی طبری تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن کے تصور ارادہ اور مذہبی آزادی کی افادیت زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے۔ درحقیقت دین اسلام نے مذہب اور عقیدہ کے معاملے میں ہر طرح کے جبر واکراہ کو سخت ناپسند کیا ہے اور تمام مذاہب کے ماننے والوں کو مکمل آزادی عطا کر رکھی ہے۔ اس نقطہ نظر کی تائید کے لیے درج ذیل آیات کا مطالعہ کرنا چاہیے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا. (۳۵)

''دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ (۳۶)

''اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں، حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کے تابع فرمان ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ (۳۷)

''کہہ دو کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔''

ان آیات کے مطالعہ سے علامہ سید محمد نقیب العطاس یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ دعوت وتبلیغ میں قوت وطاقت اور تشدد کے استعمال سے منع کیا ہے بلکہ خود مسلمانوں کو دعوت فکر دی ہے کہ ان کا ایمان واسلام معتبر نہیں ہے۔ اگر برضا ورغبت مکمل سرافگندگی اور کامل اطاعت وانقیاد کا جذبہ کارفرما نہیں ہے۔ حالات کے دباؤ میں سماجی بندشوں کے تحت ریاو نمود کی خاطر اور روایاتی تصور کا التزام کرتے ہوئے ایمان واسلام کے تقاضوں کی تکمیل نہ صرف یہ کہ مطلوب نہیں ہے بلکہ اللہ کی بارگاہ میں مردود وملعون ہے۔ (۳۸)

تعلیقات وحواشی

(۱) یاقوت حموی، شہاب الدین، معجم الادباء، مطبع عیسیٰ البابی الحلبی، غیر مورخہ، ج ۱۸، ص ۴۹

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۳ء، ج ۱۲، ص ۴۰۳-۴۰۲

(۳) نفس مصدر

(۴) غلام احمد حریری، تاریخ تفسیر ومفسرین، مطبوعہ تاج پرنٹرز دہلی، ۱۹۸۵ء ص ۱۹۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) نفس مصدر، ص ۱۹۴

(۶) القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۵

(۷) الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، المطبعۃ الامیریۃ بولاق، ۱۳۲۵ھ، ج ۳، ص ۶

(۸) نفس مصدر، ج ۱، ص ۱۱

(۹) نفس مصدر، ج ۱۵، ص ۳۴-۳۳

(۱۰) القرآن الحکیم، سورۃ الفیل، آیت: ۳-۴

(۱۱) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۳۰، ص ۱۹۳

(۱۲) اعشیٰ بن ثعلبہ کا شعر نیچے نقل کیا جارہا ہے جو طبری نے لفظ ''سُورۃ'' کے لیے بطور استشہاد پیش کیا ہے:

فبانت وقد اسارت فی الفوا د صدعا علی نائها مستطیرا

(۱۳) القرآن الحکیم، سورہ ھود، آیت: ۴۳

(۱۴) نفس مصدر، سورہ طارق، آیت: ۶

(۱۵) نفس مصدر، سورۃ القارعۃ، آیت: ۷

(۱۶) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۱۲، ص ۲۸

(۱۷) القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ، آیت: ۶

(۱۸) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۱۲، ص ۹۷

(۱۹) القرآن الحکیم، سورۃ یوسف، آیت: ۲۰

(۲۰) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۱۲، ص ۱۰۳

(۲۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲۲) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۲، ص ۲۹۰

(۲۳) نفس مصدر، ج ۱، ص ۲۷

(۲۴) القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، آیت: ۷

(۲۵) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۱۰، ص ۵۹

(۲۶) القرآن الحکیم، سورہ ھود، آیت: ۴۰

(۲۷) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج ۱۲، ص ۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۸) القرآن الحکیم، سورۃ یوسف، آیت:۴۹

(۲۹) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج۱۲، ص ۱۳۸

(۳۰) القرآن الحکیم، سورۃ الجاثیہ، آیت:۲۳

(۳۱) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج۱، ص ۶۴

(۳۲) القرآن الحکیم، سورہ ھود، آیت: ۱۱۸، ۱۱۹

(۳۳) الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، حوالہ بالا، ج۱۵، ص ۳۶-۵۳۵

ص ۵۳۷ پر امام طبریؒ اپنی رائے یا قول مختار کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ ''ان دونوں اقوال میں صواب کے قریب ان لوگوں کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شقاوت و سعادت کے ذریعہ اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے دو قسموں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک اہل اختلاف و باطل ہیں اور دوسرے اہل حق ہیں، پھر اس کے بعد فرمایا: **ولذلک خلقھم**، لہٰذا اپنے اس قول میں دونوں قسموں کو شامل کر لیا اور یہ خبر دی کہ ان دونوں میں سے ہر فریق کو اپنی وجہ تخلیق اور مقصد پیدائش کے لیے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

(۳۴) نفس مصدر، حوالہ بالا، ص ۳۷-۵۳۶

(۳۵) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۵۶

(۳۶) نفس مصدر، سورہ آل عمران، آیت:۸۳

(۳۷) نفس مصدر، سورۃ الکافرون

(۳۸) نقیب العطاس، پروفیسر، اسلام اور سیکولرازم، مسلم موومنٹ آف ملیشیا کوالالمپور، حاشیہ نمبر ۶۷
اردو زبان میں ابن جریر طبری کی حیات و خدمات اور تفسیری خصوصیات پر مطالعہ کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''ابن جریر طبری - حیات و خدمات، صفحات ۲۶۳، ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۷۸۱، حوض سوئیوالان، نئی دہلی، سن اشاعت ۲۰۰۲ء

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر فتح القدیر
طریقۂ تدریس و استفادہ

مولانا عزیز الرحمن سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

کسی بھی کتاب سے استفادہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے مصنف کے حالات کا علم ہو۔ کس ماحول و معاشرہ میں اس کی پیدائش، پرورش و پرداخت ہوئی؟ اس کا تعلیمی ماحول کیا تھا؟ عقیدہ و مسلک کیا تھا؟ کن علماء سے استفادہ کیا؟ کس طرح کی ایجابیات و سلبیات سے اس کو سامنا رہا؟ تصنیف کے محرکات کیا تھے؟ مقصد اور غرض و غایت کیا تھی؟ کن مصادر سے استفادہ کیا؟ ان مصادر میں کس کی بات کو حق و حمایت حاصل ہوئی؟ کس کے نظریات درست نہ لگے جس کی وجہ سے ان کی تردید کی گئی؟ ماحول و معاشرہ میں پھیلے ہوئے مسالک پر اس کی نظر کس طرح کی تھی؟ وغیرہ۔

زیر مطالعہ مقالہ میں چونکہ تفسیر فتح القدیر کے طریقۂ تدریس اور اس سے استفادہ کے ڈھنگ پر بحث کرنی ہے، اس لیے امام شوکانی کا سوانحی حصہ بالکل ہی حذف کیا جا رہا ہے، ورنہ مضمون بے حد طویل ہو جائے گا۔

امام محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ) بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مفسر، محدث، مؤرخ، فقیہ، ادیب، اصولی، نحوی اور منطقی تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف آپ کے زمانہ کے علماء بلکہ آپ کے اساتذۂ کبار نے کیا ہے۔ آپ کی خدمات کی تعریفیں کی گئیں۔ آپ کی تصنیفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی حیات ہی میں دور دراز علاقوں میں پہنچ گئیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آپ کی تصنیف "نیل الاوطار" اور "فتح القدیر الجامع بین الروایة والدرایة فی التفسیر" مدارس و جامعات اور مکتبات میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ متلاشیان علوم دینیہ ان کتابوں سے فیض اٹھا رہے ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"علوم میں علی الاطلاق علم تفسیر کو برتری حاصل ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی توضیح و تشریح معتبر اور ثابت شدہ طریقے سے ہو، رائے کا دخل نہ ہو۔ یہ افضلیت ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا فرق محسوس کرتا ہو۔ ترمذی کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

فضل کلام الله علی سائر الکلام کفضل الله علی خلقه.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کے بعد اس کی تحسین کی ہے۔

چوں کہ اس علم کا معیار اس قدر بلند تھا، اس لئے میں نے بھی اس کے دروازے میں داخل ہونا چاہا اور ان علماء کی فہرست میں شامل ہونا چاہا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تشریح و توضیح کی اور اس کے لئے میں نے ایسا طریقہ اپنایا جو علماء کے نزدیک زیادہ قابل قبول تھا۔ میں نے یہ دیکھا کہ اکثر مفسرین دو جماعتوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک جماعت نے اپنی تفسیر کا انحصار صرف روایت پر کیا، دوسرے فریق نے عربی زبان کے مقتضیات اور علوم آلیہ کے مستفادات پر اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔ انھوں نے روایت کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ دونوں فریق نے بڑی طول طویل بحثیں کی ہیں۔ میں کسی کو غلط نہیں کہتا، لیکن ان دونوں کی مثال اسی طرح ہوگی کہ کوئی شخص گھر کی تعمیر کرے اور اس عمارت کا انحصار چند پایوں پر کرے اور چند دوسرے ضروری ستون چھوڑ دے۔

تفسیر کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ سے ثابت شدہ چیزیں بہت کم ہیں، لیکن جتنی بھی ثابت ہیں اس کا ماننا قطعی اور لازمی ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو چیزیں وارد ہوئی ہیں، اگر وہ ایسے الفاظ ہیں جو شرعی طور پر لغوی معنی کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منقول ہیں تو اس کا ماننا بھی لازمی اور ضروری ہے اور اگر شریعت سے کوئی چیز منقول نہیں تو پھر صحابہ کے اقوال دیگر معتمد اہل زبان کے اقوال کی طرح موثوق بہا ہوں گے۔ اگر ان کا قول عربی زبان کے مشہور مقتضیات کے خلاف ہو تو پھر تابعین، تبع تابعین اور دیگر ائمہ کرام کے اقوال بہتر ہوں گے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ صحابی یا اس کے بعد آنے والا امام لغوی معنی کے اعتبار سے کسی ایک معنی کی تعیین کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ تمام معانی مہمل نہیں قرار پاتے جو زبان عرب کے محاورات ومقتضیات سے ثابت ہوں۔ اسی طرح وہ معانی بھی ہیں جو عربی زبان کے دقائق واسرار سے بحث کرنے والے علوم سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس قسم کی تفسیر ''تفسیر باللغۃ'' کہلائے گی۔ یہ وہ ''تفسیر بالرائے'' نہیں جو حرام ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر اسلاف کرام سے ثابت نہیں اور ضعیف سند سے وارد مرویات وآثار اور غیر ثابت شدہ تفاسیر کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح کسی بھی غیر معتمد شخص کی کوئی بھی تفسیر معتبر نہ ہوگی، اگرچہ اس کی اسناد صحیح ہی ہو، اسی لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر کے لئے دونوں چیزیں سامنے رکھی جائیں۔ کسی ایک چیز پر انحصار نہ کیا جائے۔ یہی مقصد ونظریہ میرے دل میں راسخ ہے اور اسی راہ پر چلنے کا ارادہ ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا متعارض تفاسیر میں ترجیحات ذکر کی جائیں گی۔ جو تفاسیر رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ دین سے ثابت ہوں گی، انہیں ذکر کروں گا۔ ساتھ ہی ساتھ عربی، اعرابی اور بیانی معنی کی وضاحت کروں گا۔ کبھی کبھی ایسی تفسیریں بھی ذکر کروں گا جس کی اسناد میں ضعف ہوگا، کیونکہ اس جگہ بعض دوسری چیزیں ایسی موجود ہوں گی جو اس کی تقویت کی باعث ہوں گی یا اس لئے کہ وہ تفسیر عربی معنی کے موافق ہے۔''

تفسیر کی خصوصیت

مندرجہ بالا اقتباس سے امام شوکانی کا تفسیری نظریہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ امام شوکانی کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ انھوں نے اپنے سے پیش رو محدثین، لغویین اور احکام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن کی کتابوں سے استفادہ کیا اور ان کے اقتباسات ذکر کیے۔ امام شوکانی اگرچہ زیدی ماحول کے پروردہ و پرداختہ تھے جن کا مکمل اعتماد معتزلہ کی کتابوں پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری چیزیں ان کے نزدیک کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتیں، لیکن امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ انھوں نے معتزلہ کے اقوال کی بھرپور تردید کی اور اسلاف کے صاف شفاف عقیدہ اور واضح منہج کو مقدم کیا۔ یہاں ہم بہت اختصار کے ساتھ ان شخصیات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی آراء کا خلاصہ امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور جن سے انھوں نے اساسی طور پر استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کا بھی مختصراً تذکرہ کرنا ضروری ہے جن کی آراء کی امام صاحب نے تردید کی ہے۔

امام شوکانی کا تفسیری منہج

امام شوکانی نے اپنی تفسیر کے لئے جو منہج اختیار کیا ہے وہ مختصراً درج ذیل ہے:

(۱) سورہ کے مکی یا مدنی ہونے کا بیان۔ (۲) سورہ کی فضیلت کے بارے میں وارد احادیث و آثار۔ (۳) حروف مقطعات کی وضاحت۔ (۴) لغات کی تشریح۔ (۵) اسباب نزول کا بیان۔ (۶) قرأت کا ذکر۔ (۷) کلمات و جمل کی اعرابی کیفیت۔ (۸) آیات کا اجمالی مفہوم۔ (۹) احادیث نبویہ، آثار صحابہ و تابعین کی تخریج اور ان سے آیات کے معانی کی توضیح۔

کبھی کبھی اس ترتیب میں تقدیم و تاخیر بھی کر دیتے ہیں۔ اگر اس منہج کی وضاحت تفسیری اقتباسات سے کی جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ تفسیر شوکانی کا مطالعہ کرنے والا اس منہج کی صحت کا پتہ لگا سکتا ہے۔

امام شوکانی کے تفسیری مراجع

تفسیر شوکانی میں اسلاف کی جن تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) تفسیر اور مصنف عبدالرزاق صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ

(۲) مصنف أبوبکر بن أبی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) مسند احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۲ھ

(۴) تفسیر و مسند عبد ابن حمید، متوفی ۲۴۹ھ

(۵) محمد بن نصر مروزی (۲۰۲-۲۹۴ھ)

(۶) تفسیر ابن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

(۷) تفسیر ابن حبان، متوفی ۳۵۴ھ

(۸) تفسیر ابن أبی حاتم عبد الرحمٰن بن محمد، ۲۹۱ھ

(۹) مستدرک حاکم ابو عبد اللہ، متوفی ۴۰۵ھ

(۱۰) شعب الایمان، سنن، البعث والنشور للبیہقی (۳۳۴-۴۵۸ھ)

(۱۱) جزء حسن بن عرفہ، متوفی ۲۵۷ھ

(۱۲) کتاب العظمۃ لعبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان (۲۷۴-۳۶۹ھ)

(۱۳) أبو نعیم عبد اللہ بن احمد أصبہانی (۳۶۳-۴۴۹ھ)

(۱۴) احمد بن ابراہیم ثعلبی، متوفی ۴۲۷ھ

(۱۵) محمد بن الحسن نقاش، متوفی ۳۵۱ھ

تفسیر شوکانی کے لغوی مصادر

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لغوی تشریحات کے سلسلے میں جن أئمہ لغت پر اعتماد اور جن کے اقوال سے استفادہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ابن الأعرابی محمد بن زیاد ابو عبد اللہ (۱۵۰-۲۳۱ھ)

(۲) غریب القرآن لابن قتیبۃ عبد اللہ بن مسلم الدینوری، متوفی ۳۲۲ھ

(۳) ابن الضریس محمد بن ایوب، متوفی ۲۹۴ھ

(۴) کتاب الزاہر لابن الانباری محمد بن القاسم بن محمد (۲۷۱-۳۲۸ھ)

(۵) تہذیب اللغۃ للأزہری محمد بن احمد (۲۸۲-۳۷۰ھ)

(۶) کتاب الجمہرۃ لابن درید محمد بن الحسن، متوفی ۳۲۱ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) الصحاح للجوہری ابونصر اسماعیل ابن حماد، متوفی ۳۹۳ھ

(۸) الناسخ والمنسوخ للنحاس احمد بن محمد بن اسماعیل، متوفی ۳۳۷ھ

(۹) معانی القرآن للزجاج ابراہیم بن السری بن سہل (۲۴۱-۳۰۱ھ)

تفسیر شوکانی کے بنیادی مراجع

(۱) تفسیر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

یہ کتاب تمام مفسرین کا اصل مرجع اور تمام تفسیری کتابوں کا محور و مرکز ہے۔ سب سے قدیم مکمل تفسیر یہی ہے اور آج بھی موجود ہے۔ امام شوکانی نے روایات کے سلسلے میں سب سے پہلا اعتماد اسی تفسیر پر کیا ہے۔

(۲) تفسیر الکشاف للزمخشری محمود بن عمر متوفی ۴۶۷ھ

یہ تفسیر بہت مختصر اور بڑی خوبیوں کی حامل ہے۔ اس کا اسلوب بڑا عمدہ ہے۔ اگر یہ اعتزالیات سے پاک ہوتی تو یہ سب سے مفید تفسیر ہوتی۔ امام شوکانی نے لغات کی تشریح اور بیان و بلاغیات کے سلسلے میں ان پر اعتماد کیا ہے، مگر اعتزال کی وجہ سے سب سے زیادہ ان کی تنقید بھی کی ہے۔

(۳) المحرر الوجیز تفسیر ابن عطیۃ اندلسی (۴۸۱-۵۴۰ھ)

یہ تفسیر بڑی جامع اور واضح ہے۔ اس کی بہ نسبت زمخشری کی تفسیر زیادہ مختصر اور دقیق ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفسیر ابن عطیہ کو تفسیر زمخشری سے بہتر کہا ہے۔ یہ بھی معتزلہ کے اقوال کی طرف میلان رکھتے ہیں، لیکن ان کے یہاں زمخشری سے کم بدعتیں ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہیں ابن عطیہ پر اعتماد کیا ہے تو کہیں تنقید کی ہے۔

(۴) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی أبو عبداللہ محمد بن احمد، متوفی ۶۷۱ھ۔

ان کو ابن العربی کے بعد فقہاء کا مرجع سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ امام قرطبی حاطب اللیل کے نام سے مشہور ہیں اور اپنی تفسیر کو اسرائیلیات سے انھوں نے بھر دیا ہے، مگر اس میں شک نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ انھوں نے مسائل فقہ واجتہاد اور احکام وتفریعات اس قدر جمع کر دیے ہیں جو دوسری جگہ نہیں ملتے۔ امام شوکانی نے ان پر بہت اعتماد کیا ہے، اسی لیے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تفسیر شوکانی تفسیر قرطبی اور تفسیر درمنثور سیوطی کا ملخص ہے۔ امام شوکانی نے امام قرطبی کی اکثر و بیشتر تائید کی ہے۔ شاذ و نادر ہی ان پر اعتراض کیا ہوگا۔

(۵) تفسیر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ

یہ تفسیر سلف کی تفاسیر میں سب سے بہتر تفسیر ہے۔ امام شوکانی کو ان پر بڑا اعتماد ہے اور ان کی بہت تعریف کی ہے۔ احادیث کی تحسین وتصحیح میں ان کی پیروی کی ہے۔ کہیں کہیں ان پر بھی تنقید ملتی ہے۔

(۶) تفسیر ابو حیان ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی اندلسی (۶۵۴-۷۴۵ھ)

انھوں نے اعراب پر زیادہ توجہ کی ہے۔ امام شوکانی نے اعراب کی وضاحت کے وقت ان پر پورا اعتماد کیا ہے۔ اکثر و بیشتر ان کے قول کی تصریح کی ہے اور تائید بھی کی ہے، لیکن کہیں کہیں نحوی تعلیلات پر تنقید بھی کی ہے۔

(۷) الدر المنثور تفسیر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ

یہ انھی کی تفسیر ترجمان القرآن کا ملخص ہے۔ امام شوکانی کی تمام مرویات درمنثور میں موجود ہیں۔

مفسرین، محدثین اور لغوی ائمہ کے بارے میں امام شوکانی کا طرز عمل

امام شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تمام مصادر سے بلاواسطہ اخذ کیا ہے، لیکن مفسرین کے بارے میں ان کا طرز عمل الگ الگ ہے۔ بعض کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور بعض پر سکوت اختیار کیا ہے۔ جس بات کو وہ غلط سمجھتے ہیں اس پر تنبیہ ضرور کرتے ہیں، مگر تجریح وتنقیص نہیں کرتے۔ یہ تو درایت سے متعلق بات ہوئی۔

روایتوں پر جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صحیح سند سے وارد مرفوع احادیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ نسبت صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کے بہت کم ہیں، اسی لئے روایتوں کے موقوف و مرفوع کا حکم لگانے میں بھی ائمہ مختلف ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ احادیث مرویہ اور مرفوعہ کو ذکر کرتے وقت مختلف الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں "روی عن رسول الله ﷺ" کبھی "صح عن رسول الله ﷺ" کبھی کہتے ہیں "روی فلان عن رسول الله ﷺ خبراً مرفوعاً" کبھی تصحیح کرتے ہیں اور کبھی خاموش رہتے ہیں۔ ان کی اکثر مرویات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ ان دونوں کے بعد بقیہ صحابہ کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

تفسیر عبدالرزاق کا شمار ان تفاسیر میں ہوتا ہے جن پر امام شوکانی نے اعتماد کیا ہے۔ قرآن کریم کی چند آیات کے گروپ میں مرویات کے حصہ میں عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن أبي الدنیا کا نام ضرور آتا ہے۔ یہ لوگ اپنی کتابوں میں تابعین اور تبع تابعین تک اسناد ذکر کرتے ہیں۔

امام عبدالرزاق کی تفسیر کا نام "تفسير القرآن العزيز المنزل على سيدنا محمد بن عبد الله" ہے۔ امام شوکانی نے امام عبدالرزاق سے نقل کرنے میں بڑی امانت و صداقت سے کام لیا ہے۔ کسی طرح کا حذف و اضافہ نہیں کرتے۔ امام عبدالرزاق کی تفسیر بہت مختصر ہے۔ وہ آیت کی تفسیر میں صرف اثر ذکر کرتے ہیں۔ امام ابن جریر کی طرح تفسیر و توضیح نہیں کرتے۔

امام ابن کثیر، علامہ ذہبی اور امام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ ان کی تفسیر بہت جامع اور فائدہ بخش ہے۔ ممکن ہے یہ تفسیر طبری کا اختصار ہو۔ علامہ ابن کثیر اسرائیلیات بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ امام مزی سے قرابت داری اور امام ابن تیمیہ کی صحبت کے اثر سے ان میں بہت زیادہ اعتدال اور سنت سے محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ یہ ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے اور پھر احادیث و آثار سے کرتے ہیں۔ سند کی قوت و ضعف پر اکثر و بیشتر متنبہ کرتے ہیں، لیکن احادیث کی تصحیح میں ان کو متساہل سمجھا جاتا ہے۔ امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں ان پر بڑا اعتماد کیا ہے اور احادیث کی تصحیح میں ان کی پیروی کی ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ آزادی فکر کے حامل اور قوی شخصیت کے مالک تھے، جیسا کہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تفسیری منہج سے ظاہر ہوتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ مذاہب سلف وخلف کا پورا علم رکھتے تھے۔ان کی نشو ونما ایسے زمانہ میں ہوئی تھی جب مدارس اسلامیہ میں مذاہب فقہیہ سے خروج ہلاکت خیز سمجھا جاتا تھا۔ ہر جگہ انہی اقوال کا ورد ہوتا تھا۔ دلیل کی تلاش اور حقیقت کی معرفت وتلاش کے لئے کسی کو توجہ نہ تھی۔ جہالت کی تاریکیوں کے ساتھ ساتھ تمام طرح کی عصبیتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت میں انسانی سوسائٹی کو عقیدہ کے فساد اور اندھی تقلید سے نجات دلانے کے لئے امام شوکانی سامنے آئے۔

امام شوکانی نے جہاں کہیں کسی کا نقد کیا ہے، اس کی عظمت وشخصیت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے، البتہ امام زمخشری کے اعتزال کی وجہ سے ان کے برتاؤ میں فرق ہے۔

سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ''نملة'' کا ذکر آیا ہے، وہاں بہت مختصر طور پر حضرت حسن بصری کی طرف منسوب ان کا قول ذکر کیا ہے:

''انها مثل الذئب اسمها حرس وانها من قبيلة يقال لها بنو الشيصان وأنها كانت عرجاء.''

اس قول کے ذکر کرنے کے بعد امام شوکانی بڑے احترام سے تبصرہ کرتے ہیں:

''ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسن کے پاس حضرت سلیمان تک پہنچنے کے لئے کوئی متصل سند نہیں ہے اور رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ بھی مذکور نہیں۔ حضرت حسن اتنے بڑے متقی وپاکباز ہوتے ہوئے اس قسم کی بات کیسے بیان کر دیتے ہیں۔''

یہاں آپ دیکھئے کہ حضرت حسن کی شخصیت اور ان کی عظمت کا کس قدر لحاظ رکھا ہے، البتہ علامہ زمخشری کے ساتھ ان کا رویہ اس سے الگ ہوتا ہے۔

امام ابن عطیہ تفسیر واحکام، حدیث وفقہ، ادب ولغت کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام شوکانی نے صفت ''علو'' وغیرہ کے بارے میں ان کی بھی تنقید کی ہے۔ ابن عطیہ اصول میں اعتزال کا عقیدہ رکھتے تھے، مگر یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ ''ماتریدی العقیدہ'' ہیں۔ امام شوکانی نے ان کے مذہب کو بہت ردّی اور برا بتایا ہے۔

امام شوکانی نے علامہ زمخشری کی بہت تنقید کی ہے۔ جہاں کہیں موقع ملتا ہے ان پر چل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتے ہیں اور سخت الفاظ میں برا بھلا کہتے ہیں، حتیٰ کہ کئی مقامات پر انھیں حدیث وعلوم حدیث میں ''کورا'' اور ''نرا جاہل'' کہا ہے۔

آیات صفات کے بارے میں امام شوکانی کا موقف

امام شوکانی نے آیات صفات کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک اختیار کیا ہے، یعنی ''صفات کا اثبات اور ظواہر پر اجراء اور ان کی کیفیت کے بیان کرنے کی نفی۔''

مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے ''ید، سمع، بصر، علم'' کا ہونا۔ یہ وہ صفات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے۔ ہم یہاں یہ نہیں کہیں گے کہ ''ید'' کے معنیٰ ''قدرت'' کے ہیں اور ''سمع و بصر'' کے معنیٰ علم کے ہیں اور نہ ہی ہم یہ کہیں گے کہ یہ مخلوق کے اعضاء و جوارح کی طرح اعضاء و جوارح ہیں، بلکہ ان کی حقیقت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو ظاہر پر محمول کریں گے۔ نہ اس میں تمثیل وتعطیل کریں گے اور نہ ہی تکییف وتاویل سے کام لیں گے۔ امام شوکانی کی تمام تالیفات اسی بات کی شہادت دیتی ہیں۔

استواء:

هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا ثم استوىٰ الى السماء. (البقرة: ۲۹)

امام شوکانی فرماتے ہیں: ''استواء'' کے معنیٰ لغت میں اعتدال و استقامت کے ہیں اور ''علو وارتفاع'' پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس آیت کے یہی معنیٰ مناسب ہیں۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو مشکلات میں شمار کیا ہے۔ بیشتر ائمہ نے اس پر ایمان وعقیدہ رکھنے اور اس کی تفسیر وتوضیح سے تعرض نہ کرنے کے لئے کہا ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''**استواء علی العرش**'' کے معنیٰ میں چودہ اقوال ہیں، جن میں سب سے افضل قول سلف صالحین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کی ذات کے لائق ہے۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سلفی العقیدہ تھے، اسی لئے تمام صفات کے بارے میں انھوں نے مذہب سلف کی صراحت کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رؤیت باری تعالیٰ:

واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فأخذتکم الصاعقۃ وأنتم تنظرون. (البقرۃ: ۵۵)

امام شوکانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان لوگوں کو صاعقہ کے ذریعہ عذاب ہوا، اس لئے کہ انھوں نے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا مطالبہ کیا، جس کی اجازت اللہ عزوجل نے نہیں دی تھی۔ معتزلہ اور ان کے متبعین نے دنیا و آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا انکار کیا ہے۔ ان کے علاوہ تمام لوگ دنیا و آخرت میں رؤیت کے جواز کے قائل ہیں اور آخرت میں مومنوں کے لئے اس کا وقوع یقینی طور پر ہوگا۔ احادیث صحیحہ میں بہ تواتر یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔ یہ ساری روایتیں قطعی الدلالۃ ہیں۔ کسی منصف آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان حدیثوں کے مقابلہ میں معتزلہ کی بیان کردہ کلامی بحثوں کو اختیار کرے۔ ان قواعد سے وہی فریب کھا سکتا ہے جس کو علم نافع سے کوئی نصیبہ نہ ملا ہو۔

اسی طرح سورۂ اعراف کی آیت "**رب أرني أنظر الیک قال لن تراني ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف تراني. (الاعراف: ۱۴۳)**" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رویت کا سوال یہ بتاتا ہے کہ رویت جائز اور ممکن ہے اور اگر رویت محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز اس کا سوال نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "**لن تراني**" کا مفہوم یہ ہے کہ اس وقت رؤیت ممکن نہیں یا یہ کہ اس دنیوی زندگی میں جب تک آدمی موجود ہے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا ثبوت متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ سنت کی معرفت رکھنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں۔ اس جیسی چیز میں الجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

وجوہ یؤمئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ. (القیامۃ: ۲۱-۲۲)

یعنی بندوں کی آنکھیں اپنے رب کو دیکھنے والی ہوں گی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے اور صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ بندے اپنے رب کو قیامت کے دن اسی طرح دیکھیں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بحمد للہ اس بات پر صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا اجماع ہے اور ائمہ اسلام کے مابین متفق علیہ ہے۔

صفت علو:

وسع كرسيه السماوات والأرض ولا يؤده حفظهما وهو العلي العظيم.

(البقرة: ۲۵۵)

امام شوکانی فرماتے ہیں: کرسی سے مراد جسم کرسی ہے، جس کی صفات کا بیان آثار و احادیث میں موجود ہے۔ معتزلہ نے اس کا انکار کر کے سخت غلطی کی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ ''کرسی'' سے مراد ''علم'' ہے، اسی لئے علماء کو ''کراسی'' اور جس میں علم لکھا جاتا ہے اس کو ''کراسۃ'' کہتے ہیں۔ اس قول کو ابن جریر طبری نے راجح قرار دیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ''کرسی'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جو آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے ''اجعل لهذا الحائط كرسيا'' یعنی ٹیک لگادو۔ بعض لوگوں نے کرسی سے مراد ''عرش'' لیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''کرسی'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تصویر کشی کے لئے ہے۔ اس کا الگ سے کوئی وجود نہیں اور بعض لوگوں نے ''ملک'' مراد لیا ہے۔ ان سارے معانی میں پہلا معنی ہی حق اور درست ہے۔ اس کے حقیقی معنی سے عدول کے لئے سوائے جہالت اور ضلالت کے کوئی اور سبب نہیں۔ یہ خیالات واوہام گمراہی کے سبب پیدا ہوئے ہیں۔

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ صفت علو کے بارے میں سلف و خلف کے مابین اختلاف رہا ہے۔ اس کے بارے میں کتاب و سنت کے دلائل بہت معروف ہیں۔ یہی دونوں چیزیں حق و باطل کے پرکھنے کا معیار ہیں۔ قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لئے علو مطلق کی جہت ثابت کی ہے ''يخافون ربهم من فوقهم'' (النحل: ۵۰) ''أأمنتم من في السماء'' (الملک: ۱۶)، ''اليه يصعد الكلم الطيب.'' (فاطر: ۱۰)

صفت مجیٔ:

وجاء ربک والملک صفا صفا. (الفجر: ۲۲)

امام شوکانی کہتے ہیں: یہاں مجی سے مراد بعض لوگوں نے ''اللہ کا حکم آنا'' یا اس کا قہر وغلبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد لیا ہے۔ یہاں گویا امام شوکانی نے تاویل کی ہے اور سورۂ انعام میں جو تفسیر کی تھی اسے بھول گئے۔ اس طرح کی بعض تاویلات جو انھوں نے اپنی تفسیر میں کی تھیں اس سے رجوع کرنے کا تذکرہ انھوں نے اپنی کتاب ''التحف فی مذاھب السلف'' میں کیا ہے۔ یہ کتاب ان کی آخری تالیفات میں سے ہے۔

صفت وجہ:

وللہ المشرق والمغرب فأینما تولوا فثم وجه الله. (البقرۃ: ۱۱۵)

اس آیت کی تفسیر میں امام شوکانی تحریر فرماتے ہیں کہ جس سمت تم رخ کروگے وہاں اللہ کا ''وجہ'' پاؤ گے، یعنی وہ جگہ پاؤ گے جس کی طرف تمہارے رخ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے۔

سورۂ قصص ۸۸ ''کل شیء ھالک الا وجھه. اور سورۃ الرحمٰن ۲۶ و ۲۷ ''کل من علیھا فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وجہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا وجود ہے اور بعض لوگوں نے ''وجہ'' سے مراد ''جہت'' لیا ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ یہاں امام شوکانی نے تاویل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا۔ جس طرح اور دیگر صفات کے بارے میں کیا ہے۔ اسی طرح کی تفسیر امام ابن کثیر نے بھی کی ہے، لیکن پہلے قول کو مقدم کرنا اور دوسرے قول کو ''قیل'' سے بیان کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ عقیدۂ سلف ان کے نزدیک راجح ہے۔

اس طرح اگر امام شوکانی کی تفسیر کا تمام صفات کے بارے میں مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ امام شوکانی سلفی العقیدہ تھے۔ اسلاف اور اہل السنۃ والجماعۃ کی طرح انھوں نے بھی صفات کا اجراء کیا ہے۔

صفت کلام:

مایأتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون. (الأنبیاء: ۲)

اس آیت کی تفسیر کے تحت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ''ذکر'' کی صفت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''محدث'' لانے کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن محدث ہے، کیونکہ ذکر سے مراد قرآن ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصوات وحروف سے جو چیز مرکب ہے اس کے حدوث کے بارے میں تو کوئی نزاع نہیں، یعنی یہاں ''متجدد فی النزول'' ''محدث تنزیلہ'' کے معنی میں ہے۔ نزاع تو کلام نفسی کے بارے میں ہے۔ قرآن کے قدیم اور حادث ہونے کے مسئلہ میں بہت سارے اہل علم وفضل مامونی، معتصمی اور واثقی دور حکومت میں ابتلا وآزمائش میں پڑے۔ اسی کی بنا پر امام احمد بن حنبل کو کوڑوں کی شدید ضربیں لگائی گئیں اور طویل قید وبند کا سامنا کرنا پڑا اور اسی کے سبب محمد بن نصر خزاعی کی گردن ماردی گئی اور اسی کی بنا پر بہت بڑا فتنہ رونما ہوا۔ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

اماماں سنت نے خلق وحدوث قرآن کی بات کا انکار کر کے بہت صحیح اور درست کام کیا۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امت کو ایک بدعت سے محفوظ رکھا، لیکن ان لوگوں نے (اللہ ان پر رحم فرمائے) قرآن کے قدیم ہونے کا یقین کر کے حد سے تجاوز کیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حدوث کے قائلین کو کافر بنا دیا اور ''لفظی بالقرآن مخلوق'' کہنے والوں کو کافر کہہ دیا۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان لوگوں کو بھی کافر کہہ دیا جو توقف اختیار کئے ہوئے تھے۔ کاش وہ توقف کی حد سے آگے نہ بڑھے ہوتے، اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہوتا، اس لئے کہ سلف صالحین، صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے لوگوں سے، اس فتنہ کی آگ کے بھڑکنے سے پہلے تک، اس مسئلہ کی بابت کوئی بات نہیں سنی گئی اور نہ ہی ان سے کوئی بات نقل کی گئی، اس لئے اس مسئلہ کی بات قبول کرنے سے باز رہنا اور وقف کا دامن تھامے رہنا اور اس کے علم کو اللہ علام الغیوب کے سپرد کر دینا ہی بہتر راستہ تھا، اسی میں اللہ کے بندوں میں سے ایک گروہ کے کافر قرار دینے سے سلامتی اور رہائی تھی۔

یہاں امام شوکانی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلق قرآن کی قدامت کے مسئلہ میں توقف اختیار کیا جائے۔ ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کی قدامت پر توقف نہیں۔ امام شوکانی کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے، جیسا کہ تمام صفات کے بارے میں ان کا قول مشہور ہے۔ اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ان لوگوں کے کافر قرار دینے میں توقف، جنھوں نے قرآن کے بارے میں کوئی بات کہی۔ اس میں سکوت اختیار کرنا بہتر تھا۔

رہی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی بات اور یہ کہ وہ محدث ومخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے منزل ہے، اللہ کی ایک صفت ہے اور قدیم ہے۔ تنزیل کے اعتبار سے حادث الآحاد ہے۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور امام شوکانی کا عقیدہ ہے۔ مزید تفصیل ان کی کتاب "التحف فی مذاهب السلف" سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں دو باتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں:

۱- اللہ تعالیٰ اپنی صفات کریمہ میں مخلوق و حوادث کی مشابہت سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

۲- ہر اس صفت پر ایمان لایا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خود اپنی ذات کے لئے اور اس کے حبیب رسول ﷺ نے بیان کی ہیں۔

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اپنے لئے بیان کردہ صفت یا رسول اکرم ﷺ کی ثابت کردہ کسی صفت کی نفی کرتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں سمجھتا تو وہ خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بڑا عالم تصور کرتا ہے۔ نعوذ باللّٰه من ذلك.

اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کے مشابہ ہیں تو وہ مشبّہ، ملحد اور گمراہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی بیان کردہ صفات کو ثابت مانتا ہے اور مخلوق کی مشابہت سے بالاتر سمجھتا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ و جمالیہ پر ایمان و یقین رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لیس کمثله شيء وهو السميع العليم."

مناسبات آیات

یٰٓا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی أنعمت علیکم و أوفوا بعهدی أوف بعهدکم وایای فارهبون. (البقرة: ۴۰)

اس آیت کی تفسیر کے تحت امام شوکانی فرماتے ہیں: بہت سے مفسرین نے ایک بناوٹی علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایجاد کرلیا ہے اور ایسے دریا میں گھس پڑے ہیں جس میں تیرنے کا ان کو مکلّف نہیں بنایا گیا تھا۔ انھوں نے ایسے فن میں سارا وقت برباد کردیا جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ محض رائے سے اللہ کی کتاب کے بارے میں گفتگو کی جو ممنوع اور حرام ہے۔ انھوں نے مصحف کی موجودہ ترتیب پر قرآنی آیات میں مناسبت ذکر کی اور بڑے تکلف وتصنع سے بات کی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ان ساری فضولیات سے پاک ہے۔ بعض لوگوں نے تو الگ سے اس کے لئے تصنیفات لکھیں۔

یہ بات ہر اس شخص کے لئے تعجب انگیز ہے جو یہ جانتا ہو کہ قرآن کریم مختلف حوادث و واقعات کے تحت، نزول وحی کی ابتدا سے رسول اکرم ﷺ کی وفات تک، جستہ جستہ نازل ہوتا رہا اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ نزول قرآن کے متقاضی حوادث باہم مخالف ومتناقض ہوا کرتے تھے۔ مثلاً کسی حلال چیز کو حرام کرنا یا حرام چیز کو حلال کرنا۔ کبھی مسلمانوں کے مسائل سے گفتگو ہوتی، کبھی کافروں سے متعلق، کبھی گزشتہ زمانہ کی بات کی جارہی ہے، کبھی موجودہ زمانہ کی، کبھی عبادت کا ذکر ہوتا ہے کہیں معاملہ کا۔ کبھی ترغیب وترہیب ہے، کبھی بشارت ونذارت، کبھی دنیا کا معاملہ مذکور ہوتا ہے کبھی آخرت کا۔ کبھی آنے والی تکالیف کا تذکرہ ہے، کبھی ماضی کے واقعات کا۔ جب اسباب نزول میں اتنا سارا اختلاف ہے تو اس کے بارے میں نازل شدہ قرآن بھی باہم متناسب نہیں ہوسکتا۔ بھلا کوئی ذی عقل وہوش اس طرح کی باہم مخالف چیزوں میں کس طرح تناسب تلاش کرتا ہے؟ یہ تو شک وتردّد کا دروازہ کھولنا اور مریض دلوں کے شبہات کا دائرہ وسیع کرنا ہوا۔

جس شخص کو کتاب اللہ کا ذرّہ برابر علم ہوگا، وہ یہ سمجھ جائے گا کہ تناسب آیات موجودہ ترتیب قرآنی پر ممکن ہی نہیں۔ بعض وہ لوگ جو اس علم کا موجد کہے جاتے ہیں اور جن کو دنیا کا سب سے بڑا مفسر بتایا جاتا ہے، بس ان کے لئے یہی کہا جائے گا کہ وہ علم سے محروم لوگ تھے۔

ضعیف احادیث

واذ ابتلی ابراھیم ربه بکلمات فأتمهن قال انی جاعلک للناس إماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین. (البقرۃ: ۱۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس سے مروی روایت نقل کی ہے:

ابتلاہ اللّٰہ بالطھارۃ، خمس فی الرأس و خمس فی الجسد، تقلیم الأظفار و حلق العانۃ والختان ونتف الابط وغسل مکان الغائط والبول بالماء وفی الرأس قص الشارب والمضمضۃ والاستنشاق والسواک وفرق الرأس.

اس کے بعد حضرت ابن عباس وغیرہ سے ''کلمات'' کی تشریح میں ایک دوسری روایت نقل کی ہے: کمفارقۃ قومہ ومحاجتہ لنمروذ وصبرہ علی النار والضیافۃ وذبح ولدہ وغیر ذلک.

اس نقل کے بعد امام شوکانی فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں کوئی صحیح بات ثابت نہیں اور ''کلمات'' کی تعیین کے سلسلے میں کوئی لائق حجت روایت موجود نہیں ہے تو ہمارے لئے پھر یہی راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ اس آیت کے آخری حصہ میں مذکورہ ''انی جاعلک للناس اماما... الآیۃ. کو کلمات کا بیان مان لیا جائے، ورنہ اس کے بارے میں خاموش رہنا اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا درست ہے اور عبداللہ بن عباس وغیرہ سے جو اس کی تعیین کے بارے میں اقوال مروی ہیں، وہ لائق حجت نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ صحابی کے اقوال ہیں اور اس میں اپنی طرف سے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ مرفوع کا حکم رکھتے ہیں تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ان اقوال میں اتنا زیادہ اختلاف ہے کہ اس میں کسی پر عمل کرنا اور دوسرے کو ترک کر دینے کی گنجائش ہی نہیں، بلکہ یہاں تو ایک ہی آدمی سے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں، پھر بھلا کیسے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے؟

اسی بات سے ان لوگوں کے قول کا ضعف بھی معلوم ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ کلمات سے تمام مذکورہ چیزیں مراد لی جائیں۔ اس طرح یہ لازم آئے گا کہ کلام اللہ کی تفسیر ضعیف، متناقض اور ناقابل حجت روایتوں سے کی جائے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جن سے امام شوکانی کی شخصیت کا کمال، ان کی دقت نظر اور ان کی فکری آزادی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق بات معلوم ہو جانے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد وہ کسی کے قول کے پابند نہیں، خواہ کتنی ہی عظیم شخصیت کیوں نہ ہو۔

وما أرسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی ألقی الشیطان فی أمنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته والله علیم حکیم.

(الحج: ۵۲)

اس آیت کی تفسیر میں بزار، ابن مردویہ اور ضیاء مقدسی کے حوالہ سے جن کے رجال کو امام سیوطی نے ثقہ قرار دیا ہے، سعید بن جبیر عن ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے:

قال قرأ رسول الله ﷺ أفرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الأخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی، ففرح المشرکون بذلک وقالوا قد ذکر آلهتنا خیرا، فجاءه جبریل فقال اقرأ علی ما جئت به، فقرأ أفرأیتم اللات والعزی – الی – وان شفاعتهن لترتجی، فقال ما أتیتک بهذا، هذا من الشیطان فأنزل الله "وما أرسلنا من قبلک من رسول ولا نبی... الآیة.

اس طرح کی کئی روایتیں ذکر کرنے کے بعد امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحاصل أن جمیع الروایات فی هذا الباب اما مرسلة أو منقطعة لا تقوم الحجة بشیء منها. وقال ابن خزیمة: ان هذه القصة من وضع الزنادقة.

اسرائیلیات کے بارے میں امام شوکانی کا موقف

امام شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسرائیلیات بالکل نہیں ہیں۔ اگر کہیں مذکور بھی ہیں تو تنقید کی غرض سے ذکر کی گئی ہیں۔ امام صاحب نے اسرائیلیات پر سارے مفسرین سے زیادہ نقد کیا ہے۔ جب بھی کوئی موقع ملتا ہے اپنی تلخ وتیکھی تنقید کا نشانہ ضرور بنا لیتے ہیں۔

سورۂ بقرۃ کی آیت ۱۰۲ میں ہاروت وماروت کا قصہ مذکور ہے۔ امام شوکانی وہاں فرماتے ہیں کہ ان ساری تفصیلات کا مرجع بنی اسرائیل ہیں، اس لئے کہ اس کے بارے میں کوئی بھی حدیث مرفوع متصل السند مذکور نہیں، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم میں جتنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکور ہے اس پر ایمان و یقین رکھیں اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

سورۂ بقرۃ کی آیت ۲۴۸ "إن آیة ملکه أن یأتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم وبقیة مما ترک آل موسیٰ و آل هارون."

امام شوکانی فرماتے ہیں: "سکینة" فعیلة کے وزن پر ہے اور سکون و وقار اور طمانیت سے ماخوذ ہے، یعنی طالوت کے معاملہ میں جو تم نے اختلاف کیا تھا اس چیز میں تمہارے دل کے سکون کا سبب موجود ہے۔

اس بیان کے بعد "سکینہ" کے بارے میں کئی روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ ساری متناقض و متضاد باتیں شاید ان علماء کو یہودیوں کی جانب سے ملی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و خوار کرے اور یہ سب انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ تلاعب و تمسخر اور تشکیک کی غرض سے انھوں نے گڑھ کر بیان کیا تھا، اسی لئے کبھی "حیوان" بتاتے ہیں اور کبھی "جماد" کہتے ہیں اور کبھی کوئی ایسی چیز بیان کرتے ہیں جو عقل میں آنے والی ہی نہیں۔ مثلاً مجاہد کا قول کہ سکینہ ایک ہوا تھی، جس کا چہرہ بلی کی طرح تھا اور دو پر اسے لگے ہوئے تھے اور اس کی دم بھی بلی کی طرح تھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل سے منقول تمام چیزیں باہم متضاد، متناقض اور عقل و فہم میں نہ آنے والی ہوتی ہیں۔ اس طرح کی مرویات نبی ﷺ سے ہرگز ہرگز نہیں آسکتیں۔

سورۂ اعراف کی آیت ۱۴۵ "وکتبنا له في الألواح من کل شيء."

اس آیت میں "الواح" کے بارے میں کئی روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سعید بن جبیر پر رحم کرے، ان کو اپنی طرف سے اس قسم کی باتیں بیان کرنے سے کیا ملا؟ ان کے جیسا عالم رائے اور ظن و تخمین سے کوئی بات نہیں کہتا۔ غالب گمان یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کے بارے میں علماء سلف یہودیوں سے پوچھا کرتے تھے اور وہ ہر شخص کا جواب الگ الگ باتوں سے دیتے تھے۔ کوئی کہتا کہ "الواح" لکڑی کی تھیں۔ کوئی یاقوت کی، کوئی زمرد کی، کوئی کہتا اولہ (برد) کی، کوئی کہتا پتھر کی۔

ہمیں چاہئے کہ قرآن کریم میں جس طرح آیا ہے اسی پر ایمان و یقین رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کہیں جس کے لئے دلیل وارد نہ ہوئی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ نمل آیت ۱۸و۲۰ "حتیٰ اذا أتوا علی واد النمل قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لایشعرون. اور مالی لا أری الهدهد أم کان من الغائبین.

اس کی تفسیر میں امام شوکانی فرماتے ہیں: ابن أبی حاتم نے حسن سے بیان کیا ہے کہ ''ہدہد'' کا نام ''سلیمان عنبر'' تھا۔ اس کا علم حسن کو کہاں سے ہوا؟

اسی طرح ابن عساکر نے حسن ہی سے بیان کیا ہے کہ اس چیونٹی کا نام ''حرس'' تھا۔ یہ ''بنوالشیصان'' قبیلہ سے تھی۔ لنگڑی تھی، اس کا قد بھیڑیا کے برابر تھا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بہت متقی اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ جھوٹی بات نقل کرنے میں بڑی احتیاط اور پرہیز سے کام لیتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ نبی ﷺ سے اس کے بارے میں کوئی صحیح بات ثابت نہیں اور حضرت حسن کا حضرت سلیمان علیہ السلام یا ان کے ساتھیوں تک کوئی متصل سلسلۂ سند بھی نہیں، اس لئے یہ ساری باتیں اہل کتاب سے ماخوذ ہیں اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ نہ ہم ان کی تصدیق کریں نہ تکذیب کریں۔

اگر کوئی شخص "حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج" سے رخصت کا استدلال کرتا ہے تو اسے یقینی طور پر جان لینا چاہئے کہ یہ رخصت قرآن کریم کی تفسیر کے لئے ہرگز ہرگز نہیں، بلکہ ان کے اندر جو واقعات رونما ہوئے تھے یہ اجازت ان کے لئے ہے۔

اس بیان سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ احادیث ضعیفہ اور اسرائیلیات کے لئے امام شوکانی کا عمل ایک پختہ جانکار نقاد کا ہے۔ انھوں نے کلام اللہ کی تفسیر کے لئے اہل کتاب کے بیان کردہ واقعات کو نقل کرنا مباح قرار نہیں دیا، گویا اسرائیلیات کے باب میں امام شوکانی کا موقف امام ابن کثیر سے کہیں زیادہ سخت ہے، حالانکہ ابن کثیر کی تفسیر سلف کی تفاسیر میں سب سے بہتر مانی جاتی ہے۔

تقلید اور مقلدین کے بارے میں امام شوکانی کا موقف

یہ وہ عظیم مبحث ہے جس کے لئے امام شوکانی نے اپنی بہت سی تالیفات خاص کردی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ تفسیر میں بھی جب کبھی کسی آیت کی تفسیر کے دوران موقع ملتا ہے تو مقلدین کی درگت بنانے لگتے ہیں اور اس کو گزشتہ امتوں کے آباء واجداد کی تقلید کے مشابہ قرار دے کر سخت مذمت کرتے ہیں۔

تقلید کے جواز کا استدلال کرنے والے لوگوں نے سورۂ انبیاء کی آیت "فاسئلوا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" سے استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آدمی اپنے سے زیادہ جاننے والے سے پوچھ لے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ ایک مخصوص سوال کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ مسئلہ زیر بحث اس سے بالکل خارج ہے۔ امام ابن جریر طبری، امام بغوی اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ جب مشرکین نے انسان (بشر) کے رسول ہونے کا انکار کیا تو یہ آیت ان کی تردید میں نازل ہوئی۔ امام سیوطی نے درمنثور میں اس پر مکمل بحث کی ہے۔ یہی معنی سیاق سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما أرسلنا قبلك الا رجالاً نوحي اليهم فاسئلوا أهل الذكر ان كنتم لا تعلمون.

اور اگر بالفرض عام سوال مراد لیا جائے تو اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ذکر والوں سے پوچھو اور ذکر سے مراد "کتاب اللہ" اور "سنت رسول" کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کا کوئی مخالف نہ ہوگا، اس لئے کہ شریعت مطہرہ یا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگی، یعنی قرآن مجید یا رسول اکرم ﷺ کی جانب سے یعنی سنت مطہرہ، کوئی تیسری چیز نہیں ہوسکتی۔ جب لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اہل قرآن وسنت سے پوچھو تو ان کا جواب "قال الله كذا" اور "قال الرسول كذا" کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا اور اسی پر سائل کو عمل کرنا ہے۔ اس طرح یہ آیت خود مقلدین کے خلاف دلیل ہے۔ ان کے موافق دلیل نہیں بن سکتی، اس لئے کہ مقلد نے اس آیت سے "اقوال رجال کے بارے میں بغیر دلیل طلب کئے پوچھنا اور عمل کرنا" مراد لیا ہے، اس لئے کہ تقلید کی تعریف میں یہی بات کہی گئی ہے "قبول قول الغير من دون مطالبة بحجة" اس لئے کہ مقلد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابت نہیں پوچھتا بلکہ اپنے امام کا مذہب پوچھتا ہے۔

اس بیان سے امام شوکانی کی شخصیت کی عظمت، ان کی آزادئ فکر، ذکاوت اور تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ ان کا وجود ایسے زمانہ میں ہوا تھا جب ہر چہار جانب مدارس اسلامیہ میں امام کے مذہب سے خروج کو ضلالت وگمراہی کے عمیق غار میں گرنا اور ہلاکت و بربادی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ اب اس کے بعد عقیدہ صحیح سالم رہ ہی نہیں سکتا۔ اس اخلاقی گراوٹ اور عقیدہ کے بگاڑ کے وقت امام شوکانی جیسے مصلح ومجدد اصلاح امت اور تجدید دین کے لئے سامنے آئے۔

سورۂ انبیاء آیت ۵۳ " قالوا وجدنا آباء نا لها عابدين " کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہی جواب ہر عاجز کا سہارا ہے۔ ہر ڈوبنے والا اسی تنکے کا سہارا لیتا ہے، یعنی "آباء واجداد کی تقلید" کا سہارا، یعنی انھوں نے کہا کہ ان کی پرستش کرتے ہوئے ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا ہے۔ انہی کی اقتدا کرتے ہوئے ہم بھی انہی کی پوجا کرتے ہیں۔ یہی جواب اس ملت اسلامیہ کے تقلید پرست بھی دیتے ہیں۔ جب بھی کوئی کتاب وسنت کا عالم محض بے دلیل رائے پر عمل کرنے کے لئے نکیر وارد کرتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہی ہمارے امام نے فرمایا ہے۔ اسی امام کی تقلید کرتے ہوئے اور اسی کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا ہے۔ ایسے لوگوں کا وہی جواب ہوگا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا تھا: لقد كنتم أنتم و آباؤكم في ضلال مبين.

امام شوکانی ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

شیطان نے انھیں ایک سہارا دے دیا ہے۔ جب بھی کسی کتاب وسنت کی طرف بلانے والے کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "جس امام کی ہم نے تقلید اور پیروی کی ہے وہ تم سے زیادہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا جاننے والا تھا" اس لئے کہ وہ اپنے ائمہ کو تقدم زمانی اور کثرت متبعین کی بنا پر بہت باعظمت خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان سے عظیم تر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، حالانکہ ان کی یہ بات یہ کہہ کر ان کے منھ پر ماردی جاتی ہے کہ تابعین عظام ان سے زیادہ قدر ومنزلت کے حامل تھے۔ ان ائمہ سے ان کا زمانہ بھی پہلے کا ہے، اس لئے پہلے ان کی اقتدا ہونی چاہئے۔ اگر یہ بات تسلیم نہیں کرتے تو کم از کم یہ دیکھو کہ صحابہ کرام رضوان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہم اجمعین تمہارے امام سے زیادہ قدر و منزلت اور علم و فضل کے حامل تھے، لہٰذا ان کی اتباع کرو اور اگر یہ بھی نہیں تسلیم ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے اور ہمارے سب کے نبی اور رسول ہیں، ان کی مانو اور تسلیم کرو۔ یہ دیکھو! دواوین سنت موجود ہیں جنہیں امت نے قرناً بعد قرنٍ صدہا سال سے صحیح تسلیم کیا ہے اور یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمہارے خالق و مالک کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے، جس میں کوئی رد و بدل، زیادتی و کمی، تحریف و تصحیف نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ ہم تم اس کے الفاظ اور اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ آؤ اسی چشمہ شیریں سے اپنی تشنگی بجھائیں تو وہ زبان حال اور زبان قال سے کہتے نظر آئیں گے: ''**لا سمع ولا طاعة فی ذلک**.''

اب اگر سوچ و سمجھ کی کچھ بھی صلاحیت ہے تو غور کرو، اگر کچھ بھی حیا ہے تو شرم کرو اور کچھ بھی خیر باقی ہے تو انصاف سے کام لو۔ کیا یہی بات درست ہے جو تم اپنی زبان سے نکال رہے ہو؟ **ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم**.

کل مجتهد مصیب

اوپر کے اقتباسات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اہل الرائے اور مقلدین کے لئے شمشیر براں تھے۔ جہاں کوئی ذرا سا موقع ملتا انہیں لتھیڑنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح اہل الرائے کا ایک خود ساختہ ڈھکوسلا بازی کا اصول ہے: ''**کل مجتهد مصیب**''.

امام شوکانی کا درج ذیل بیان اگر ذہن و دماغ کی گرہیں کھول کر اور تعصب کی عینک اتار کر پڑھا جائے تو یقینی طور پر اہل الرائے کو راہ ہدایت مل سکتی ہے۔ سورۂ انبیاء میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا واقعہ مذکور ہے، جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کا فیصلہ سن کر اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور حضرت سلیمان کا فیصلہ نافذ کر دیا۔ یہاں صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر خدا ترس عالم دین کے لئے ضروری ہے کہ وہ حق کے سامنے جھک جائے اور خطا کو تسلیم کر لے۔ ضد اور ہٹ دھرمی اور ناحق پر اٹل رہنا اسلامیت اور عبدیت بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ سورۂ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وداؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم و کنا لحکمهم شاهدین ففهمناها سلیمان و کلا آتینا حکما و علما... الآیة.

(الأنبیاء: ۷۸، ۷۹)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان آیتوں کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے فیصلہ میں کہا تھا کہ کھیتی والا ساری بکریاں لے لے، کیونکہ کھیتی کا نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ حضرت سلیمان نے جو فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ کھیتی والا بکریاں لے جائے اور ان سے ہر طرح کا فائدہ اٹھائے اور بکریوں کا مالک کھیتی کا کام دیکھے، جب کھیتی اس طرح تیار ہو جائے جس طرح بکریوں کے چرنے سے پہلے تھی، تو کھیتی کا مالک بکریاں واپس کر دے اور اپنی کھیتی لے لے اور بکریوں کا مالک اپنی بکریاں لے لے۔

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے بہت سے لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے (کل مجتھد مصیب) بلاشبہ یہ آیت مخطی کے گنہگار نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، لیکن ہر مجتہد کے مصیب ہونے پر نہ تو یہ آیت دلالت کرتی ہے اور نہ کوئی دوسری آیت، بلکہ اس کے برخلاف متفق علیہ صحیح حدیث میں تو یہ صراحت ہے کہ حاکم اگر اپنے اجتہاد میں مصیب ہوتا ہے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد میں خطا کر جاتا ہے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ یہاں اس حدیث میں نبی ﷺ نے ایک مجتہد کو مخطی کہا ہے، پھر کیسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہے اور وہ مصیب ہے۔

(۱) اس لئے کہ کسی ایک چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ایک ہی ہوگا۔ مجتہدین کے اختلاف کی وجہ سے اس کا فیصلہ مختلف نہیں ہو سکتا، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مجتہدوں کے اجتہاد پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ اس لازم کو ہر شخص باطل کہے گا، لہٰذا ملزوم بھی اسی طرح باطل ہے۔

(۲) نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہر مجتہد مصیب ہے تو یہ لازم آئے گا کہ وہ چیز جس کی حلت وحرمت کے بارے میں مجتہدوں کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے، اللہ کے فیصلہ کے مطابق بھی وہ چیز حلال اور حرام دونوں ہو۔ یہ لازم متفقہ طور پر باطل ہے، لہٰذا ملزوم بھی باطل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) نیز یہ بھی لازم آئے گا کہ ایک ہی واقعہ کے بارے میں جب جب کسی مجتہد کا اجتہاد نیا فیصلہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی اس کے اجتہاد کے بعد نیا ہوا کرتا ہے اور اس طرح اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک مجتہدین کا پیدا ہونا بند نہیں ہو جاتا۔ یہ لازم باطل ہے، لہٰذا ملزوم بھی باطل ہے۔

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت ہماری کتاب ''القول المفید'' اور ''أدب الطلب'' میں ملے گی۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ہماری شریعت میں اس طرح کے واقعہ کے بارے میں جس کا فیصلہ حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام نے کیا تھا، کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ براء کی حدیث میں نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنی امت کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ مویشی والوں کے لئے مویشی کی نگرانی وحفاظت کی ذمہ داری رات کو ہے اور کھیتی والوں کے اوپر دن میں کھیتی کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ اگر رات کے وقت مویشی کچھ نقصان پہنچا دیتے ہیں تو اس کا تاوان مویشی والوں کو دینا پڑے گا، خواہ قیمت دیں یا وہی جنس ادا کریں جس کا نقصان ہوا ہے۔

امام شوکانی کی تفسیر پر بعض اعتراضات

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر بعض اعتراضات بھی کئے گئے ہیں، مگر ان سے تفسیر کی قدر ومنزلت میں کمی نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں۔ ہر ایک کی بات لائق اخذ ورد ہے، سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے قول کے۔

(۱) امام صاحب کی تفسیر پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ کبھی کبھی ان پر نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے تو کسی آیت کی تفسیر کچھ اس طرح کر دیتے ہیں جو پہلے کی تفسیر کے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے سورۃ الفجر آیت ۲۲ ''وجاء ربک والملک صفا صفا'' میں مجیء کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مجیء'' سے مراد ''اللہ کے فیصلہ اور حکم کا آنا اور اس کی نشانیوں کا ظہور ہے۔'' بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس دن لوگوں کے شکوک وشبہات ختم ہو جائیں گے، علوم و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معارف کا ظہور ہوگا اور ساری چیزیں بدیہی معلوم ہوں گی، جیسے کسی چیز کے آنے کے بعد ہر طرح کا شک وشبہ دور ہوجاتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد "اللہ کے غلبہ و اقتدار کا آنا اور امر و انتظام میں اس کا تنہا ہونا ہے۔"

یہاں امام شوکانی نے صفت "مجیء" کی تاویل کی ہے، جبکہ سورۂ بقرۃ آیت ۲۱۰ "هل ينظرون الا أن يأتيهم الله في ظلل من الغمام والملئكة." کی تفسیر میں روایتیں ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أخرج ابن جرير و ابن المنذر وابن أبي حاتم و أبوالشيخ في العظمة عن ابن عمر في هذه الآية قال يهبط حين يهبط وبينه وبين خلقه سبعون ألف حجاب منها النور والظلمة والماء فيصوت الماء في تلك الظلمة صوتا تنخلع له القلوب.

ایک دوسری روایت میں عبدالله بن مسعود عن النبی ﷺ میں مذکور ہے:

يجمع اللّٰه الأولين والآخرين لميقات يوم معلوم قياماً شاخصة أبصارهم إلى السماء ينتظرون فصل القضاء وينزل اللّٰه في ظلل من الغمام من العرش إلى الكرسي.

تیسری روایت میں ابن عباس سے مروی ہے:

يأتي الله يوم القيامة في ظلل من السحاب.

اس طرح دو مختلف تفسیریں ہوگئیں، اس لئے کہ ان جگہوں میں صفت مجی کے بارے میں کئی روایتیں بیان کر کے سکوت اختیار کیا اور سورۃ الفجر میں اس کے خلاف کیا ہے۔

(۲) بعض منکر احادیث کی تخریج کرتے ہیں اور اس کی نکارت کا اظہار نہیں کرتے، اگرچہ اس کا التزام انھوں نے اپنے مقدمہ میں نہیں کیا ہے، لیکن اس طرح کی واضح نکارت والی حدیثیں ان کی تفسیر کے لائق نہ تھیں۔

سورۃ البقرہ آیت ۲۲ "الذی جعل لكم الأرض فراشاً والسماء بناء و أنزل من السماء ماءاً فأخرج به من الثمرات رزقا لكم... الآية."

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کی تفسیر میں مطلب بن حنطب سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

ان النبی ﷺ قال مامن ساعة فی لیل ولا نہار الا والسماء تمطر فیہا یصرفه الله حیث یشاء.

یہ حدیث منکر ہے۔امام شوکانی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔اس کی نکارت یہ ہے کہ مطلب نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت ۳۰ کی تفسیر میں عبدالرزاق وغیرہ کے حوالہ سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے:

"إنی أعلم مالا تعلمون" قال علم من ابلیس المعصیة وخلقه لہا.

یہ قول ذکر کر کے امام شوکانی خاموشی سے گزر گئے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون.

ابلیس بھی تمام مخلوق میں شامل ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، معصیت کے لئے نہیں، اس لئے مجاہد کا بیان کردہ قول ضعیف، اس کے معنی باطل اور قرآن حکیم کے مخالف ہیں۔

سورۃ المائدۃ آیت ۵۵ "**انما ولیکم الله ورسوله... الآیة**" کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس سے ایک روایت مختلف حوالوں سے نقل کی ہے:

تصدق علی بخاتم وهو راکع فقال النبی ﷺ للسائل من أعطاک هذا الخاتم قال ذلک الراکع فأنزل الله فی "انما ولیکم الله ورسوله... الآیة".

اس حدیث کو ذکر کر کے امام شوکانی خاموشی سے گزر گئے ہیں۔اس کے ضعف پر متنبہ نہیں کیا۔اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو نماز کی حالت بلکہ نماز کے ایک رکن رکوع کی حالت میں صدقہ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہوتا اور مومنوں کو یہ حکم ہوتا کہ نماز کے اندر رکوع کی حالت میں صدقہ کیا کرو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک زیادہ محبوب ہو جاؤ گے۔

(۳) امام شوکانی پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے بہت سی حدیثوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے، جو باہم متعارض معلوم ہوتی ہیں۔امام صاحب نے نہ تو ان پر تنقید کی، نہ ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توافق وتطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی اور نہ تصحیح کی ہے۔

(۴) امام شوکانی پر چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انھوں نے بعض اہم جگہوں پر بڑے اختصار سے کام لیا ہے، حالانکہ وہاں مقام کا تقاضا تفصیل کا تھا۔حق بات بیان کر کے مخالف کا اس طرح رد بیان کرتے کہ وہ قانع ہو کر حق بات کو تسلیم کر لیتا۔اس کے برخلاف دوسری جگہوں پر انھوں نے تفصیل سے کام لیا ہے۔

خلاصۂ کلام

۱- امام شوکانی کی تفسیر ''فتح القدیر'' سلفی تفسیر ہے، البتہ بعض صفات جن کے لئے انہیں سنت صحیحہ سے کوئی دلیل نہیں مل سکی وہاں انھوں نے تاویل سے کام لیا ہے۔ بقیہ ساری صفات کو سلف صالحین کے منہج کے مطابق بلا تمثیل وتکییف وتاویل درست مانا ہے۔

(۲) امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں آیت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لئے احادیث مرفوعہ، آثار، قرأت صحیحہ وشاذہ اور لغت عرب اور اس کے مقتضیات سب پر اعتماد کیا ہے۔

(۳) تفسیر میں آیات کی کتابت مدینہ منورہ کے قاری قالون عن نافع کی قرأۃ پر کیا ہے۔

(۴) امام شوکانی اس امت کے مقلدین کو اہل جاہلیت سے مشابہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ تقلید کی کوئی دلیل نہیں۔

(۵) تفسیر شوکانی بڑی مختصر مگر جامع اور بہت حسین تفسیر ہے، اس لئے کہ وہ ہزاروں احادیث وآثار، لغوی شواہد، فقہی احکام واستنباطات پر مشتمل ہے۔ساتھ ہی ساتھ اس میں حسن تنسیق اور جمال ترتیب بھی موجود ہے۔

(۶) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ صحیحین کی روایتوں کو دوسری حدیث کی کتابوں کی روایتوں پر مقدم رکھتے ہیں۔

(۷) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے دسیوں مصادر ومراجع سے براہ راست استفادہ کیا ہے، وہ ہر کتاب سے اپنے فائدہ کی چیز اخذ کر لیتے تھے، خواہ اس کا مؤلف اہل سنت والجماعۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہو یا نہ ہو۔ جو حق وصواب دیکھتے اس کی حمایت کرتے اور جس کو وہ ناحق سمجھتے اس پر نقد وجرح کرتے ہیں۔

(۸) امام شوکانی نے اپنی تفسیر میں معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ کی خوب تردید کی ہے۔تقلید کو ناجائز اور اس امت کے لئے سب سے بڑا المیہ اور سب سے بڑی مصیبت قرار دیا ہے۔

(۹) تفسیر رمزی واشاری سے انھوں نے اپنی تفسیر کو پاک رکھا ہے، جو باطنیہ اور صوفیہ کے یہاں مروّج ہے۔بعض جگہوں پر مختصراً ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے۔ جیسے سورۃ النور کی آیت ۳۵ "اللّٰہ نور السماوات والأرض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کأنھا کوکب دری... الآیۃ" وغیرہ۔

(۱۰) اسرائیلیات سے اپنی تفسیر کو پاک رکھا ہے اور اس سلسلے میں ان کی تفسیر دیگر تمام تفسیروں سے افضل ہے۔اگر کہیں ذکر بھی کیا ہے تو تنقید کی غرض سے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بیضاوی
طریقۂ تدریس واستفادہ

مولانا شریف اللہ سلفی
پرنسپل، جامعہ عالیہ عربیہ، مئو (یوپی)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جو قیامت تک نوع انسانی کی ہدایت ورہنمائی کے لیے کافی ہے۔

ان هذا القرآن يهدی للتی هی أقوم (الاسراء: ۹)

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔''

چونکہ قرآن کریم خالص عربی زبان میں ہے اور علوم ومعانی کا مخزن ہے، اس لیے نزول قرآن کے آغاز ہی سے اس کی تفسیر کی ضرورت پڑی۔ رسول اکرم ﷺ اپنی زندگی میں اس کی تفسیر وتوضیح فرماتے رہتے تھے اور صحابہ کرام اسے محفوظ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا صحیفہ ''صادقہ'' تفسیر قرآن کا پہلا نمونہ ہے۔ اس صحیفے کی خصوصیت واضح کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص خود فرماتے ہیں:

هذه الصادقة فيها اسمعته من رسول الله ﷺ ليس بينی و بينه فيها أحد.

(الطبقات الكبرى لابن سعد)

مرور ایام کے ساتھ ساتھ تفسیر کی ضرورت بڑھتی گئی اور تفسیر کی کتابیں وجود پذیر ہوتی رہیں اور آج بھی یہ مبارک کام ہوتا ہے، دنیا کے وجود تک ہوتا رہے گا، انشاء اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کے ماخذ

امام زرکشی نے البرھان فی علوم القرآن میں لکھا ہے کہ یوں تو تفسیر کے کئی ماخذ ہیں، لیکن ان میں پانچ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

(۱) قرآن کی تفسیر قرآن سے۔

(۲) نبی اکرم ﷺ سے منقول تمام احادیث جو صحیح ہوں، مرفوع ہوں، موضوع اور ضعیف نہ ہوں۔

(۳) صحابی کی تفسیر جو حکماً مرفوع ہو۔

(۴) لغات عرب سے۔

(۵) وہ تفسیر جو کلام کے اقتضا اور شریعت کے مطابق ہو اور جو تفسیر قیاس، رائے اور بلاٹھوس بنیاد کے استنباط پر ہو وہ قابل عمل نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی سخت نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار. (ابوداؤد)

”جس نے قرآن میں بغیر علم کے کوئی بات کہی، وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔“

نیز فرمایا:

من تکلم فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطأ. (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

”جس کسی نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اور وہ بات درست نکلی پھر بھی وہ خطاکار ہے۔“

اقسام کتب تفسیر

تفسیر کی جو کتابیں پائی جاتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ کتابیں جن کا شمار تفسیر بالماثور میں ہوتا ہے، یعنی وہ مفسرین جنھوں نے اپنی کتابوں میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو یا حدیث سے ہو یا صحابہ یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعین سے منقول ہو، جس سے قرآن میں اللہ کی مراد واضح ہو جائے۔

(۲) وہ کتابیں جو تفسیر بالرائے کی قبیل سے ہیں۔

رائے کا اطلاق اعتقاد، اجتہاد اور قیاس پر ہوتا ہے، مگر اس جگہ رائے سے مراد اجتہاد ہے۔ اس وجہ سے تفسیر بالرائے کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علمائے اسلام کے دو اقوال پائے جاتے ہیں:

(۱) تفسیر بالرائے جائز ہے۔ جب مفسر تفسیر کے شروط و آداب کا حامل ہو اس کی تفسیر کتاب و سنت اور کلام عرب کے موافق ہو، تو یہ تفسیر جائز ہے۔ قاضی بیضاوی کی تفسیر ''انوار التنزیل والاسرار التاویل اسی قبیل سے ہے۔

(۲) تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے۔ جب مفسر تفسیر کے شروط و آداب کا حامل نہ ہو اور اس کی تفسیر کتاب و سنت اور کلام عرب کے مخالف ہو تو یہ تفسیر جائز نہیں ہے۔ جو حضرات عدم جواز کے قائل ہیں، ان کی مراد اسی قبیل کی تفسیر سے ہے۔

مصنف کتاب کا تعارف

آپ کا نام عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی ہے۔ کنیت ابوالخیر اور لقب ناصر الدین ہے۔ ملک شیراز میں بیضاء نامی گاؤں کے باشندہ تھے۔ اسی کی طرف منسوب کر کے شیرازی اور بیضاوی کہا جاتا ہے، چونکہ آپ شیراز کے قاضی القضاۃ تھے، اس لیے آپ قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے بارے میں تاریخ خاموش ہے، البتہ وفات کے بارے میں دو مشہور قول آتا ہے:

(۱) علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں تاریخ وفات ۶۹۱ھ لکھی ہے، جبکہ علامہ ابن کثیر وغیرہ کا کہنا ہے ۶۵۸ھ ہے۔

آپ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ اسنوی طبقات شافعیہ میں تحریر کرتے ہیں:

كان عالما بعلوم كثيرة صالحاً خيراً صنّف التصانيف المشهورة في أنواع العلوم. (مفتاح السعادة بحواله تذكرة المصنّفين/۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ بہت بڑے عالم، زاہد اور صوفی تھے۔ مسلکاً شافعی تھے، مگر متعصب اور متشدد نہیں تھے۔ بہت سی مشہور مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔''

ابن قاضی شھبہ طبقات میں لکھتے ہیں:

صاحب المصنفات و عالم آذربیجان و شیخ تلک الناحیة ولي قضاء شیراز. (التفسیر والمفسرون، ۱/۲۹۷)

''(قاضی بیضاوی) مصنف آذربائیجان اور اطراف کے عالم، شیخ اور شیراز کے قاضی تھے۔''

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

کان إماما مبرزا، نظارا، صالحا، متعبدا. (فتح المنان/ ۲۰۵)

''قاضی بیضاوی صالح عبادت گزار اور صاحب فہم وفراست، دانا اور بے مثل امام تھے۔''

وقال ابن حبیب: تکلم کل من الائمة بالثناء علی مصنفاته ولو لم یکن له غیر المنهاج الوجیز لفظه المحرر لکفاه. (التفسیر و المفسرون ۱/۲۹۷)

''ائمہ عظام میں سے ہر ایک نے (قاضی بیضاوی کی) تصانیف کی تعریف کی ہے۔ اگر ان کی صرف ایک ہی تصنیف المنہاج الوجیز رہتی تو بھی ان کو دنیا میں زندہ رکھنے اور آخرت کی کامیابی کے لیے کافی ہوتی۔''

علامہ تاج الدین سبکی طبقات کبری میں لکھتے ہیں:

''آپ ملک شیراز میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے۔ کسی وجہ سے معزول کر دیے گئے۔ وہاں سے آپ تبریز آئے اور ایک عالم دین کی مجلس میں بالکل پیچھے بیٹھ گئے۔ اس مجلس کی صدارت وزیر موصوف فرما رہے تھے۔ اثناء درس مدرس نے ایک نکتہ بیان کیا اور طلبہ سے اسے حل کر کے جواب کے لیے کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر نکتہ اور اس کا جواب دونوں نہ ہو سکیں تو صرف نکتہ ہی کا اعادہ کر دو۔ اتنا سنتے ہی قاضی صاحب نے جواب دینا شروع کر دیا۔ استاد نے ٹوکا اور کہا: پہلے نکتہ حل کر لو، پھر اس کا جواب دو۔ اس پر آپ نے بعینہ نکتہ کا اعادہ کیا، اس کو حل کیا اور مسکت جواب سے نوازا اور پھر نکتہ کے اندر ترتیب میں جو نقص تھا اسے اجاگر کیا اور مکمل و مسکت جواب دینے کے بعد ایک نکتہ مدرس کے سامنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ دیا اور اس کا جواب طلب کیا۔ مدرس لاجواب رہے۔ وزیر موصوف نے یہ منظر دیکھ کر قاضی بیضاوی کو اپنے پاس بلایا، خلعت شاہی سے نوازا۔ آنے کا مقصد پوچھا اور پھر آپ کی خواہش کے مطابق شیراز میں منصب قضا پر مامور کر دیا۔''

ایک قول یہ ہے کہ قاضی صاحب وزیر کے یہاں رہنے لگے اور زمانہ دراز تک رہے، مگر دلی خواہش تھی کہ قاضی القضاۃ بنوں، اسی لیے شیخ محمد بن محمد کتائی سے عہدۂ قضا کے لیے سفارش کرائی۔ شیخ نے وزیر سے اس انداز میں سفارش کی کہ یہ بیضاوی عالم فاضل آدمی ہیں، تمہارے ساتھ شریک جہنم ہونا چاہتے ہیں، یعنی عہدۂ قضا کے طالب ہیں۔ قاضی صاحب شیخ صاحب کے اس انداز سے بہت متاثر ہوئے اور صرف عہدۂ قضا ہی نہیں بلکہ تمام دنیاوی مناصب ترک کر کے شیخ کی خدمت میں لگے رہے اور بقول بعض یہ تفسیر بھی انھیں کے کہنے سے تحریر کی اور انتقال کے بعد ان کے پہلو میں مدفون بھی ہوئے۔ (کشف الظنون، ج۱/۱۶۲، مطبع ''العالم'' ۱۳۱۰ھ)

مشہور تصانیف

المنهاج و شرحه (فی اصول الفقه)، کتاب الطوالع فی اصول الدین، انوار التنزیل واسرار التاویل فی التفسیر. یہ تین ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ حدیث میں ''شرح مصابیح'' کافیہ ابن حاجب کی شرح، مختصر کشاف وغیرہ آپ کی اچھی تصانیف ہیں۔

تفسیر بیضاوی

تفسیر کی وہ کتابیں جو تفسیر بالرائے جائز کی قبیل سے ہیں، ان میں تفسیر بیضاوی بہت اہم کتاب ہے۔ اسے اہل فن نے تفسیر کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور ایک مفسر جو کلام اللہ کے اسرار و رموز اور اس کے معانی و مطالب سمجھنا چاہتا ہے وہ اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے اور فضیلت فی الشریعۃ الاسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے، چونکہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات ہی کا درس ہوتا ہے، اس لیے پوری تفسیر چند ہی مدارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پائی جاتی ہے۔ تلاش کے بعد جو نسخہ مجھے دستیاب ہوسکا ہے، وہ مطبع مجتبائی دہلی کا ہے۔ یہ تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ پر مشتمل ہے۔ یہی نسخہ ہر جگہ دستیاب ہے اور مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اسے کئی مطبع والوں نے اپنے اپنے حساب سے چھاپا ہے۔ اس میں کل ۱۷۹ صفحات ہیں۔ اس کی دوسری جلد سورہ آل عمران سے سورہ کہف تک ہے۔ اس میں کل ۳۶۶ صفحات ہیں اور تیسری جلد سورہ مریم سے سورہ الناس تک ہے۔ اس میں کل ۴۴۵ صفحات ہیں۔ یہ ۱۳۲۶ھ میں چھپی ہے۔

تفسیر کا منہج

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر بیضاوی میں عربی زبان کے قواعد کی روشنی میں تفسیر و تاویل دونوں کو یکجا کر دیا ہے اور اہل سنت والجماعت کے اصول وعقائد کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور معتزلہ و دیگر فرق ضالہ کے اصول وعقائد سے اجتناب کیا ہے۔

قاضی صاحب نے خود مقدمہ میں یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے یہ تفسیر کیوں اور کیسے لکھی؟ اس میں کیا کیا بیان کیا ہے اور کہاں کہاں سے اخذ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ولطالما احدث نفسي بأن اصنف في هذا الفن – يعني التفسير – كتابا يحتوى على صفوة ما بلغني من عظماء الصحابة وعلماء التابعين ومن دونهم من السلف الصالحين وينطوى على نكت بارعة ولطائف وائقة استنبطتها أنا ومن قبلي من أفاضل المتاخرين واماثل المحققين ويعرب عن وجوه القرأت المشهورة المعزية إلى الائمة الثمانية المشهورين والشواذة المروية عن القراء المعتبرين إلا ان قصور بضاعتي يثبطني عن الإقدام ويمنعني عن الانتصاب في هذا المقام حتى سنح لي بعد الإستخارة ماصمم به عز على الشروع فيما أردته والإتيان لما قصدته ناويا أن أسميه بعد أن أتممه بانوار التنزيل وأسرار التاويل.

(تفسير البيضاوى ۱/۲/۳)

''اور بسا اوقات میرے دل میں یہ بات پیدا ہوتی تھی کہ میں ایک کتاب لکھوں۔ اس فن تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایسی کتاب جو مشتمل ہو خالص ان چیزوں پر جو پہنچیں مجھ کو بڑے بڑے صحابہ سے اور علماء تابعین سے اور ان کے بعد سلف صالحین سے اور ایسی کتاب جو شامل ہو ایسے نکات پر جو فائق ہوں اور ایسے لطائف پر جو خوش کن ہوں کہ جن کو میں نے مستنبط کیا ہے اور مجھ سے پہلے افاضل متاخرین نے اور برگزیدہ محققین نے اور ظاہر کردے وجوہ قرأت کو جو مشہور ہیں اور مشہور ائمہ ثمانیہ کی طرف منسوب ہیں اور قرأت شاذہ کی صورتوں کو بھی ظاہر کردے جو مروی ہیں قراء معتبرین سے۔ (ائمہ ثمانیہ سے مراد ہیں نافع، ابن کثیر، ابوعمر بن عامر بن عاصم، حمزہ، کسائی، یعقوب، حضرمی) مگر میری کم مائیگی نے مجھ کو اس کی طرف اقدام کرنے سے روک دیا اور اس مقام پر قائم ہونے سے منع کیا، یہاں تک کہ استخارہ کے بعد ظاہر ہوگئی میرے لیے وہ چیز جس کی وجہ سے میرا ارادہ پختہ ہوگیا، مراد کے شروع کرنے پر اور اس چیز کے لانے پر جس کا میں نے ارادہ کیا، اس حال میں کہ مکمل کرنے کے بعد اس کا نام 'انوار التنزیل واسرار التاویل' رکھوں۔''

اور کتاب کے اخیر میں لکھا ہے:

وقد اتفق اتمام تعليق سواد هذا الكتاب المنطوى على فرائد فوائد ذوى الالباب المشتمل على خلاصة اقوال اكابر الائمة وصفوة آراء اعلام الائمة في تفسير القرآن وتحقيق معانيه والكشف عن عويصات الفاظه ومعجزات مبانيه مع الايجاز الخالي عن الاخلال والتلخيص العادى عن الاضلال الموسوم بانوار التنزيل واسرار التاويل. (بحواله التفسير والمفسرون ۱/۳۰۲)

''اس کتاب کا مسودہ تیار ہوا جس میں قرآن کی تفصیل سے متعلق اصحاب فہم وذکاء کے علمی نوادرات، ائمہ اکابر کے اقوال کے نچوڑ اور فقہاء عظام کے اقوال کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے، الفاظ قرآن کے معانی کی تحقیق، مشکل الفاظ کی تشریح اور معجزات کا تذکرہ بالاختصار موجود ہے، مگر اس اختصار سے فہم معانی میں خلل نہیں آتا اور نہ معنی مراد کے سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے۔ ہم نے اس کا نام 'انوار التنزیل واسرار التاویل' رکھا ہے۔''

قاضی صاحب نے اپنی تفسیر میں تین چیزوں کو بیان کیا ہے:

(۱) حکمت وکلام (۲) لغت ومعانی وبیان (۳) اشتقاق وحقائق ولطائف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تینوں چیزوں کو تفسیر کی تین اہم کتابوں سے اخذ کیا ہے۔
حکمت وعلم کلام کو امام رازی کی تفسیر کبیر سے اخذ کیا ہے اور معانی و بیان ولغت تفسیر کشاف سے ملخص کیا ہے اور اشتقاق وحقائق ولطائف تفسیر راغب سے حاصل کیا ہے اور بعض حکم خود ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہے۔
یوں تو قاضی صاحب کے اپنے دعویٰ کے مطابق ان کی تفسیر مکمل طور پر تفسیر ماثور ہونی چاہیے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ بہت سے مقامات پر اپنے وضع کردہ اصول سے ہٹ گئے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس... الآية. (البقرۃ:۲۷۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الا قياما كقيام المصروع ثم يفسر المس بالجنون ويقول هذا ايضاً من زعمائهم أن الجنى يمس الرجل فيختلط عقله. (التفسير البيضاوى ۱۷۳/۱، مطبع اصح المطابع دهلى)

یہ تفسیر علامہ زمخشری کی تفسیر کی مؤید ہے، اس میں معتزلہ کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔
اسی طرح سے قاضی صاحب امام زمخشری کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سورتوں کے اختتام پر ایسی احادیث نقل کرتے ہیں جو اس سورت کی اہمیت وفضیلت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اس سورت کے پڑھنے والے کے اجر وثواب کو بتلاتی ہیں۔ قاضی صاحب ان احادیث کے بیان کرنے میں احادیث کی اہمیت اور مرتبہ کی رعایت نہیں کرتے ہیں، بلکہ ترغیب اور فضائل اعمال کے باب سے ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی روایت نقل کر دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں کہیں ضعیف بلکہ موضوع احادیث بھی بیان کر جاتے ہیں جو بہر حال آپ کے تفسیری معایب میں سے ہیں۔
ایسے تمام مواقع پر ایک ماہر استاد کا کام یہ ہے کہ ان احادیث کے عیوب ونقائص کو واضح کرے اور احادیث کے مقام ومرتبہ کی تعیین کرے۔
قاضی صاحب اپنی تفسیر میں صحابہ اور تابعین کے آثار بھی نقل کرتے ہیں اور اپنے اخاذ ذہن اور فطری صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر اور عمدہ اسلوب میں بہت سے نکات،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استنباطات اور نفیس لطائف کا بھی ذکر کرتے ہیں، لیکن ان سے استفادہ علماء فحول ہی کر سکتے ہیں۔ عام قاری کو اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ (جبکہ تفسیر میں عام قاری کی بھی رعایت ہونی چاہیے) قاضی صاحب نے قرأت کے بیان کا بھی اہتمام کیا ہے، مگر دعویٰ کے باوجود قرأۃ متواترہ کا التزام نہیں کرسکے اور قرأۃ شاذہ بھی بیان کرجاتے ہیں اور اس کی وضاحت بھی نہیں کرتے ہیں۔

قاضی صاحب نحوی صناعت بھی بیان کرتے ہیں، لیکن اس کا بھی التزام نہیں کرپاتے ہیں۔ قاضی صاحب آیات احکام کی تفسیر کرتے وقت فقہی مسائل بھی بیان کرتے ہیں، لیکن ہر جگہ نہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر جگہوں پر آپ اپنے مذہب کی تائید وتصدیق میں ان مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جیسے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء. (البقرۃ:۲۲۸)

اس آیت میں قروء، قرء کی جمع ہے، جس کا اطلاق حیض اور طہر دونوں پر ہوتا ہے۔ اس جگہ حیض نہیں بلکہ طہر ہی مراد ہے، جیسا کہ امام شافعی کا خیال ہے، اس لیے کہ یہاں پر استبراء رحم مقصود ہے نہ کہ حیض۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر بیضاوی ۱/۱۴۸،۱۴۹، مطبع اصح المطابع دہلی)

قاضی صاحب اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان اختلافی مسائل میں دونوں مذاہب کا تذکرہ کرتے ہیں اور پھر اہل سنت کے مذہب کو دلائل سے راجح کرتے ہیں، جیسے هدی للمتقين الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوٰة ومما رزقنهم ينفقون. (البقرۃ:۲/۳)

اس آیت کی تفسیر میں ایمان، نفاق اور رزق کی تعریف وتشریح میں اہل سنت اور معتزلہ اور خوارج کے مذہب کا تذکرہ کرتے ہیں اور پھر اہل سنت کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: تفسیر بیضاوی ۱/۱۷ تا ۲۰)

قاضی صاحب اسرائیلی روایات کو بہت کم بیان کرتے ہیں اور اگر بیان کرتے ہیں تو اس کے ضعف کو واضح کرتے ہوئے رُوی یا قیل کہہ کر بیان کردیتے ہیں، مگر اس کا التزام نہیں ہے، جیسے فمكث غير بعيد فقال أحطتّ بمالم تحط به وجئتک من سبأ بنبأ يقين. (النحل:۲۲)

''کچھ دیر نہ گزری تھی کہ آکر اس نے کہا کہ میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی نہیں۔ میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔''

اس آیت کی تفسیر کے بعد ایک اسرائیلی روایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سلیمان کے بیت المقدس کی تعمیر کے بعد حج کے ارادہ سے نکلنے کا واقعہ بیان کیا ہے، مگر یہاں روایت پر حکم نہیں لگایا ہے، جبکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (تفصیل دیکھئے: تفسیر بیضاوی ۱۲۲/۳)

قاضی صاحب عالم افلاک، عالم وجود اور علم طبیعات کی آیات کی تفسیر کرتے وقت اس کی تحقیق بھی کرتے رہتے ہیں اور اس کے خلاف قول کو باطل کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، جیسے فاتبعه شهاب ثاقب. (الصافات: ۱۰) اس جگہ شہاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الشهاب مایری کان کوکبا انقض. ''گویا ٹوٹنے والا ستارہ ہے۔'' اس کے برخلاف جو قول آتا ہے اس کو باطل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وما قیل انه بخار یصعد الی الاثیر فیشتعل فتخمین ان صح لم یناف ذلک. (تفصیل دیکھئے: تفسیر بیضاوی ۲۱۷/۳، مطبع مجتبائی)

''شہاب کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھاپ ہے جو آسمان پر چڑھتا اور (رگڑ) سے روشن ہو جاتا ہے، وہ تو محض ظن ہے، لیکن اگر اس قول کو صحیح مان لیں تو بھی پہلے قول کی نفی نہیں ہوتی ہے۔''

قاضی صاحب جب قیل کہہ کر کسی ایک قول کو بیان کرتے ہیں تو وہ قول ضعیف ہوتا ہے، لیکن اگر قیل کہہ کر کئی اقوال نقل کرتے ہیں تو اس میں پہلا قول ان کے نزدیک معتبر ہوتا ہے اور باقی اقوال غیر معتبر ہوتے ہیں اور جس قول کو بیان کرنے میں یہ منفرد ہوں وہ قول بھی دیگر مفسرین کے نزدیک ضعیف ہی ہے۔ بطور مثال یہ چند باتیں پیش کر دی گئی ہیں جو قاضی صاحب کے تفسیری معائب میں شامل ہیں۔

تفسیر بیضاوی فقہاء اسلام کی نظر میں

فقہاء اسلام نے تفسیر بیضاوی کی بہت تعریف کی ہے۔ اس جگہ صرف دو ائمہ کے اقوال پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ ''نواھد الابکار'' کے نام سے لکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس میں تفسیر بیضاوی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان القاضی ناصر الدین البیضاوی لخص هذا الکتاب فاجاد وأتی بکل مستجاد وفاز فیه اماکن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرر مهمات واستدرک تتمات فظهر کانه بسیکة نضار واشتهر اشتهار الشمس فی رائقة النهار وعکف علیه العاکفون ونهج بذکر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقة العارفون فاکب علیه العلماء تدریسا ومطالعة وبادروا الی تلقیه بالقبول رغبة فیه ومسارعة. (بحواله التفسیر والمفسرون ۳۰۱/۲/۱)

''حقیقت میں قاضی ناصر الدین بیضاوی نے بڑی عمدہ تلخیص تیار کی ہے اور بہت اچھی بحثیں کی ہیں۔موضع اعتزال سے دوری اختیار کی ہے، پوشیدہ مکر وفریب کو دور کر دیا ہے۔اہم اہم چیزوں کو حیطۂ تحریر میں لے آئے ہیں اور چھوٹی ہوئی (نفیس بحثوں کا) استدراک کیا ہے۔(ان خوبیوں سے متصف) جب یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی تو ایسا لگتا ہے کہ سونے کا ڈلا ہے اور پھر یہ نصف النہار کی مانند روشن ہو کر مشہور ہوئی۔اس پر لوگوں نے بھرپور توجہ کی۔تعریف کرنے والے اس کے محاسن کے ذکر پر فریفتہ ہو گئے۔علماء عارفین اس کی باریکیوں کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوئے۔علماء نے اس کے درس ومطالعہ پر بھرپور توجہ کی اورا سے مقبول عام بنانے کے لیے رغبت وشوق سے اس پر ٹوٹ پڑے۔''

(۲) اور صاحب کشف الظنون نے تو بہت تعریف کی ہے:

وتفسیره هذا - تفسیر البیضاوی - کتاب عظیم الشان غنی عن البیان لخص فیه من الکشاف مایتعلق بالاعراب والمعانی والبیان، ومن التفسیر الکبیر مایتعلق بالحکمة والکلام ومن تفسیر الراغب مایتعلق بالإشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم الیه ماروی زناد فکره من الوجوه المعقولة فجلارین الشک عن السریرة وزاد فی العلم بسطة وبصیرة.

(کشف الظنون ۱۶۳/۱، مطبع العالم، ۱۳۱۰ھ)

''تفسیر بیضاوی بڑی مہتم بالشان اور تعریف سے بالاتر کتاب ہے، اس میں تفسیر کشاف سے اعراب معانی اور بیان کی تلخیص پیش کی ہے اور تفسیر کبیر سے حکمت وکلام کا نچوڑ بیان کیا ہے اور تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راغب سے اشتقاق، حقائق کی باریکیاں اور لطیف اشارات کا ذکر کیا ہے اور اپنے اخّاذ ذہن اور فکر سے ان معقول اسباب کا تذکرہ کیا ہے جو پوشیدہ تھے، اس وجہ سے شک وشبہ کے بادل چھٹ گئے اور علم وبصیرت میں زیادتی ہوئی۔"

اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ آپ علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے اور تفسیر میں اس کی جھلک بھی صاف دکھائی پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے اشارہ کے محاسن، استعارہ کی خوبیاں اور اسرار ورموز کو بڑی حکمت ودانائی سے پرویا ہے، مگر اس سے استفادہ علماءِ فحول ہی کر سکتے ہیں۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

ثم ان هذا الكتاب رزق من عند الله سبحانه و تعالىٰ بحسن القبول عند جمهور الافاضل والفحول فعكفوا عليه بالدرس والتحشية، فمنهم من علق تعليقه على سورة منه ومنهم من حشى تحشية تامة ومنهم من كتب على بعض مواضع منه. (كشف الظنون، ج ۱/ ۱۶۳، مطبع العالم، ۱۳۱۰ھ)

"یہ کتاب تفسیر بیضاوی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک تحفہ ہے جسے اصحاب علم وفضل نے حسن قبول سے نوازا ہے اور اس پر بھرپور توجہ دی ہے۔ درس وتدریس اور حاشیہ کے بعد کچھ حضرات نے صرف ایک سورت پر تعلیق چڑھائی ہے۔ کچھ حضرات نے مکمل حاشیہ لگایا ہے اور کچھ حضرات نے جستہ جستہ اس کی تفسیر وترجمانی کی ہے۔"

اور پھر اس کے بعد حواشی اور تعلیقات کا تذکرہ کیا ہے۔ تقریباً ۴۰ حواشی کا بیان ہے جس میں مندرج چار حواشی زیادہ مشہور اور نافع ہیں۔ (۱) حاشیہ قاضی زادہ، (۲) حاشیہ شہاب خفاجی، (۳) حاشیہ قونوی، (۴) حاشیہ جلال الدین سیوطی۔

طریقۂ تدریس واستفادہ

جو شخص درس وتدریس سے جڑا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہر مدرس کے درس کا الگ الگ انداز اور طریقہ ہوتا ہے اور وہ اپنے انداز سے درس دیتا ہے اور افادہ واستفادہ کرتا رہتا ہے۔ ویسے میرے خیال سے سب سے بہتر طریقہ تدریس مشق وممارست ہے اور سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر کلاس وہ ہے جس میں طلبہ کی شرکت استاد سے زیادہ ہو، چونکہ مجھے تفسیر بیضاوی کے طریقہ تدریس واستفادہ سے کچھ بات کرنی ہے، اس لیے قدرے تفصیل سے کچھ باتیں پیش ہیں۔

درس شروع ہونے سے پہلے درج ذیل بنیادی امور پر روشنی ڈالی جائے:

(۱) قرآن کا تعارف، قرآن کی عظمت واہمیت، نزول قرآن کا مقصد وغیرہ بتایا جائے۔

(۲) تفسیر اور تاویل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور دونوں کے مابین فرق کو واضح کیا جائے۔

(۳) تفسیر کا موضوع، غرض وغایت اور ما بہ الاستمداد بیان کیا جائے۔

(۴) تفسیر کا مقام ومرتبہ اور اہمیت وفضیلت واضح کیا جائے۔

(۵) تفسیر کی ضرورت، اس کی ابتدا، تفسیر کے ادوار اور ہر دور کی خصوصیت بیان کی جائیں۔

(۶) تفسیر کی قسموں کو واضح کیا جائے۔

(۷) مفسر کے آداب وشرائط اور مفسرین کے طبقات بتلائے جائیں۔

(۸) تفسیر بیضاوی کس دور کی تفسیر ہے، اس دور کی تفسیری خصوصیات واضح کی جائیں۔

(۹) تفسیر بیضاوی کے مصنف کا مکمل تعارف (نام، تاریخ پیدائش، وفات، حصول علم کے لیے سفر، مشہور اساتذہ، مشہور شاگرد، علمی شخصیت، عقائد وفکر، خدمات اور تصنیفات) کرایا جائے۔

(۱۰) تفسیر بیضاوی کا تعارف، طریقۂ تفسیر ومنہج بتایا جائے۔

(۱۱) تفسیر بیضاوی کا شمار تفسیر کی کس قسم میں ہوتا ہے، واضح کیا جائے۔

(۱۲) تفسیر بیضاوی تین تفاسیر کا نچوڑ ہے، اس لیے ہر ایک تفسیر پر روشنی ڈالی جائے اور پھر ان کی روشنی میں مصنفین کے تفسیری مناہج پر روشنی ڈالی جائے اور پھر قاضی بیضاوی کی تفسیر کو واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ قاضی صاحب نے اپنی طرف سے بھی تفسیر میں کچھ حصہ لیا ہے۔

(۱۳) کتب تفاسیر میں بیضاوی کا مقام ومرتبہ بتایا جائے اور طلبہ کو اس سے استفادہ کا طریقہ واضح کیا جائے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد دروس کا سلسلہ شروع کیا جائے اور پہلے —

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) طلبہ سے عبارت خوانی کرائی جائے، اعراب کی غلطیوں کی اصلاح کی جائے۔
(۲) استاد جس طالب علم سے چاہے عبارت خوانی کرائے، اس کے لیے باری کا تعین نہ ہو۔
(۳) عبارت میں مشکل الفاظ کے معانی و مطالب بتائے جائیں۔
(۴) عبارت میں مذکورہ مسائل کو واضح کیا جائے، ان مسائل کا تعلق تفسیر سے ہو یا نحو وصرف و بلاغت (معانی، بیان، بدیع) سے ہو، فقہ و تاریخ اور ادب یا احکام مسائل شرعیہ سے ہو، ہر ایک کی وضاحت کی جائے۔
(۵) اختلافی مسائل میں مصنف کے منہج کو واضح کیا جائے اور دلائل سے جو پہلو راجح ہو، اس کو راجح اور باقی کو مرجوح قرار دیا جائے۔
(۶) مصنف کو جس جگہ تسامح ہو گیا ہو یا عقیدہ میں کچھ جھول نظر آتا ہے، اس کو بیان کیا جائے اور صحیح رہنمائی دلائل سے کی جائے، چونکہ طلبہ میں شعور وفکر کی پختگی آجاتی ہے، اس لیے ایسے تمام مسائل میں ان کی صحیح رہنمائی ہونی چاہیے اور انھیں اس بات کے لیے ابھارنا چاہیے کہ وہ زیر بحث موضوع کی کتابیں ضرور پڑھیں اور استاد ان کتابوں کی نشان دہی بھی کرتا جائے۔
(۷) اثناء درس جو مسائل زیر بحث آئیں، استاد ان کا امتحان بھی لیتا رہے۔
(۸) زیر درس عبارت کا تعلق اس سے پہلے درس یا بحث یا مسئلہ سے جوڑا جائے اور پھر اس کی مکمل توضیح، تشریح اور تفہیم ہو۔
(۹) اثناء درس استاد کی نگاہ تمام طلبہ پر رہنی چاہیے اور ان کے حرکات و سکنات سے یہ پتہ لگاتے رہنا چاہیے کہ طلبہ درس سمجھ رہے ہیں یا نہیں؟
(۱۰) اثناء درس اگر کوئی طالب علم کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اخلاق اور تہذیب کے خلاف ہے تو استاد اپنی حلم و بردباری سے اس کو روکے، درس کی اہمیت اجاگر کرے۔ مدرس کی قدر و منزلت اور ادب و احترام کا جذبہ بیدار کرے اور اگر اس کے باوجود بھی طالب علم نہیں سنبھل رہا ہے تو سزا دی جائے۔ سزا کی نوعیت حالات وظروف کے اعتبار سے استاد خود متعین کرے گا۔ مثلاً اثناء درس کھڑا کر دے گا یا درس گاہ سے باہر کر دے گا یا کوئی جسمانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی سزا دے گا جو بہت زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ یہاں مدرس کو طلبہ پر شفقت ومحبت کا مزید اظہار کرنا ہوگا، تاکہ طلبہ اپنی غلطی پر سزا پانے کے باوجود استاد کے احترام وادب میں کمی نہ کریں اور نہ استاد کے خلاف نفرت یا عداوت کا جذبہ بیدار ہو۔

(۱۱) دوران درس طلبہ کو سوالات کرنے کا موقع دیا جائے، بلکہ سوالات کرنے کے لیے ابھارا جائے اور کبھی ایسا کیا جائے کہ طلبہ سے پڑھی ہوئی عبارت سے سوالات منتخب کراتے جائیں۔

(۱۲) اگر زیر درس عبارت سے مسئلہ کا استنباط ہوسکتا ہے تو طلبہ ہی سے اس کا استنباط کرایا جائے۔

(۱۳) طلبہ کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، صحیح جواب پر تعریف اور غلط جواب اور چپ رہنے پر تنقیص یا نفرت کے بجائے تشجیع سے کام لیا جائے اور ہمت بندھائی جائے۔

(۱۴) درسی اور غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کرنے کا ڈھنگ بتایا جائے۔

(۱۵) طلبہ کی ذہن سازی کی جائے اور انھیں اس لائق بنانے کی کوشش کی جائے کہ وہ ملت اسلامیہ کے لیے مفید سرمایہ بن سکیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرطبی کی الجامع لأحکام القرآن
طریقۂ استفادہ

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی
ریڈر، شعبۂ دینیات سنی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

قرآن مجید اللہ رب العزت کی طرف سے پوری انسانیت کے لئے وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جس کی تعلیمات آدمی کو انسان بنا دیتی ہیں اور تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتی ہیں۔ ضلالت و گمرہی کے قعر مذلت سے نکال کر رشد و ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیتی ہیں۔ اس کتاب عزیز کے احکام و فرامین ایک طرف آخرت کی ابدی اور سرمدی فوز و فلاح کے لئے توشۂ راہ فراہم کرنے کا خوگر بنا دیتے ہیں تو دوسری طرف ہر شعبۂ زندگی اور ہر ناحیہ عالم میں راہنما نقوش فراہم کرتے ہوئے جہاں بینی اور جہاں بانی کے قیمتی اسباق بھی فراہم کرتے ہیں۔ قرآن مجید دین اسلام کا شک و ریب سے پاک و مستند (۱)، محفوظ و مامون (۲) اور سراپا ممدوح و مبارک (۳) منشور ہے، جسے سراپا نور و ہدایت (۴)، فیصل و فرقان (۵) اور شرح و بیان (۶) کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہیں ہوگا کہ یہ ہادی بھی ہے، مرشد بھی، مؤدب بھی ہے اور معلم بھی، منذر بھی ہے اور مبشر بھی، مصلح بھی ہے اور مقوم بھی، محسن بھی ہے مبین بھی، نیز مجمل بھی ہے اور مفصل بھی۔

چوں کہ قرآن مجید آفاقی مذہب کا آفاقی ضابطہ زندگی ہے، اس لئے اس کی دینی عظمت اور شرعی حیثیت کی ترجمانی و تفسیر کو اعزاز و تکریم اور شرف و سعادت کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآنی عظمت کے اس پہلو کو عہد نبوی سے ہی موضوع بحث بنایا گیا اور ترجمہ وتفسیر کے مقدس فریضے کی انجام دہی کا یہ مبارک اور لا متناہی سلسلہ چل پڑا۔

چوں کہ قرآن مجید اللہ رب العزت کا عطا فرمودہ ضابطہ زندگی ہے، یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کتاب اپنے جلو میں ایسی آیات لئے نازل ہوئی جو فقہی احکام پر مشتمل تھیں، چونکہ یہ احکام فلاح دنیوی اور سعادت اخروی دونوں کے حصول کے لئے ضمانت کے طور پر تھے اور ان کی یہی حیثیت قیامت تک رہے گی، اس لئے اس سے وابستگی کو ایمان و ایقان کا جزو لاینفک قرار دیا جاتا رہا ہے اور یہ مقدس رشتہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک برقرار رہے گا۔ چونکہ رسالت مآب ﷺ کے عہد مبارک کی زبان عربی تھی، اس لئے وہ فہم لغت کی دشواریوں سے مبرا تھے اور بآسانی آیات بینات سے مترشح ہونے والے احکام پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ ہاں اگر بعض امور و مسائل کے فہم و ادراک میں غموض و ابہام ہوتا تو بلاتردد رسول اکرم ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور مطلوبہ امور و مسائل میں استفسار کرتے ہوئے اپنے آپ کو مطمئن کرتے۔

سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام بعض ایسے مسائل و معاملات سے دوچار ہوئے جن کا شریعت کی روشنی میں حل مطلوب تھا، چنانچہ اس غایت منشورہ کے حصول کی راہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف توجہ مبذول کی، اس کے بعد مسائل کی عقدہ کشائی کے لئے قرآن مجید کی مستند شرح (۷) یعنی سنت رسول کی طرف رجوع کیا اور سنت رسول بھی اگر کسی مخصوص و متعین مسئلہ میں کافی و شافی حل فراہم نہیں کرتی تو اجتہاد کی روش پر گامزن رہتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں حل کے لئے کوشاں رہے، چنانچہ عہد نبوت سے لے کر فقہی مسالک و مکاتب کے قیام تک اور پھر ظہور تقلید کے بعد تک تفسیری ادب کا کارواں قرآن کے مطلوب و مقصود معانی و احکام تک رسائی کے لئے سرگرم عمل رہا۔

علماء، صوفیہ، فلاسفہ اور فقہاء کے ذریعہ بلاشبہ تفاسیر قرآن کا ایک قیمتی اثاثہ منظر عام پر آیا۔ باضابطہ تفاسیر کے علاوہ قرآن مجید کے مخصوص اور متعین مباحث پر جداگانہ اور مستقل تصانیف کا سلسلہ بھی علم و فن کے عباسی عہد زریں میں دراز ہوتا نظر آتا ہے۔ بعض نے اگر مسائل فقہیہ پر بحث مرکوز کی تو بعض نے اسباب نزول پر کتابیں لکھیں، کسی نے صرف غیر زبانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کو جمع کیا تو کسی نے امثال قرآنی پر توجہ کی اور بعض نے آیات مکررہ کے نکات و مصلحتیں بیان کیں۔(۸) قرآن پاک کی باضابطہ تفاسیر کے علاوہ قرآن کے مخصوص مباحث و موضوعات پر جو گراں قدر سرمایہ زیور طبع سے آراستہ ہوئے انھیں فقہی، تاریخی، ادبی، نحوی، لغوی اور کلامی اقسام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ائمہ اربعہ کے دور تک فقہی تفسیر میں یہ صحت مند اور خوش گوار روایت برقرار رہی کہ تعصب و تنگ نظری کے حصار میں گھرنے کے بجائے انھوں نے نئے پیدا شدہ احوال و کوائف میں ابھرتے ہوئے مسائل و معاملات کو کتاب و سنت کی روشنی میں دیکھا اور ان کے حل کی صورتیں نکالیں۔ اگرچہ دلائل و براہین کی روشنی میں بعض فیصلے متفقہ ہوتے تو بعض مختلف، تاہم فیصلوں میں اختلاف کے باوجود تعصب و ہٹ دھری کا نام و نشان نہیں ملتا۔ ہاں ظہور تقلید کے بعد متعصب اور غیر متعصب مقلدین کی جماعت سامنے آئی جس کی بنا پر تفسیر قرآن کے دو مختلف مناہج سامنے آئے۔ اس کے باوجود اس امر میں صداقت یہ ہے کہ عصر تدوین سے قبل فقہاء مفسرین کی باضابطہ قابل قدر کوششوں کا سراغ نہیں ملتا، بجز اس کے کہ فقہائے صحابہ و تابعین سے کچھ تفسیری اقوال منقول ہیں۔(۹) ہاں عصر تدوین کے بعد فقہاء حضرات نے مذاہب و مسالک کے اختلاف کے باوجود قرآن مجید کی فقہی تفسیر میں بہت سی کتابیں مرتب کی ہیں۔ اس جہت کی تفسیری کاوشوں میں ابوعبداللہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن کو بڑا نمایاں مقام حاصل ہے۔

آپ کا نام نامی ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری خزرجی اندلسی قرطبی ہے۔ دنیائے علم و فضل میں قرطبی کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ آپ بڑے عالم و فاضل اور عابد شب زندہ دار تھے۔(۱۰) آپ متقی و پرہیزگار اور تکلّفات و رسمیات سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اعلیٰ درجے کی سادگی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ اوقات کے استعمال کے لحاظ سے بڑے سنجیدہ تھے یا تو عبادت اور توجہ الی اللہ میں وقت صرف کرتے یا تالیف و تصنیف کو اپنا معمول بناتے۔ مشہور محدث ابوعلی حسن بن محمد البکری اور دیگر علماء عظام سے حدیث کا درس لیا۔(۱۱) آخر زمانے میں سرزمین مصر میں آپ نے کوچ کیا اور وہیں ماہ شوال ۶۷۱ ہجری میں اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کی۔ آپ کی گراں بہا اور مایۂ ناز تصنیفات میں الجامع لأحکام القرآن کے علاوہ شرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماء اللہ الحسنیٰ، کتاب التذکار فی افضل الاذکار، التذکرۃ بامور الآخرۃ، کتاب شرح التقضی اور قمع الحرص بالزھد و القناعۃ قابل ذکر ہیں۔

قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن کا شمار تفسیر کی انتہائی اعلیٰ درجے کی کتب میں ہوتا ہے۔ قرطبی کی مندرجہ ذیل عبارت اس کار عظیم کا محرک خاص متعین کرتی ہے جس کی روشنی میں قرطبی کے اخلاص و تقویٰ کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

فلما کان کتاب اللّٰہ ھو الکفیل بجمیع علوم الشرع، الذی استقلّ بالسنّۃ والفرض، ونزل بہ امین السماء الیٰ امین الأرض رأیت ان اشتغل بہ مدی عمری، وانشغرغ فیہ منتی. (۱۲)

''جب اللہ کی کتاب تمام شرعی علوم کی ضامن ہے اور اسے آسمان کا امین، زمین کے امین پر لے کر اترا ہے تو ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ میں اپنی زندگی کو اس کتاب میں لگا اور اس میں اپنی پوری قوت کو جھونک دوں۔''

اس تفسیر کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے حد درجے کی یکسوئی و التفات اور سعی بلیغ کا سرمایہ لٹایا ہے۔ یہ چیزیں مؤلف کے مباحث میں عمق نظر، قرآن فہمی اور شرعی علوم کے ساتھ زبان و ادب اور بلاغت پر قدرت تامہ کی دلیلیں بنتی ہیں۔ یہ سارے اوصاف اس وقت دعوت ملاحظہ دے رہے ہوتے ہیں جب مؤلف آیات کریمہ کے نصوص سے احکام شرعیہ کا استنباط کر رہے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اس تفسیر کے قاری یا مخاطب کو شرعی احکام و مسائل میں فقیہ کی دیگر کتب سے بے نیازی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

قرطبی اپنی اس تفسیر میں اسباب نزول، اقسام قرأت اور اعراب سے تعرض کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی ساتھ قرآن مجید کے غریب الفاظ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور اپنے موقف و مدعا کی وضاحت میں اکثر و بیشتر لغات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اشعار عرب کو بھی بطور استنباط حوالہ قارئین کرتے ہیں۔

مؤلف کو یہ احساس تھا کہ فقہ و تفسیر کی بیشتر کتب میں جو احادیث نبویہ وارد ہوتی ہیں بغیر سند و روایت کے حوالے سے ہوتی ہیں، اس لئے استنباط و استدلال کے صحیح طور پر مفید اور نفع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخش ہونے کا پہلو پوری طرح واضح نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح اقوال کو ان کے قائلین کی طرف منسوب نہ کرنے کی روایت کا بھی مؤلف محترم کو شدت سے احساس تھا۔ اس سلسلے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ علم سے کماحقہ اس وقت تک استفادہ نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اقوال یا افکار کا ان کے قائلین کی طرف انتساب نہ ہو، چنانچہ انھوں نے اقوال کو ان کے قائلین کی طرف اور احادیث نبویہ کو راویوں کی وضاحت کے ساتھ ان کے جامعین و مؤلفین کی طرف منسوب کردیا ہے تا کہ پورے طور پر ان احکام سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

قرطبی اپنی تفسیر میں معتزلہ، قدریہ، شیعہ اور غالی صوفیاء کے افکار و عقائد پر جرح کرتے نظر آتے ہیں اور ابطال وتردید کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

قرآنی آیات جو احکام پر مشتمل ہوتی ہیں، مؤلف موصوف تھوڑا یا زیادہ تعلق رکھنے والے احکام اور ان کے دلائل و براہین کو تفصیل سے واضح کرتے ہیں۔

قرطبی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ فقہ کے مالکی مکتبہ فکر سے وابستہ ہونے کے باوجود تعصب و تنگ نظری یا تقلید محض اور بے جا حمایت سے پاک تھے۔ دلیل و برہان آپ کا بہت بڑا سرمایہ تھا، اس لئے آپ بعض بڑے مسائل میں امام مالک سے زیادہ دوسرے ائمہ کی آراء کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

تفسیر قرطبی کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے، اسے علماء زبان و ادب اور مؤرخین کے تاثرات قلبی کی روشنی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

ا۔ علامہ ذہبی کے بقول قرطبی کی عظیم الشان تفسیر کے نشان راہ پر مفسرین کا ایک قافلہ رواں دواں ہے۔ وہ اپنے معنی و مفہوم اور مقصد و غایت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ (۱۳)

زبان و ادب، علم و فضل اور تاریخ و ثقافت کے باذوق ماہر علامہ ابن خلدون کے بقول قرطبی ابن عطیہ الاندلسی کے شانہ بشانہ چلتے نظر آتے ہیں بلکہ یہ ان خصوصیات سے مزین اور آراستہ ہیں جو علماء کرام میں قرطبی کے قد کو بڑھا دیتی ہیں۔ (۱۴)

الصفدی تفسیر القرطبی کی بابت اپنا یہ تاثر حوالہ ناظرین کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ امام قرطبی مشہور و معروف تفسیر کے مؤلف ہیں۔ تفسیر کے فن میں یہ قدر و منزلت کی حامل ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کے نقوش راہ پر ایک کارواں چل پڑا ہے۔ (۱۵)

ابن فرحون تفسیر القرطبی کے سلسلے میں رطب اللسان ہیں کہ اس تفسیر کا شمار عظیم الشان تفاسیر میں ہوتا ہے اور ان سب میں زیادہ نفع بخش ہے، چنانچہ انھوں نے قصص وتواریخ سے گریز کرتے ہوئے احکام قرآن کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ (۱۶)

المقری قرطبی اور ان کی تفسیر کی شان میں گویا ہیں کہ قرطبی علم وفضل کے لحاظ سے طویل القامت شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی تصانیف علم کی گیرائی وگہرائی سے مزین وآراستہ ہیں اور ان تصانیف میں آپ کی شہرت یافتہ تفسیر تفسیر قرطبی ہے جو ۲۲ جلدوں پر مشتمل ہے اور جو اپنے موضوع ومقصد کے لحاظ سے بڑی بلندی پر متمکن ہے۔ (۱۷)

راقم کے پیش نظر بیروت سے شائع شدہ تفسیر القرطبی کا پہلا ایڈیشن ہے جو ۱۹۹۵ء میں دلکش اور جاذب نظر صورت میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ پہلی جلد میں ناشر کی طرف سے تمہیدی کلمات ہیں پھر عبدالعلیم البردونی کا وہ مقدمہ اس کی زینت بنتا ہے جو مصر سے شائع شدہ دوسرے ایڈیشن میں پہلے سے موجود ہے۔ اس کے بعد مؤلف کا خود اپنا مقدمہ ہے جس میں قرآن پاک کی عظمت، قرآن پاک سے تعلق رکھنے والوں کی فضیلت، خیر امت اور امت وسط ہونے کے لحاظ سے قرآنی تعلیمات کی تفسیر وتبیین کی اہمیت جیسے موضوعات کو مؤلف نے قرآن وسنت کی روشنی میں واشگاف کیا ہے۔ ان وضاحتوں کے بعد تفسیر میں اپنے طریقۂ کار اور تفسیر کے مقدس عمل سے اپنا رشتہ استوار کرنے کی ضرورت ومصلحت کی نشان دہی فرمائی ہے اور اپنے منفرد منہج تفسیر کو یوں بیان فرمایا ہے:

وشرطی فی هذا الكتاب: اضافة الاقوال الى قائليها والاحاديث الى مصنّفيها، فانه يقال: من بركة العلم ان يضاف القول الى قائله وكثيراً ما يجيء الحديث فی كتاب الفقه والتفسير مبهماً لايعرف من اخرجه الا من اطّلع على كتب الحديث، فيبقى من لاخبرة له بذلك حائداً. لايعرف الصحيح من السقيم، ومعرفة ذلك علم جسيم فلا يقبل منه الاحتجاج به ولا الاستدلال. (۱۸)

''اس کتاب کی تالیف میں میں نے اس شرط کا التزام کیا ہے کہ اقوال کو ان کے قائلین کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور احادیث کو جامعین و مؤلفین کی طرف منسوب کر دیا جائے، کیونکہ یہ مقولہ ہے کہ علم کی برکت میں یہ ہے کہ قول کو ان کے قائل کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ فقہ و تفسیر کی کتابوں میں جو بیشتر احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مبہم ہیں۔ حدیث کی کتابوں کا ہر شخص ہی جان سکتا ہے کہ کس نے ان کی تخریج کی ہے۔ پس جسے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے وہ حیران رہتا ہے اور صحیح و سقیم سے ناآشنا ہوتا ہے، حالانکہ اس کی معرفت علم کثیر سے ہی ہو سکتی ہے۔ پس ایسے شخص کی کوئی حجت و دلیل قبول نہیں کی جا سکتی۔''

تمہید و تقدیم کے بعد قرآن مجید کی فضیلت اور اس سے تعلق خاطر کے باب میں، قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں، تاکید و تلقین اور ترغیب و ترہیب، کتاب اللہ کی تلاوت کے آداب، اہل قرآن اور اہل علم کا ریاکاری سے اجتناب، صاحب قرآن کو اپنے آپ کو کن باتوں کا عادی بنالینا چاہیے، اعراب قرآن کی اہمیت و فضیلت، قرآن پاک کی تفسیر اور مفسرین کے بارے میں فضائل، حامل قرآن کا مقام و مرتبہ اور وہ کون لوگ ہیں، تفسیر بالرائے پر وعیدیں، قرآن مجید کی تفسیر و تبیین میں سنت کی حیثیت، کتاب اللہ سے اخذ و استفادہ کیسے کیا جائے، قرأۃ سبعہ کی حقیقت، قرآن پاک کی جمع و تدوین اور زمانہ نبوت میں حفاظ صحابہ کرام، قرآنی سور و آیات کی ترتیب اور موجودہ کتابی شکل میں آنے سے متعلق تفصیلات، سورت، آیت، کلمہ اور حرف کے معانی کی وضاحت، کیا قرآن مجید میں عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کے الفاظ آ گئے ہیں، اعجاز القرآن، معجزہ کے شرائط، قرآنی سورتوں کی فضیلت سے متعلق موضوع احادیث پر تنبیہ، قرآن پر انگشت نمائی کرنے والوں کے رد میں دلائل، استعاذہ اور بسملہ کے باب میں، ان سب موضوعات پر قرطبی نے آغاز تفسیر سے قبل قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کی ہے، جو واقعی تفسیر کے طلبہ کے لئے نقوش راہ ثابت ہوئے ہیں۔

قرطبی حریت فکر و نظر کے علم بردار ہیں۔ اگر کسی پر نقد و جرح کرتے ہیں تو اس میں اعتدال پسندی ان کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ غلط، ناجائز اور خلاف شان امور میں سمجھوتہ نہیں کرتے اور سچائی کو جرأت مندی کے ساتھ فاضلانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن مجید، سنت نبوی، آثار صحابہ کو بترتیب پیش نظر رکھتے ہیں۔ لغوی مشکلات کی عقدہ کشائی میں کلام عرب سے استشہاد کرتے ہیں تاکہ معانی و مفاہیم اپنی روح کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیں، چونکہ قرآن مجید کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات اوراس کے احکام دین و دنیا دونوں کی سعادت وخوش بختی کے ضامن ہیں اور بلاشبہ یہی درخشاں پہلو تفسیر کے میدان میں قرطبی کی معرکہ آرائی کا محرک خاص بنتا ہے۔ حکمت عملی، علمی بصیرت، عالمانہ شان، حریت فکر اور حق گوئی کی جرأت و بیباکی یہ سب خصوصیات شروع سے آخر تک قرطبی کی تفسیر میں نمایاں ہوتی ہیں۔ بطور نمونہ چند آیات کریمہ کی تفسیر و توضیح ملاحظہ کی جائے جن کی روشنی میں ایک طرف تقلید سے آزاد قرطبی کا ذہن و فکر عیاں ہوتا ہے تو دوسری طرف عمق فکر ونظر اور وسعت مطالعہ کی حقیقت ظاہر و باہر ہے۔ یہ آیت کریمہ ملاحظہ ہو:

واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ (۱۹)

اقامت صلوٰۃ کا اصل مفہوم کیا ہے؟ زکوٰۃ کی حقیقت کیا ہے اور اس کے متشقات کیا ہیں اور کن کن معنوں میں یہ لفظ مستعمل ہے؟ اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ مفروضہ مراد ہے یا صدقۃ الفطر؟ رکوع کے لفظی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ رکوع کی تخصیص میں جو اختلافات واقع ہوئے ہیں، ان کی اصلیت کیا ہے اور صحیح ترین مسلک کیا ہے؟ رکوع شرعی کی حیثیت کیا ہے؟ رکوع قرآن وسنت کی روشنی میں فرض ہے۔ سجدہ کس طرح کیا جائے؟ اس سلسلے میں جو اختلافات ہیں ان میں مناسب ترین مسلک کیا ہے؟ مع الراکعین میں کیا ''مع'' معیت اور جماعت کا مقتضی ہے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ امامت کا مستحق کون ہے؟ بچے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح کے تقریباً چونتیس اہم مسائل اس آیت کریمہ سے متعلق قرطبی نے چھیڑے ہیں اور بڑی شافی گفتگو کی ہے۔

قرطبی کی یہ خوبی کہ فقہ کے مالکی مسلک سے وابستہ ہونے کے باوجود تعصب و تنگ نظری سے پاک تھے، ان کا یہ وصف ان کی تفسیر میں جا بجا نظر آتا ہے۔ زیر بحث آیت کریمہ میں امامت صغیر سے متعلق قرطبی کی گفتگو بہت معنی خیز ہے اور اس میں ان کی بالغ النظری اور تقلید سے آزاد ذہن و فکر واضح ہے۔ سب سے پہلے زیر بحث مسئلہ سے متعلق جواز وعدم جواز کی بابت مانعین و مجوزین کے اقوال کا استقصاء کرتے ہیں۔ مانعین میں امام مالک، سفیان ثوری اور اصحاب الرائے شامل ہیں، لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ مؤلف نے دلیل و برہان کی روشنی میں بڑی جرأت مندی کے ساتھ اور عالمانہ انداز میں اپنے امام امام مالک کے مسلک سے اختلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔نابالغ کی امامت کے جواز کی توجیہ میں قرطبی رقم کرتے ہیں:

''نابالغ کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ قرآن مجید پڑھے ہوا ہو۔صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرا خاندان پانی کے ایک چشمہ کے قریب سکونت پذیر تھا۔لوگ وہاں سے گزرتے تھے اور ہم ان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں معلوم کرتے رہتے تھے۔وہ ہمیں یہ بتاتے تھے کہ اس کا یقین ہے کہ اللہ نے اُسے رسول بنایا ہے اور اس پر فلاں فلاں وحی نازل کی ہے۔میں اُسے یاد کرلیا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ میرے دل میں بس جاتا تھا۔پس عرب کے عام لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر نبوت کا یہ مدعی اپنی قوم پر غلبہ پا گیا تب تو اسے سچا جانو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اُسے اور اس کی قوم کو نظرانداز کرو۔جب فتح مکہ ہوئی تو لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں تیزی دکھائی، چنانچہ میری قوم میں سے میرے والد باقی لوگوں سے پہلے مشرف بااسلام ہوئے۔جب والد آئے تو کہنے لگے کہ میں نبی صادق کے یہاں سے آیا ہوں۔آپ نے نمازوں کے اوقات بتائے اور فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں سے جو شخص زیادہ قرآن پڑھے ہوا ہو وہ امامت کرے۔ایسے شخص کو تلاش کیا گیا لیکن میرے علاوہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جو مجھ سے زیادہ قرآن پڑھے ہوا ہو، اس لئے کہ میں آنے جانے والوں سے سن کر قرآن مجید یاد کرلیا کرتا تھا۔میری عمر چھ یا سات برس کی تھی۔انھوں نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔میرے جسم پر ایک ہی چادر تھی، چنانچہ جب سجدہ کرتا تو چادر جسم سے گر جاتی۔قبیلے کی ایک عورت معترض ہوئی اور کہا کہ امام کی ستر پوشی کا تو اہتمام کیجئے، چنانچہ اہل قبیلہ نے میرے لئے کپڑا خریدا اور ایک قمیص بنوادی۔قمیص کو دیکھ کر جتنی مجھے خوشی ہوئی اتنی خوشی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ (۲۰)

قرطبی کے تبحر علمی، قرآن وسنت پر گہری بصیرت، تقلید بے جا سے دوری اور دیانت دارانہ شخصیت سے روشناس ہونے کے لئے ایک آیت کریمہ سے متعلق قرطبی کی وضاحت ملاحظہ فرمایئے:

شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن. (۲۱)

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کریمہ کے تحت قرطبی نے بعض اہم مسائل پر بحث کی ہے جن میں ایک اہم مسئلہ عیدالفطر کی نماز سے متعلق ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مؤلف نے اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف نقل کیا ہے کہ آیا عیدالفطر کی نماز دوسرے دن ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ابن عبدالبر نے امام مالک اور ان کے اصحاب و تلامذہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عید کی نماز صرف عید ہی کے دن ادا کی جاسکتی ہے۔ اگر عید کی نماز کے اصل وقت کے گزر جانے کے بعد بھی ادا کی جاسکتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ فرائض کی طرح ہے، اس لئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ عید کی نماز سنت ہے۔ قرطبی ابن عبدالبر کے مذکورہ بالا موقف و مسلک پر اعتراض وارد کرتے ہیں اور اپنے اس مسلک کو عالمانہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دوسرے روز عید کی نماز ادا کرنا جائز و درست اور حدیث نبوی کے عین مطابق ہے۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ بالعموم سنتوں کی قضا نہیں ہوتی تاہم شارع ان میں سے بعض سنتوں کو مستثنیات میں شامل کر کے قضا کا حکم دے سکتے ہیں۔ دلیل کے طور پر ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیث کو پیش کرتے ہیں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے بعد ان کو ادا کرے۔ ایک دوسری معقول دلیل بھی قرطبی پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ عید کی نماز دوسرے روز ادا کرنے کی اجازت اس لئے بھی ہونی چاہئے کہ یہ سال بھر میں ایک بار ادا کی جاتی ہے۔ تیسری دلیل کے طور پر سنن نسائی کی وہ روایت پیش کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ چند لوگوں نے عید کا چاند دیکھا اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اس کی شہادت دی۔ اس وقت دن کا کافی حصہ گزر چکا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں افطار کرنے کا حکم دیا اور پھر فرمایا کہ عید کی نماز اگلے روز ادا کریں۔ (۲۲)

سرچشمہ ہدایت قرآن مجید ہو یا احادیث نبویہ یا پھر فکر و تدبر اور علم و فن کے لحاظ سے کوئی اور وقیع سرمایہ ان سب سے استفادہ کی جو اوّلین شرط ہے وہ یہ کہ قاری یا ناظر اخلاص و تقویٰ کی اوّلین صفت سے آراستہ ہو۔ اس صفت عالیہ کی حکمرانی جب اس کے قلب و ذہن پر ہوگی تو بلاشبہ اس کے حق میں نوازشوں کا ظہور ہوگا اور اخلاص کا یہی سرمایہ توشہ آخرت بھی قرار پائے گا۔ قرآن مجید بلاشک و ریب مستند ضابطہ زندگی، نور ہدایت اور چشمہ صافی ہے، اس کے لعل و گہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت تک ہاتھ نہیں آسکتے جب تک کہ اپنے قلب و ذہن پر للّٰہیت طاری نہ کر لی جائے۔ اس وصف کے ساتھ ہی تفسیری کاوشوں کے ساتھ ہی ساتھ قرطبی کے اس عظیم الشان تفسیری کارنامے سے مستفید و مستفیض ہوا جا سکتا ہے اور طلبہ کو کتاب اللہ کی روح تک پہنچانے میں کامیابی کی کلید ہاتھ آسکتی ہے۔

طلب صادق دوسری شرط ہے، جس کے بغیر کوئی چھوٹی یا بڑی چیز حاصل نہیں کی جا سکتی اور اگر بادل نخواستہ کسی کو اگر کوئی چیز ہاتھ لگ جاتی ہے تو پھر اس کی قدر و قیمت اس کی نگاہ میں نہیں ہوتی ہے، بالآخر اُسے محرومی اور شومی قسمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قرآن پاک بلا شبہ کتاب ہدایت ہے جو تمام انسانوں کے لئے اور قیامت تک کے لئے قطع و برید اور حذف و اضافہ سے پاک ہے، لیکن طلب و جستجو کے بغیر اس کتاب ہدایت سے بھی فیض نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں جا بجا اس صداقت و اصول کی صدائے بازگشت سنی جا سکتی ہے۔ طلب صادق اور جستجوئے کامل کا اصول کسی بھی علمی سرمایے سے استفادہ کی راہیں ہموار ہی نہیں کرتا بلکہ ایسے طالبین علم و ہدایت کی زندگیوں پر مثبت اور خوشگوار نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

تعصب و تقلید بے جا سے گریز و اجتناب بھی حقائق و معارف سے کماحقہ آگہی اور ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کے لئے ناگزیر شرط قرار پاتی ہے۔ قرآن مجید کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی رشد و ہدایت کے باب میں قرآن کے اصول کی کارفرمائی کو ملاحظہ کر سکتا ہے کہ یہ وہ مرض ہے جو انسان کو ظاہری اور معنوی دونوں لحاظ سے کھوکھلا بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے زمانہ نزول کے مخاطبین سے قرآن بار بار تعصب و تنگ نظری اور تقلید و آباء پرستی کا قلع قمع کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس کے بالمقابل وسعت ظرفی اور حریت فکر کی صدائیں بلند کرتا ہے تاکہ ضلالت و گمرہی کے قعر عمیق سے نکال کر رشد و ہدایت کی عظیم ترین اور مؤقر شاہراہ پر گامزن کر دے۔ آج کا یہ المیہ ہے کہ مدارس دینیہ جو دین اسلام کے محفوظ و مامون قلعے ہیں اور جہاں کم و بیش قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کو لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے، گروہی تعصب اور مسلکی تصادم کے شکار ہیں۔ اتحاد و اتفاق کا شیرازہ بکھرتا نظر آ رہا ہے۔ اسلام اور قرآن مجید کا علم بلند کرنے والی امت مسلمہ کے جیالے اپنے اپنے مسالک نظر اور مکاتب فکر و خیال کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت و اشاعت میں سرگرداں ہیں اور "کل حزب بما لدیه فرحون" کے نادیدنی حالات سے مجموعی طور پر پوری امت دوچار ہے، حالانکہ امت کے ہر طبقہ کے ہر فرد کا ایک اللہ پر، رسول پر اور آخرت پر ایمان ہے، قرآن پر بھی ایمان ہے اور حدیث پر بھی ایمان ہے اور اس امت کا ہر گروہ غلبہ دین کے قرآنی مشن و مقصد سے پوری طرح متحد و متفق ہے، لیکن گروہوں اور جتھوں میں بٹ کر، تعصب و تقلید جامد کے حصار میں ہوتے ہوئے اور اپنے فکر و خیال اور منہج و موقف کی وکالت کرتے ہوئے افراد امت داعی امت کی شناخت کھو چکے ہیں اور ہر گروہ ایک دوسرے کے لئے ناقابل برداشت وجود بن گیا ہے۔ ایسے قلق انگیز اور شرمناک حالات میں قرآن مجید کے دیے گئے پیغام حریت فکر و نظر کو حرز جاں بنائے جانے کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔ قرطبی کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن حریت فکر کی عملی ترجمان ہے۔ مؤلف نے قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اشعار عرب کی مدد سے وسعت ظرفی اور آزادیٔ فکر و نظر کے ساتھ علم کے جو بیش قیمت موتی بکھیرے ہیں ان سے اخذ و استفادہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ رواداری اور کشادہ قلبی کے ساتھ الحکمة ضالة المؤمن کو نقوش راہ بناتے ہوئے اس گراں بہا سرمایۂ قرآن فہمی کی طرف رجوع کیا جائے۔

اسلام چونکہ قولی سے زیادہ عملی مذہب ہے۔ آزادیٔ فکر و نظر اور وسعت ظرفی کا نقش طلبہ کے اذہان و قلوب پر بھی اُسی وقت قائم ہوسکتا ہے جبکہ اساتذۂ کرام اور مدارس کے منتظمین حضرات اپنی عملی سرگرمیوں میں، دوسرے مسالک و مکاتب کے علم برداروں سے مناقشوں اور مباحثوں میں آزادیٔ فکر کے اس قرآنی نظریے کو عملی تطبیق دینے میں کوشاں و سرگرم عمل ہوں، بصورتِ دیگر صرف فکر کے پیامی بن کر دوسری شخصیات سے یا دوسروں کی وقیع علمی خدمات سے استفادہ کے لئے طلبہ کے ذہن و فکر کو سازگار نہیں بنایا جاسکتا اور اس طرح قرآنیات کے قابل قدر علمی ذخیروں سے طلبہ کی بے اعتنائی اور بڑھتی جائے گی۔

قرآن مجید چونکہ مذہب اسلام کا منشور اور دستور زندگی ہے۔ اس جہت سے وہ احکام و ہدایات اس کتاب عزیز میں مندرج ہیں، جو اس دنیا میں ایک نمونے کے انسان کی حیثیت سے جینے کا قرینہ سکھاتی ہیں اور فرد اور معاشرے کو روح پرور ہدایات کے ذریعہ خیرات وحسنات کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیامی ونقیب بنادیتی ہیں اور دوسری طرف یہی اصول و ہدایات ابدی زندگی کی سرمدی فوز وفلاح کے لئے زادِراہ بھی بنتے ہیں۔ اس جہت سے زیرِ بحث تفسیری کارنامہ ایک بیش قیمت تحفہ ہے، کیونکہ احکامی آیات پر بالخصوص مؤلف نے عمق علم اور وسعت فکر ونظر کا خوب سے خوب تر سرمایہ لٹایا ہے۔

اگرچہ ۲۲ جلدوں پر مشتمل اس تفسیر قرآن کو باضابطہ شامل نصاب نہیں کیا جاسکتا ہم سفارشی یا امدادی کتب میں بالخصوص احکامی آیات وسور میں اسے قابل ذکر تفسیری سرمایہ کی حیثیت سے ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہئے اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرطبی مسلکاً فقہ کے مالکی مکتبہ فکر سے وابستہ ہوتے ہوئے تقلید محض سے گریز کرتے ہیں اور امام مالکؒ کے بعض آراء وافکار سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت میں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ بایں طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلکی تعصب سے پاک اور گروہی منافرت سے دور یہ تفسیر قرآن کے طلبہ کے لئے چاہے فقہ کے کسی مکتبہ فکر سے وہ وابستہ ہوں، ایک گراں قدر دولت ہے جو طلبہ کی پختگی فکر، وسعت معلومات اور اجتہادی بصیرت جیسی صلاحیتوں سے مزین کرنے میں اہم رول ادا کرسکتی ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ ربّ العزت کے مقبول وپسندیدہ دین دینِ اسلام کا وہ آفاقی ضابطہ زندگی ہے جو وسعت فکر ونظر اور زبان وادب میں لاثانی و بے نظیر ہے۔ یہ کتاب برحق ضلالت وگمرہی اور زوال وادبار کے قعرِ عمیق سے نکال کر انسانیت کو رشد و ہدایت کی منور شاہراہ دکھاتی ہے اور دین ودنیا دونوں جہاں کی سعادت وکامرانی کا قیمتی توشہ ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی اسی دینی عظمت اور شرعی حیثیت کے پیش نظر ہی اس کی ترجمانی وتفسیر وجہ سعادت سمجھی جاتی رہی ہے۔ عربی زبان وادب میں جو تفسیریں منظر عام پر آچکی ہیں ان میں فقہی اعتبار سے علامہ قرطبی کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ مؤلف موصوف قرآن وسنت اور شرعی علوم میں بالغ النظری کے ساتھ زبان وادب پر قدرت تامہ رکھتے ہیں۔ قرطبی حریت فکر ونظر کے نقیب بن کر اخلاص، اعتدال پسندی، عمق نظر اور اجتہاد کو سرمایۂ تفسیر بناتے ہوئے بے غل و غش اس میدان میں اپنی لیاقتوں کے جوہر لٹاتے ہیں۔ بلاشبہ قرآن مجید کی تعلیمات اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکام و ہدایات دین و دنیا دونوں کی فلاح و سعادت کے ضامن ہیں۔ قرآنی عظمت کا یہی درخشاں پہلو قرطبی کے اس میدان میں معرکہ آرائی کا اہم محرک بنتا ہے۔ اخلاص وللّٰہیت، طلب صادق اور تعصب و تقلید محض سے گریز و اجتناب کرتے ہوئے اسلاف کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اگر اس عظیم تفسیری سرمایے سے استفادہ کیا جائے تو ایک طرف تو طلبہ میں اجتہادی بصیرت پیدا ہوگی اور دوسری طرف بالخصوص احکامی آیات میں اس سے مراجعت فقہ کی دیگر کتابوں سے بہت حد تک مستغنی و بے نیاز بھی کر دے گی۔

قرآن مجید کی عظمت و تقدس کو آج داخلی اور خارجی دونوں قسم کے چیلنجز سے سابقہ ہے۔ ایک طرف داعی امت کی ایک بڑی تعداد کی طرف سے تقویٰ کی آڑ میں قرآن کے معانی و مفاہیم سے دور رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ملت کی ایک بڑی تعداد ان حضرات پر مشتمل ہے جن کی طرف سے کتاب الٰہی کو ضابطہ زندگی کی حیثیت سے اختیار کرنے کی بجائے ریشم کے قیمتی قیمتی جزدانوں میں سجا کر اونچے اونچے طاقتوں پر رکھنے کو، موت کے وقت اور اس کے بعد قرآنی خوانی کا اہتمام کر لینے کو، دوکانوں و مکان کی تعمیر کے وقت کتاب الٰہی کی آیات سے آغاز وافتتاح کی رسم انجام دے لینے کو اور تبرک کے طور پر تلاوت قرآن کر لینے کو عظمت قرآن اور تقدس کتاب الٰہی کے اصل مظاہر قرار دیے جارہے ہیں اور دوسری طرف اغیار واجانب کی طرف سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس کتاب ہدایت و انقلاب کے تقدس و نورانیت اور عظمت و جلال کو مسموم و معاندانہ ذہنیت اور مذموم اہداف و مقاصد کے تحت داغدار و پامال کیا جارہا ہے۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں عظمت قرآن اور اس کی تدریس کے تعلق سے صفا شریعت کالج، ڈومریا گنج کی طرف سے مختلف مکاتب فکر کے علماء و فضلاء کی اس کہکشاں کو دعوتِ فکر و نظر دینا اور اس کی عملی تطبیق کے لئے مجتمع کر لینا انتہائی مستحسن اور قابل مبارکباد اقدام ہے۔ ان شاء اللہ اس سیمینار کی صدائے بازگشت اس کیمپس سے باہر بھی سنی جائے گی اور ملک کے گوشے گوشے میں اس کا پیغام عام ہوگا کہ قرآن مجید اور اس سے متعلق تفسیری خدمات کو اخلاص، طلب صادق اور تعصب و تنگ نظری سے پاک ہو کر مرکز توجہ بنایا جائے، تبھی عروج و اقبال اور فوز و فلاح کی شاہ کلید ہاتھ آسکے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے وحواشی

(۱) القرآن

(۲) القرآن

(۳) القرآن

(۴) القرآن

(۵) القرآن

(۶) القرآن

(۷) القرآن

(۸) جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ملاحظہ فرمایئے "مقدمہ"

(۹) غلام احمد حریری: تاریخ تفسیر ومفسرین، ص۵۹۵، ۱۹۸۵ء، تاج کمپنی

(۱۰) غلام احمد حریری: تاریخ تفسیر ومفسرین، ص۶۱۴

(۱۱) غلام احمد حریری: تاریخ تفسیر ومفسرین، ص۶۱۴

(۱۲) ابوعبداللہ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۱،ص۲، (مؤلف کا مقدمہ ملاحظہ فرمایئے)، ۱۹۹۵ء، بیروت

(۱۳) الذهبی: تاریخ الاسلام

(۱۴) ابن خلدون: المقدمة، ص۴۴۰)

(۱۵) الصفدی: الوافی بالوفیات، ج۲،ص۱۲۲

(۱۶) ابن فرحون: الدیباج المذهب، ج۲،ص۳۰۹، ۱۳۲۹ھ، مطبع السعادة، مصر

(۱۷) المقری: نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب، ج،ص۲۱۰

(۱۸) القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، ج۱،ص۳ (مؤلف کا مقدمہ ملاحظہ فرمایئے)

(۱۹) البقرة: ۴۳

(۲۰) القرطبی: ج۱،ص۳۵۳

(۲۱) البقرة: ۱۵۸

(۲۲) القرطبی، ج۲،ص۳۰۴

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاتقان فی علوم القرآن
ایک جائزہ

مولانا عبد العلیم ماہر
استاذ جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، ضلع بلرام پور

حافظ سیوطی کی عظیم اور قابل قدر کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' پر کچھ گفتگو کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ موصوف کا ہلکا سا تعارف پیش کر دیا جائے۔

آپ کا نام عبدالرحمٰن ہے، لقب جلال الدین اور کنیت ابوالفضل ہے۔ والد صاحب کا نام ابوبکر محمد کمال الدین ہے۔ نواح مصر میں دریائے نیل کی مغربی جانب میں واقع ایک شہر سیوط میں یکم رجب المرجب ۸۴۹ھ بعد مغرب آپ کی ولادت ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہو کر یتیم ہو گئے، لیکن تعلیم کے میدان میں اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا، چنانچہ آٹھ سال کی عمر پوری ہونے سے پہلے ہی حافظ قرآن ہو گئے۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد ۲۲ سال کی عمر میں افتاء کا کام شروع کر دیا، پھر ایک سال کے بعد درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت بے بہا سے نوازا تھا، چنانچہ خود آپ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے۔ آپ اپنے دور میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں، اگر مجھے اس سے زیادہ حدیثیں ملتیں تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا۔ دنیا کی دولت و ثروت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح استغنا عطا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا تھا کہ امراء و اغنیاء آپ کی زیارت کو تشریف لاتے اور تحفے تحائف اور ہدایا پیش کرتے، لیکن آپ کسی کا تحفہ و ہدیہ قبول نہ فرماتے۔

آپ کثیر التصانیف تھے اور تقریباً پانچ سو کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں اور ہر فن سے متعلق آپ کی تصانیف موجود ہیں۔ ان تصنیفات میں آپ کی یہ کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' بہت ہی جامع، مفید اور بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے اس میں علوم قرآن سے متعلق ایسے نوادرات جمع کر دیے ہیں جن کی مثال کسی دوسری کتاب میں یکجا طور پر نہیں مل سکتی ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب علوم قرآن کا ایک بحر ذخار ہے جس کی تہہ میں علوم قرآن کے موتی جگمگا رہے ہیں۔ ۶۲ سال کی عمر میں ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ہجری شب جمعہ کے آخری حصہ میں آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کا دور نویں صدی ہجری کا آخری حصہ اور دسویں صدی ہجری کا ابتدائی زمانہ ہے۔

جیسا کہ مقالہ کے موضوع سے ظاہر ہے کہ ''الاتقان فی علوم القرآن'' کا ایک مختصر تجزیاتی مطالعہ پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ یہ کتاب ایک بحر ذخار ہے، اس میں علوم قرآن کے جو انواع پیش کی گئی ہیں وہ حافظ سیوطی کے بیان کے مطابق تین سو سے بھی متجاوز ہیں، مگر بہت سی انواع کو ایک دوسرے میں ضم کر دینے کی وجہ سے مختصر کر دیا گیا ہے، پھر بھی ان کی تعداد ۸۰ تک پہنچ گئی ہے، جن کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

(۱) مکی اور مدنی کی معرفت۔ (۲) حضری و سفری کی معرفت۔ (۳) لیلی اور نہاری کی معرفت۔ (۴) صیفی اور شتائی کی معرفت۔ (۵) فراشی اور نومی کی معرفت۔ (۶) ارضی اور سماوی کی معرفت۔ (۷) سب سے پہلے کون سی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ (۸) سب سے آخر میں کون سی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ (۹) سبب نزول کیا ہے؟ (۱۰) وہ آیتیں کون سی ہیں جو بعض صحابہ کی زبان پر نازل ہوئی ہیں۔ (۱۱) وہ آیتیں کون سی ہیں جو مکرر نازل ہوئی ہیں؟ (۱۲) وہ آیتیں کون سی ہیں جن کا حکم نزول سے مؤخر ہے یا جن کا نزول حکم سے مؤخر ہے؟ (۱۳) ان آیتوں کی معرفت جو متفرق طور پر نازل ہوئی ہیں یا جو یکجا نازل ہوئی ہیں۔ (۱۴) وہ آیتیں کون سی ہیں جو صرف حضرت جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوئی ہیں اور وہ کون سی آیتیں ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو فرشتوں کی ایک جماعت کے ذریعہ نازل ہوئی ہیں؟ (۱۵) وہ آیتیں کون سی ہیں جو ہمارے نبی ﷺ سے پہلے بعض انبیاء پر بھی نازل ہوئی ہیں اور وہ کون سی ہیں جو صرف ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہیں؟ آپ سے پہلے کسی بھی نبی پر نہیں نازل ہوئی ہیں۔ (۱۶) نازل ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ (۱۷) آیتوں اور سورتوں کے نام کی معرفت۔ (۱۸) قرآن کے جمع و ترتیب کا بیان۔ (۱۹) قرآن کی سورتوں، آیتوں، کلمات اور حروف کی تعداد کیا ہے؟ (۲۰) قرآن کے حفاظ اور راوی کون ہیں؟ (۲۱) سند کے اعتبار سے عالی اور نازل کا بیان۔ (۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷) متواتر، مشہور، آحاد، شاذ، موضوع اور مدرج کی پہچان میں۔ (۲۸) وقف اور ابتداء کی پہچان میں۔ (۲۹) موصول لفظاً اور مفصول معناً کے بیان میں۔ (۳۰) امالہ اور فتحہ کے بیان میں۔ (۳۱) ادغام، اظہار، اخفاء اور اقلاب کے بیان میں۔ (۳۲) مد اور قصر کے بیان میں۔ (۳۳) ہمزہ کی تخفیف کے بیان میں۔ (۳۴) یاد کرنے اور حاصل کرنے کی کیفیت کے بیان میں۔ (۳۵) آداب تلاوت کے بیان میں۔ (۳۶) اس کے غریب الفاظ کی پہچان میں۔ (۳۷) ان آیتوں کا بیان جن میں لغت حجاز کے بجائے دوسری زبانوں کا ذکر ہے۔ (۳۸) ان آیتوں کا بیان جن میں لغت عرب کے بجائے دوسری زبانوں کا ذکر ہے۔ (۳۹) وجوہ و نظائر کی پہچان میں۔ (۴۰) ان حروف کے معانی کی پہچان میں جن کی طرف مفسر کو احتیاج ہوتا ہے۔ (۴۱) اعراب کی معرفت میں۔ (۴۲) ان اہم قواعد کے بیان میں جن کی معرفت کا مفسر محتاج ہوتا ہے۔ (۴۳) محکم اور متشابہ کے بیان میں۔ (۴۴) مقدم اور مؤخر کے بیان میں۔ (۴۵) خاص اور عام کے بیان میں۔ (۴۶) مجمل اور مبین کے بیان میں۔ (۴۷) ناسخ اور منسوخ کے بیان میں۔ (۴۸) مشکل اور اختلاف و تناقض کے وہم میں ڈالنے کے بیان میں۔ (۴۹) مطلق اور مقید کے بیان میں۔ (۵۰) منطوق اور مفہوم کے بیان میں۔ (۵۱) مخاطب کے طریقوں کے بیان میں۔ (۵۲) حقیقت اور مجاز کے بیان میں۔ (۵۳) تشبیہ و استعارات کے بیان میں۔ (۵۴) کنایہ اور تعریض کے بیان میں۔ (۵۵) حصر اور اختصاص کے بیان میں۔ (۵۶) ایجاز اور اطناب کے بیان میں۔ (۵۷) خبر و انشاء کے بیان میں۔ (۵۸) بدائع قرآن کے بیان میں۔ (۵۹) آیتوں کے فواصل کے بیان میں۔ (۶۰) سورتوں کے فواتح کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان میں۔(۶۱) سورتوں کے خواتم کے بیان میں۔(۶۲) آیتوں اور سورتوں کی مناسبت کے بیان میں۔(۶۳) آیات متشابہات کے بیان میں۔(۶۴) قرآن کے اعجاز کے بیان میں۔(۶۵) قرآن سے مستنبط ہونے والے علوم کے بیان میں۔(۶۶) امثال کے بیان میں۔(۶۷) اقسام کے بیان میں۔(۶۸) جدل کے بیان میں۔(۶۹) نام، کنیت اور القاب کے بیان میں۔(۷۰) مبہمات کے بیان میں۔(۷۱) ان لوگوں کے نام کے بیان میں جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے۔(۷۲) فضائل قرآن کے بیان میں۔(۷۳) افضل قرآن اور اس کے فضائل کے بیان میں۔(۷۴) مفردات قرآن کے بیان میں۔(۷۵) اس کے خواص کے بیان میں۔(۷۶) رسم الخط اور آداب کتابت کے بیان میں۔(۷۷) تاویل اور تفسیر کی معرفت اور اس کے شرف اور اس کے احتیاج کے بیان میں۔(۷۸) مفسر کے شرائط اور اس کے آداب کی معرفت کے بیان میں۔(۷۹) غرائب تفسیر کے بیان میں۔(۸۰) طبقات مفسرین کے بیان میں۔

مضامین کی ان تفصیلات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حافظ سیوطی نے کتنی باریک بینی کے ساتھ علوم قرآن پر گہری نظر ڈالی ہے اور اس کے ایک ایک گوشہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ان کی یہ کوشش قابل قدر اور لائق ستائش ہے اور امت مسلمہ بالخصوص علماء امت پر احسان عظیم ہے۔ چار سال کی مسلسل محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو علوم قرآن کی مختلف قسم کی خوشبوؤں اور مختلف رنگ کے پھولوں سے مہکا دیا ہے، جس کی خوشبو اور مہک سے پوری علمی دنیا معطر ہے۔

اس وقت ان اسّی مضامین میں سے صرف شروع کے دس مباحث کو نہایت ہی اختصار سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ دس مباحث یہ ہیں:

(۱) مکی اور مدنی کی معرفت۔(۲) حضری وسفری کی معرفت۔(۳) لیلی اور نہاری کی معرفت۔(۴) صیفی اور شتائی کی معرفت۔(۵) فراشی اور نومی کی معرفت۔(۶) ارضی اور سماوی کی معرفت۔(۷) جو سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی معرفت۔(۸) جو سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں ان کی معرفت۔(۹) سبب نزول کی معرفت۔(۱۰) ان آیتوں کا بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو قرآن میں بعض صحابہ کی زبان پر نازل ہوئی ہیں۔

۱۔ مکی اور مدنی کی معرفت

مکی اور مدنی کے بارے میں علماء کی تین اصطلاحیں ہیں۔

(۱) جو آیتیں ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں، چاہے وہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں چاہے مدینہ میں، چاہے فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی ہوں چاہے حجۃ الوداع کے موقع پر اور چاہے کسی سفر میں نازل ہوئی ہوں اور معلوم ہو کہ ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ پہنچنے سے قبل جتنی آیتیں راستے میں نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں۔

(۲) جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں چاہے ہجرت کے بعد وہ مکی ہیں اور جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں۔ اس قول کے مطابق جو آیتیں سفر میں نازل ہوئی ہیں ان پر مکی اور مدنی کا اطلاق نہیں ہوگا، چنانچہ طبرانی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن تین مقامات پر نازل ہوا ہے: مکہ، مدینہ اور شام، یعنی بیت المقدس لیکن حافظ ابن کثیر شام سے مراد تبوک لیتے ہیں۔ حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ مکہ سے مراد مکہ اور مکہ کے اطراف ہیں۔ مثلاً منیٰ، عرفات، حدیبیہ اور مدینہ سے مراد مدینہ اور مدینہ کے اطراف ہیں، مثلاً بدر، اُحد اور سلع۔

(۳) جن آیتوں میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہیں اور جن میں اہل مدینہ سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔

مکی اور مدنی کی ان تینوں اصطلاحات میں پہلی اصطلاح زیادہ مشہور اور قابل اعتماد ہے اور مکی و مدنی کی معرفت کے سلسلے میں زیادہ انحصار صحابہ و تابعین کے حفظ پر کیا گیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں کوئی قول وارد نہیں ہے، کیونکہ آپ کو نہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کو امت کے فرائض میں شامل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک رویت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی ہے۔ حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عکرمہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا کہ کہاں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ پہاڑ کے دامن میں نازل ہوئی ہے اور سلع کی طرف اشارہ کیا۔ حافظ سیوطی حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ مدینہ میں کون کون سی سورتیں نازل ہوئی ہیں تو حضرت ابی بن کعب نے جواب دیا کہ مدینہ میں ۲۷ سورتیں نازل ہوئی ہیں اور باقی سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا کہ قرآن پاک کی مکی و مدنی آیتوں کو کھول کھول کر واضح طریقہ سے بیان کیجیے تو انھوں نے کہا کہ میں نے یہی سوال حضرت ابن عباس سے کیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ سورۂ انعام ایک ہی دفعہ میں مکہ میں نازل ہوئی ہے تو یہ مکی سورت ہے، مگر اس میں سے تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور وہ تینوں مدنی ہیں۔ وہ آیتیں آیت نمبر ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴ ہیں جو "**قل تعالوا اتل...**" سے تین آیت کے اختتام تک ہیں اور سورۂ انعام سے قبل جتنی سورتیں ہیں وہ سب کی سب مدنی ہیں اور مکہ میں نازل ہونے والی سورتیں یہ ہیں: الاعراف، یونس، ھود، یوسف، الرعد، ابراھیم، الحجر، النحل، البتہ سورۂ نحل کی آخری تین آیتیں مکہ اور مدینہ کے درمیان غزوۂ اُحد سے واپسی کے وقت نازل ہوئی ہیں اور بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہٰ، الانبیاء، الحج، سوائے تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وہ تینوں آیتیں آیت نمبر ۱۹، ۲۰، ۲۱ ہیں اور سورۃ المومنون، الفرقان، سورۃ الشعراء سوائے آخری پانچ آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں، جن کی ابتداء "**والشعراء یتبعهم الغاؤن**" سے ہوتی ہے اور سورۃ النمل، القصص، العنکبوت، الروم اور لقمان سوائے تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وہ تینوں آیتیں آیت نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹ ہیں جن کا آغاز "**ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام**" سے ہوتا ہے اور سورۃ السجدۃ سوائے تین آیت کے وہ تینوں آیتیں آیت نمبر ۱۸، ۱۹، ۲۰ ہیں اور سورۂ سبا، فاطر، یٰسین، الصافات، صٓ، الزمر سوائے تین آیتوں کے جو حضرت وحشی قاتل سید الشہداء حضرت حمزہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ وہ تینوں آیتیں آیت نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵ ہیں اور ساتوں
حوامیم ق، الذاریات، الطّور، النجم، القمر، الرحمٰن، الواقعہ، الصّف اور التغابن، مگر آخری چند
آیتیں جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور سورۃ الملک، ن، الحاقۃ، المعارج، نوح، الجن، المزمل مگر
آخری دو آیتیں اور سورۃ المدثر سے آخر قرآن تک ساری سورتیں مکی ہیں، سوائے اذا زلزلت،
اذا جاء نصر الله، قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس
کے، پس یہ سب کی سب مدنی سورتیں ہیں اور مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ سورۃ الانفال، براۃ،
النور، الاحزاب اور سورۂ محمد، الفتح، الحجرات، الحدید اور یہاں سے سورۂ تحریم تک کی ساری
سورتیں مدنی ہیں۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "دلائل النبوة" میں ذکر
کیا ہے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت حسین بن ابوالحسن دونوں فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں
سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں نازل کیا ہے وہ یہ ہیں:

اقرأ باسم ربک و نٓ والمزمل والمدثر وتبت يدا أبى لهب و اذا الشمس
كورت وسبح اسم ربک الأعلىٰ، والليل اذا يغشى، والفجر و الضحىٰ والم
نشرح والعصر والعاديات والكوثر والهٰكم التكاثر وأرايت و قل يايها الكفرون
واصحٰب الفيل والفلق وقل اعوذ برب الناس وقل هو الله أحد والنجم و عبس و
انا انزلناه والشمس وضحٰها والسماء ذات البروج والتين والزيتون ولايلاف
قريش والقارعة ولا اقسم بيوم القيٰمة والهمزة والمرسلات و قٓ ولا اقسم بهذا
البلد والسماء والطارق واقتربت الساعة وصٓ والجن ويٰسين والفرقان
والملائكة وطٰهٰ والواقعة وطٰسٓمٓ وطٰسٓ وطٰسٓم و بنى اسرائيل والتاسعة وهود و
يوسف وأصحاب الحجر والانعام والصٰفت ولقمان وسبا والزمر وحٰمٓ المومن
وحٰم الدخان وحٰم السجدة وحٰم عسق وحم الزخرف والجاثية والأحقاف
والذاريات والغاشية وأصحٰب الكهف والنحل ونوح وابراهيم والانبياء
والمؤمنون والم السجدة والطور وتبارک والحاقة وسأل و عم يتساء لون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والنازعات واذا السماء انشقت واذا السماء انفطرت والروم والعنكبوت.

بیہقی نے فرمایا کہ تاسعہ سے مراد سورۂ یونس ہے اور بیہقی نے یہ بھی فرمایا کہ درج ذیل چند سورتیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں اس روایت سے ساقط ہوگئی ہیں، یعنی راوی روایت کے وقت ان سورتوں کو بھول گیا: الفاتحة، الاعراف و کھیعص.

اس کے بعد حافظ سیوطی نے ایک اور روایت پیش کی ہے جو حضرت مجاہد کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ یہ روایت مذکورہ حدیث کے معنی میں ہے، البتہ اس میں ان ساقط شدہ تینوں سورتوں کا ذکر ہے اور مزید یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سب سے پہلے "اقرأ باسم ربک" نازل کیا ہے، اس کے بعد حافظ سیوطی نے حضرت عطا خراسانی کے ذریعہ سے حضرت ابن عباس کی ایک اور روایت پیش کی ہے جس میں مکی اور مدنی سورتوں کی تعیین کے ساتھ حضرت ابن عباس نے "ثم" کہہ کر سورتوں کی ترتیب کو بھی واضح کردیا ہے، جس سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوجاتی ہے کہ کون سی سورت کب اور کس سے پہلے اور کس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ روایت اس طرح سے ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب مکہ میں کسی سورت کا ابتدائی حصہ نازل ہوتا تھا تو اسے مکہ میں لکھ دیا جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ اس میں جس قدر چاہتا تھا اضافہ کرتا رہتا تھا۔ قرآن کے نزول کی ترتیب یہ ہے: "اقرأ باسم ربک"، "ن"، یایها المزمل، یایها المدثر، تبت یدا ابی لهب، اذا الشمس کورت، سبح اسم ربک الاعلیٰ، واللیل اذا یغشی، والفجر، والضحیٰ، الم نشرح، والعصر، والعادیات، انا أعطیناک، الهکم التکاثر، أرأیت الذی یکذب، قل یایها الکفرون، الم تر کیف فعل ربک، قل اعوذ ربک الفلق، قل أعوذ برب الناس، قل هو الله أحد، والنجم، عبس، انا انزلناه فی لیلة القدر، والشمس وضحها، والسماء ذات البروج، والتین، لایلاف قریش، القارعة، لااقسم بیوم القیمة، ویل لکل همزة، والمرسلات، ق، لااقسم بهذا البلد، والسماء والطارق، اقتربت الساعة، ص، الاعراف، قل اوحی، یٰسین، الفرقان، الملائکة، کهیعص، طٰهٰ، الواقعه، طسم الشعراء، طس، القصص، بنی اسرائیل، یونس، هود، یوسف،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحجر، الانعام، الصافات، لقمان، سبا، الزمر، حم المؤمن، حم السجدة، حمعسق، حم الزخرف، الدخان، الجاثية، الاحقاف، الذاريات، الغاشية، الكهف، النحل، انا ارسلنا نوحا، سوره ابراهيم، الانبياء، المومنين، الم تنزيل السجدة، الطور، تبارک الذی، الحاقة، عم یتساء لون، النازعات، اذا السماء انفطرت، اذا السماء انشقت، الروم، العنکبوت، ویل للمطففین. پس یہ سب وہ سورتیں ہیں جو مذکورہ ترتیب کے ساتھ مکہ میں نازل ہوئی ہیں، پھر مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی ترتیب یہ ہے:

البقرة، الانفال، آل عمران، الاحزاب، الممتحنة، النساء، اذا زلزلت، الحدید، القتال، الرعد، الرحمن، الانسان، الطلاق، لم یکن، الحشر، اذا جاء نصر الله، النور، الحج، المنافقون، المجادلة، الحجرات، التحریم، الجمعة، التغابن، الصف، الفتح، المائدة، برأة.

اس کے بعد حافظ سیوطی نے مکی و مدنی کے سلسلے میں علماء امت کے اختلافات کو ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں مختلف اقوال پیش کیے ہیں جن کو ہم اگر اختصار سے بھی ذکر کریں تو بات لمبی ہو جائے گی اور وقت کی کمی کی وجہ سے بات ادھوری بھی رہ جائے گی، اس لئے اس بحث کو ہم یہیں پر ختم کرتے ہیں۔

۲۔ حضری اور سفری کی معرفت

حضری سورتیں اور آیتیں تو بہت ہیں، البتہ جو سفری ہیں یعنی حالت سفر میں نازل ہوئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ”واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی“ یہ آیت مکہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر اور بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

(۲) ”ولیس البر بأن تأتوا البیوت من ظهورها“ یہ آیت حدیبیہ کے موقع پر نازل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

(۳) "وأتموا الحج والعمرة" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) "فمن كان منكم مريضاً أو به أذى من رأسه" حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

(۵) "آمن الرسول" فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

(۶) "واتقوا يوماً ترجعون فيه" منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔

(۷) "الذين استجابوا لله والرسول" مقام حمراء الاسد میں نازل ہوئی ہے۔

(۸) آیت تیمّم سفر میں نازل ہوئی ہے۔

(۹) "ان الله يأمركم أن تؤدوا الامانات الى أهلها" فتح مکہ کے موقع پر کعبہ مقدسہ میں نازل ہوئی ہے۔

(۱۰) "واذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلوٰة" مقام عسفان میں ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ ۳۳ مقامات اور ہیں جہاں حالتِ سفر میں قرآن کی بعض سورتیں اور آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

۳- نہاری اور لیلی کی معرفت

نہاری سورتوں اور آیتوں کی مثالیں بہت زیادہ ہیں جیسا کہ ابن حبیب فرماتے ہیں: "نزل اكثر القرآن نهاراً" البتہ لیلی سورتوں اور آیتوں کی مثالیں کم ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) تحویل قبلہ والی آیت جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے: بينما الناس بقباء فى صلوٰة الصبح اذ اتاهم آت فقال: "ان النبى ﷺ قد أنزل عليه الليلة قرآن و قد أمر ان يستقبل القبلة."

(۲) "ان فى خلق السموت والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الألباب." الی اختتام السورة.

یہ ساری آیتیں رات میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن حبان اور ابن المنذر وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۳) "واللہ یعصمک من الناس" یہ آیت بھی رات میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ سے امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(۴) سورہ انعام بھی رات میں نازل ہوئی ہے، اس کے نزول کے وقت ستر ہزار فرشتے ساتھ آئے تھے، جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔

(۵) "الثلاثة الذین خلفوا" والی آیت بھی رات میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت کعب بن مالک سے صحیحین میں مروی ہے۔

طوالت کے خوف سے صرف انھی پانچ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ رات میں نازل ہونے والی سورتیں اور آیتیں ۱۳ ہیں۔

۴۔ صیفی اور شتائی

کلالہ کے بارے میں دو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ ایک موسم سرما میں جو سورہ النساء کے شروع میں ہے، دوسری موسم گرما میں جو سورہ النساء کے آخر میں ہے۔ اسی طرح سے "الیوم أکملت لکم دینکم" اور "واتقوا یوماً ترجعون" اور آیت دین اور سورہ نصر اور وہ آیتیں جو غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہ سب موسم گرما میں نازل ہوئی ہیں اور آیت افک اور سورہ احزاب کی وہ آیتیں جو غزوۂ خندق کے سلسلے کی ہیں، یہ سب کی سب موسم سرما میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت حذیفہ سے امام بیہقی نے روایت کی ہے۔

۵۔ فراشی اور نومی

فراشی کی مثالوں میں قرآن پاک کی آیت "واللہ یعصمک من الناس" ہے۔ اسی طرح سے "الثلاثة الذین خلفوا" ہے، جیسا کہ حضرت اُمّ سلمہ کی روایت صحیح میں وارد ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نومی کی مثال میں سورہ کوثر ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے۔

۶- ارضی وسماوی

ارضی وسماوی کے سلسلہ میں حافظ سیوطی نے ابن العربی کا قول پیش کیا ہے کہ قرآن میں سے بعض آیتیں ارضی ہیں اور بعض سماوی اور بعض وہ ہیں جو آسمان وزمین کے درمیان نازل ہوئی ہیں اور بعض وہ ہیں جو زمین کے نیچے غار میں نازل ہوئی ہیں، حافظ سیوطی نے هبة الله المفسر کا یہ قول بھی پیش کیا ہے کہ پورا قرآن مکہ اور مدینہ کے بیچ میں نازل ہوا ہے، سوائے چھ آیتوں کے تین آیتیں سورہ الصافات کی جو یہ ہیں "وما منا الا له مقام معلومo وانا لنحن الصافونo وانا لنحن المسبحونo اور ایک آیت سورہ زخرف کی ہے "واسأل من أرسلنا من قبلک من رسلنا" اور دو آیتیں سورۂ بقرۃ کی آخر کی ہیں جو شب معراج میں نازل ہوئی ہیں۔

۷- اول ما نزل (جو سب سے پہلے نازل ہوئی)

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیتوں کے بارے میں حافظ سیوطی نے چار قول ذکر کیا ہے۔ پہلا قول جو سب سے زیادہ صحیح ہے اور اکثر علماء ومحدثین نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ سب سے پہلے اقرأ باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی ہے، چنانچہ صحابہ میں سے حضرت عائشہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور محدثین میں سے شیخین، امام بیہقی، امام طبرانی، سعید بن منصور اور دیگر علماء میں سے حضرت مجاہد اور امام زہری وغیرہ اسی کے قائل ہیں کہ سب سے پہلے "اقرأ باسم ربک الذی" نازل ہوئی ہے۔

دوسرا قول جو حضرت جابر کی طرف منسوب ہے کہ پہلی آیت جو نازل ہوئی ہے وہ "یایها المدثر" ہے، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔ پہلے قول والوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مکمل سورت کے نازل ہونے کے اعتبار سے سورۂ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، یعنی اقرأ باسم کی پانچ آیتوں کے بعد سورہ مدثر مکمل طور پر پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل سورت نازل نہیں ہوئی ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فترہ کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انذار کے حکم کے اعتبار سے سب سے پہلے سورۂ مدثر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کسی آیت میں انذار کا حکم نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ نبوت کے لئے جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے وہ اقرأ باسم ربک ہے اور رسالت کے لئے جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے وہ یایها المدثر ہے۔

تیسرا قول جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی ہے وہ سورہ فاتحہ ہے۔ یہ قول بھی مرجوح ہے اور پہلے قول والوں کا جواب اس قول کے بارے میں یہ ہے کہ اقرأ اور مدثر کے بعد سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل قول نہیں ہے، بلکہ اس اعتبار سے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا جزو ہے تو جو سورت بھی پہلے نازل ہوئی ہے اس سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی ہے۔

۸- آخر ما نزل (جو سب سے آخر میں نازل ہوئی)

اس بارے میں بھی علماء میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور بہت سے اقوال منقول ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(۱) حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیتِ کلالہ ہے اور آخری سورت سورۂ براۃ ہے۔

(۲) امام بخاری نے حضرت ابن عباس کا قول یہ بیان کیا ہے کہ آخری آیت آیتِ ربا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔ آیت ربا سے مراد سورۂ بقرۃ کی یہ آیت ہے: یایها الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا.'' امام احمد اور ابن ماجہ نے بھی حضرت عمر سے یہی نقل کیا ہے کہ آخری نازل ہونے والی آیت آیتِ ربا ہے۔

(۳) امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے یہ نقل کیا ہے کہ آخری نازل ہونے والی آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"واتقوا یوما ترجعون فیه" ہے۔ ابن مردویہ، ابن جریر اور فریابی نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے یہی قول نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت کے نزول اور نبی اکرم ﷺ کی وفات میں ۸۱ یوم کا فاصلہ ہے، لیکن ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ صرف ۹ رات کا فاصلہ ہے۔

(۴) ابن جریر نے حضرت سعید بن مسیّب سے نقل کیا ہے کہ آخری آیت آیتِ دَین ہے۔

ان مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد حافظ سیوطی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ ان اقوال میں کوئی منافات نہیں۔ اصل یہ ہے کہ آیتِ ربا اور واتقوا یوماً والی آیت اور آیتِ دَین سب کی سب ایک ہی دفعہ میں ایک ہی ساتھ نازل ہوئی ہیں اور یہ ساری آیتیں سورۂ بقرۃ میں ایک ترتیب سے ہیں تو بعض نے ان میں سے ایک آیت کو آخری آیت کہہ دیا تو دوسرے نے دوسری آیت کو اور تیسرے نے تیسری آیت کو، لہٰذا یہ سب آیتیں نزول قرآن کے اعتبار سے آخری آیتیں ہیں، البتہ براء بن عازب کی روایت کہ آخری آیت آیتِ کلالہ ہے تو اس سے مراد وراثت کے سلسلے کی آخری آیت ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اقوال حافظ سیوطی نے ذکر کئے ہیں لیکن مقالہ کی طوالت کے خوف سے ہم اسے بیان کرنے سے معذور ہیں، البتہ ایک قول کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ عام طور پر مشہور ہے کہ قرآن کی آخری آیت "الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً" ہے، یہ غلط ہے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ آیتِ ربا، آیتِ دَین وغیرہ اس کے بعد نازل ہوئی ہیں اور اس آیت میں اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد بلد حرام پر مسلمانوں کا تسلط اور وہاں سے مشرکین کا انخلا ہے کہ اب حج میں صرف مسلمان ہی شریک ہوں گے، غیر مسلم حج میں شریک نہیں ہوسکیں گے، جبکہ اس سے پہلے حج میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک رہتے تھے۔

۹۔ سببِ نزول کی معرفت

قرآن کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لئے سببِ نزول کی معرفت بہت ضروری ہے۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر واقعہ ہے کہ سبب نزول کی معرفت کے بغیر صحیح طریقہ سے قرآن کا سمجھنا تقریباً محال ہے، چنانچہ واحدی فرماتے ہیں کہ آیت کے قصہ اور بیان نزول سے واقفیت کے بغیر آیت کی تفسیر کی معرفت ممکن نہیں ہے۔ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ معانی قرآن کے سمجھنے میں سبب نزول ایک قوی ذریعہ ہے اور امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سبب نزول کی معرفت سے آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے، کیونکہ سبب کے علم سے قطعی طور پر مسبّب کا علم ہو جاتا ہے، بہر حال یہ طے ہے کہ سبب نزول کی معرفت قرآن کے فہم میں بہت زیادہ معین و مددگار ہے، اسی بنا پر علماء مفسرین نے سبب نزول کے بیان پر کافی توجہ دی ہے، چنانچہ جعبری فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن ابتداً میں نازل ہوا ہے، اس کے ساتھ کوئی واقعہ یا سوال متعلق نہیں ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ قرآن کا نزول کسی خاص واقعہ یا کسی سوال کے بعد ہوا ہے۔ پہلی قسم کے لئے کوئی شان نزول نہیں ہے، البتہ دوسری قسم کے لئے شانِ نزول ہے اور جہاں شانِ نزول ہے وہاں بسا اوقات شانِ نزول کے بغیر قرآن کے معانی کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً حضرت عثمان بن مظعون اور عمرو بن معدی کرب شراب کو مباح سمجھتے تھے۔ ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت تھی "لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا" چونکہ ان دونوں کو اس آیت کا سبب نزول معلوم نہیں تھا، اس لئے شراب کو مباح کہہ دیا اور اگر یہ دونوں سبب نزول جانتے تو ہرگز ایسا نہیں کہتے۔ اس آیت کا سبب نزول ہے کہ جب شراب حرام کی گئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ جب شرام حرام ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جو راہ خدا میں شہید ہو گئے ہیں اور وہ شراب پیتے تھے تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جو ایمان و عمل صالح والے حرمت شراب سے پہلے شراب پی چکے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، یعنی یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ مخصوص لوگوں کے لئے ہے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں حافظ سیوطی نے پیش کی ہیں، لیکن ان سب کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے، اس لئے صرف اسی ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہوئے یہ بحث یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔قرآن کی کچھ آیتیں بعض صحابہ کی زبان پر نازل ہوئی ہیں

یہ دراصل اسباب نزول کی ایک قسم ہے اور اس میں اصلی موافقات عمر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه" یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان و دل پر جاری کر دیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ "وما نزل بالناس أمر قط فقالوا وقال الا نزل القرآن علی نحو ما قال عمر" یعنی جب بھی کوئی معاملہ یا واقعہ پیش آیا اور اس کے بارے میں لوگوں نے کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی کوئی بات کہی تو قرآن عظیم نے حضرت عمر ہی کے قول کی تائید کی۔ ابن مردویہ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کسی معاملہ میں کوئی رائے دیتے تو قرآن سے اسی رائے کی تائید ہوتی، چنانچہ امام بخاریؒ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین چیزوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی ہے۔ (۱) میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کاش! ہم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بناتے تو قرآن کی آیت نازل ہوئی: "واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى." (۲) میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ کی عورتوں کے پاس ہر قسم کے نیک و بد لوگ آتے رہتے ہیں، کاش کہ آپ ان کو پردہ کا حکم فرماتے، چنانچہ آیت حجاب نازل ہوگئی۔ (۳) ایک دفعہ تمام ازواج مطہرات نے متحدہ طور پر آپ سے کچھ غیر ضروری چیزوں کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا کہ اگر تم اسی طرح کے مطالبے پر قائم رہیں تو بہت ممکن ہے کہ تم کو طلاق ہو جائے اور اللہ اپنے رسول کے لئے تم سے بہتر بیویاں بدل دے، چنانچہ قرآن پاک میں اسی طرح کی آیت نازل ہوگئی۔ ابن ابی حاتم نے حضرت انسؓ سے اسی طرح کی روایت پیش کی ہے، مگر اس میں "وافقت ربی فی اربع" ہے، یعنی چار چیزوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی ہے۔ تین تو وہی ہیں جو مذکور ہوئیں (۴) چوتھی یہ ہے کہ سورۂ مومنون کی یہ آیت جب نازل ہوئی یعنی "ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين — الى — ثم انشأناه خلقا آخر." تو میں نے برجستہ کہہ دیا "فتبارک الله احسن الخالقين" چنانچہ آیت میں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ٹکڑا نازل ہوا اور ابن ابی لیلی نے روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر سے ملاقات کی اور کہا کہ تمہارے صاحب جس جبریل کا ذکر کرتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: من کان عدوا للّٰه وملائکته ورسله و جبریل ومیکل فان اللّٰه عدو للکافرین" چنانچہ قرآن پاک میں بھی اسی طرح سے نازل ہوئی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ نے حضرت عائشہ پر افک کی بات جب سنی تو کہا "سبحانک هذا بهتان عظیم" چنانچہ قرآن میں بھی اسی موقع پر یہی ٹکڑا نازل ہوا، گویا حضرت عمر کے بعد حضرت سعد بن معاذ بھی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کی زبان پر قرآن نازل ہوا، نیز حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابوایوب کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے، جس کے راوی حضرت سعید بن مسیّب ہیں۔

کتاب الاتقان کے اَسّی مباحث میں سے صرف دس مباحث پر میں نے نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ کچھ باتیں پیش کی ہیں جن میں قرآن کے سلسلے کی بہت ہی نادر معلومات اکٹھا ہوئی ہیں۔ اس موقع پر میں اہل علم سے گزارش کروں گا کہ یہ کتاب الاتقان بہت ہی مفید، جامع اور قابل قدر کتاب ہے، لہٰذا آپ لوگ موقع اور فرصت نکال کر ضرور اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ علوم قرآن کا ایک وافر حصہ آپ کی صلاحیت و استعداد میں اضافہ کا باعث بنے گا۔ وما ذلک علی اللّٰه بعزیز.

☆—☆—☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ فی اصول التفسیر لابن تیمیہ

ایک مطالعہ

مولانا ابوالبرکات اصلاحیؒ

ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

"مقدمہ فی اصول التفسیر" شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب ایک اہم اور عظیم تالیف ہے۔ ضخامت اور جسامت کے لحاظ سے مختصر ہے، مگر اپنی معنویت کے اعتبار سے بہت ہی وقیع اور قابل قدر ہے اور یہ مقدمہ — اس مقدمہ کی حیثیت ایک قاعدہ کلیہ کی ہے جس سے قرآن کو سمجھنے، تفسیر کو جاننے اور اس کے حقیقی معنی و مفہوم کو پالینے میں مدد ملے گی۔ اس کے ذریعہ معقولات اور منقولات کو جانچنے، پرکھنے اور حق و باطل میں فرق و امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت ابھرے گی۔

اس میں تفسیر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اولاً قرآن کی تفسیر خود قرآن سے، ثانیاً سنت سے، ثالثاً اقوال صحابہ سے، رابعاً اقوال تابعین سے کی جائے۔

اس میں ہے — اسرائیلیات کی روایت کی اجازت صرف استشہاد کے لئے ہے، اعتقاد کے لئے نہیں۔ جو اسرائیلی روایات ہماری مصدق دینی تعلیمات سے موافقت کریں گی، ہم انہیں صحیح مان لیں گے اور جو روایات ہماری دینی تعلیمات کی مخالف ہیں جن کا جھوٹ ہونا ہم پر واضح ہے، ہم انہیں باطل قرار دیں گے اور وہ روایات جن کے بارے میں ہمارے یہاں سکوت ہے، ہماری دینی تعلیمات نہ ان کی تصدیق کرتی ہیں اور نہ ہی تکذیب۔ ایسی اسرائیلیات کو نہ ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی جھٹلاتے ہیں۔

اس میں ہے — بدعتی فرقے کبھی اپنی رائے سے آیات کی تاویلیں کرتے ہیں۔ کبھی اپنے مذہب کی تائید میں ایسے دلائل لاتے ہیں جن کی آیات متحمل نہیں ہوتیں۔ کبھی اپنے مذہب کے خلاف پڑنے والی آیتوں کی تاویل میں تحریف سے بھی کام لیتے ہیں۔ خوارج، روافض، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، جہمیہ وغیرہ فرقوں کی یہی روش ہے۔

تفسیر کا ایک بہترین طریقہ التفسیر النقلی ہے، یعنی التفسیر بالماثور ہے، اس کے لئے شیخ الاسلام نے اس رسالے میں علوم الحدیث کی ایک معرکۃ الآرا بحث خبر واحد اور محدثین کے اجماع کے متعلق بھی کی ہے۔

شیخ الاسلام مختلف روایات کی صحت کا معیار بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرسل روایتیں اگر کئی طریقوں سے مروی ہوں اور انہیں گڑھنے کی سازش نہ کی گئی ہو تو قطعاً صحیح ہیں، کیونکہ جو بات نقل کی جارہی ہے یا تو اصل کے مطابق ہوگی، یعنی صحیح ہوگی یا اس کے خلاف ہوگی یعنی جھوٹ ہوگی۔ راوی نے گڑھ لیا ہے یا بیان کرنے میں اس سے نادانستہ غلطی ہوگئی ہے۔ جب یہ دونوں صورتیں نہ ہوں، جھوٹ بھی نہ بولا گیا ہو اور بھول چوک بھی نہ ہوئی ہو تو روایت بلاشک صحیح ہوگی۔

لہٰذا جب حدیث دو یا زیادہ طریقوں سے مروی ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ راویوں نے اسے مل کر گڑھا نہیں ہے، ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہو کہ اس قسم کے معاملے میں جھوٹ بولنے اور سازش کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہو سکتی تو ماننا پڑے گا کہ روایت صحیح ہے۔

☆ شیخ کہتے ہیں: صحابہ و تابعین قابل اعتماد ہیں۔ جو کوئی صحابہ کے حالات سے واقف ہے وہ یہ بھی یقین سے جانتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صحابی رسول اللہ ﷺ پر کذب عمد کا مرتکب نہیں ہو سکتا، یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بول نہیں سکتا۔ یہی حال مدینے، مکے، شام، بصرے کے تابعین کا ہے۔ یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ انفراداً غلطی کا امکان ان سے بھی ہے۔ آدمی بھول چوک کا شکار ہوتا ہی رہتا ہے، مگر اتفاقی غلطی صحت کے منافی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ فرماتے ہیں: جب کوئی طویل حدیث دو مختلف طریقوں سے مروی ہو اور راویوں کی اس میں سازش نہ ہو تو وہ روایت غلط ہو سکتی ہے نہ جھوٹی، کیونکہ غلطی پورے لمبے قصے میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعض حصوں میں ہی ہو گی۔ اب اگر دو راوی بعینہٖ ایک ہی طولانی قصہ بیان کرتے ہیں اور دونوں کا بیان یکساں ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ بیان و روایت میں نہ غلطی ہے نہ جھوٹ، خصوصاً جب یہ بھی معلوم ہو چکا ہو کہ ان میں راویوں نے جھوٹ بولنے پر اتفاق نہیں کیا ہے۔

☆ شیخ فرماتے ہیں: بخاری و مسلم میں جو حدیثیں موجود ہیں ان کے بارے میں یقین ہے کہ نبی ﷺ ہی کے فرمودات ہیں اور ان کی بڑی اکثریت اسی قبیل سے ہے۔ اہل علم نے قبول و تصدیق کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا ہے۔ امت کبھی غلطی پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ امت انہیں اگر قبول و تصدیق کی سند بخش رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم یہ یقین کر لیں کہ یہ حکم ظاہر ہی نہیں حقیقت میں بھی ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے جمہور اہل علم کا اس بارے میں اتفاق ہو چکا ہے کہ خبر واحد پر بھی اگر امت قبول و تصدیق کے ساتھ عمل کرنے لگے تو اس حدیث کا حکم فرض قرار دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعیؒ اور امام احمد کے جن متبعین نے اصول فقہ میں کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے اس بات کا بھی صاف ذکر کر دیا ہے۔ ہاں متاخرین میں تھوڑے سے لوگوں نے اس مسلک سے اختلاف کیا ہے اور متکلمین کے مسلک پر چل پڑے ہیں، لیکن اکثر متکلمین اس بارے میں فقہا سے اور اصحاب حدیث و سلف سے متفق ہیں۔

شیخ کہتے ہیں: خبر کی تصدیق پر اجماع سے حدیث یقینی ہو جاتی ہے۔ اس میں اعتبار حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے اجماع کا ہو گا نہ کہ کسی اور کے اجماع کا، جس طرح سے کہ احکام پر اجماع کا اعتبار امر و نہی اور اباحت کے علماء کے اجماع کا ہوتا ہے نہ کہ کسی اور کے اجماع کا۔

شیخ کہتے ہیں: اہل علم بالحدیث جس طرح ضعیف راویوں کی حدیثوں سے شواہد کا کام لیتے ہیں اسی طرح محتاط اور ثقہ راویوں کی حدیث کے بعض ٹکڑوں کو بھی ضعیف کہہ دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ان کو دلائل سے معلوم ہو کہ یہ حصہ وہم یا غلط ہے اس علم کا نام جس سے حدیث کے یہ سب پہلو معلوم کیے جاتے ہیں علم علل الحدیث ہے اور حدیث کے علوم میں اس علم کا پایہ بہت بلند ہے۔

علماء اہل حدیث اور ائمہ سلف کے اس مسلک سے جس کا ذکر شیخ الاسلام نے یہاں فرمایا ہے، امت کے کچھ لوگوں کو قدرے اختلاف ہے۔ وہ لوگ احادیث رسول کو بصد احترام قلب و جگر مانتے ہیں ان کو اپنی زندگی میں برتتے ہیں، نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو دین میں حجت تسلیم کرتے ہیں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے اختلاف کا قدرے ذکر کروں۔

آج کے دور میں کچھ سیہ بخت لوگ ایسے ہیں جو ذخیرہ احادیث کو ظنی الثبوت کہہ کر رد کر دینا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف قرآن کافی ہے، وہ حد درجہ غلطی پر ہیں۔ اگر صحابہ غیر معتبر ہیں اور ان سے مروی روایتیں غلط ہیں، لائق اعتبار و استناد نہیں ہیں تو پھر قرآن بھی تو ان ہی لوگوں کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچا ہے۔ وہ کیسے لائق اعتبار ہوگا، جبکہ خود قرآن ہی کی متعدد آیات ان منکرین حدیث کے افکار فاسدہ کی تردید کر رہی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو یہاں چھوڑ رہے ہیں، ان کے مقابل میں یہ دوسرے لوگ بسا غنیمت ہیں وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ وہ حدیث کے واقعی حدیث رسول ہونے کا شبہ ڈال کر غیر دانستہ طور پر حدیث کی وقعت و اہمیت کو یک گونہ گھٹا رہے ہیں، مگر شاید سمجھ میں آجائے۔ اللّٰهم احفِظنا مِن شُرور انفسنا. اب ہم ان کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ محدثین کے اسماء الرجال و اسانید کی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک کے ذریعہ اطمینان کو حدیث رسول کے لئے بنیاد قرار دے دینا کافی نہیں ہے۔ اس میں حدیث کی معنوی چھان پھٹک کو بھی شامل کیا جانا چاہئے تھا۔ اخبار و احادیث کی تحقیق و اطمینان بلحاظ روایت حدیث کو حدیث رسول ثابت و تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ اس تحقیق میں بشری و فطری کمزوریاں و کمیاں ہیں۔

وہ کہتے ہیں: محدثین رحمہم اللہ کا خاص موضوع اخبار و آثار کی تحقیق بلحاظ روایت کرنا تھا، اس لئے ان پر اخباری نقطہ نظر غالب ہو گیا تھا اور وہ روایات کو معتبر اور غیر معتبر قرار دینے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ تر اسی چیز کا لحاظ فرماتے تھے کہ اسناد و رجال کے لحاظ سے کیسی ہے۔ فقیہانہ نقطہ نظر یعنی متن حدیث پر غور کر کے یہ رائے قائم کرنا کہ وہ قابل قبول ہے یا نہیں تو وہ ان کے موضوع خاص سے ایک حد تک غیر متعلق تھا، اس لئے اکثر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا تھا اور روایت پر اس حیثیت سے کم ہی نگاہ ڈالتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر ہوا ہے کہ ایک روایت کو انھوں نے صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ معنی کے اعتبار سے وہ زیادہ اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ ایک دوسری روایت کو وہ قلیل الاعتبار قرار دے گئے ہیں، حالانکہ معناً وہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

وہ کہتے ہیں: اہل حدیث کے یہاں ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں، لیکن ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ وہ سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسناد کی صحت حدیث کی صحت معلوم کرنے کا ایک ہی ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ متن پر غور کرنے، قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم انہیں حاصل ہوا ہو اس کا لحاظ کرنے اور حدیث کی مخصوص روایت جس معاملے سے متعلق ہو، اس معاملے میں قوی ذرائع سے جو سنت ثابتہ انہیں معلوم ہو، اس پر نظر ڈالنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ اس طرح کے متعدد پہلوؤں کا لحاظ کئے بغیر کسی حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے۔

وہ کہتے ہیں: جس طرح شاہدوں کے بیانات کا جانچنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، اسی طرح درایت بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ حدیث کو اصول درایت پر وہی شخص جانچ سکتا ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کر کے اسلام کے اصول اولیہ کو خوب سمجھ لیا ہو اور جس نے حدیث کے بیشتر ذخیرہ کا گہرا مطالعہ کر کے احادیث کو پرکھنے کی نظر بہم پہنچائی ہو۔ کثرت مطالعہ اور ممارست سے انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جن سے وہ رسول اللہ ﷺ کا مزاج شناس ہو جاتا ہے اور اسلام کی صحیح روح اس کے دل و دماغ میں بس جاتی ہے، پھر وہ ایک حدیث کو دیکھ کر اوّل نظر میں سمجھ لیتا ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ ایسا فرما سکتے تھے یا نہیں یا آپ کا عمل ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا تھا یا نہیں...؟

اس گروہ کا کہنا ہے کہ اسماء الرجال کی جانچ اور پرکھ کرنے والے اور رواۃ جن کی جانچ اور پرکھ ہورہی ہے، دونوں ہی انسان تھے، دونوں ہی سے بھول چوک ممکن ہے، اس لئے ان کی رائے وتحقیق اس حد تک اطمینان بخش نہیں کہ اسے حرف آخر اور قطعی الثبوت تسلیم کرلیا جائے۔

وہ کہتے ہیں: محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلّم، یہ بھی مسلّم کہ نقد حدیث کے لئے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اوّل کے اخبار وآثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے۔ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ بالکلیہ ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرتاً اللہ نے مقرر کررکھی ہیں اس سے آگے تو وہ جا نہیں سکتے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے، پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔

کسی روایت کے جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت جن لوگوں کے واسطہ سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں؟ اس سلسلے میں متعدد حیثیات سے ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے وہ جھوٹا تو نہیں۔ روایتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں، فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں، وہمی اور ضعیف الحفظ تو نہیں، مجہول الحال ہے یا معروف الحال؟ ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کرکے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا، جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے، مگر ان میں کون سی چیز ہے جن میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ اوّل تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل، دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں سے مبرا نہ تھے۔ نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا کسی حد تک دخل ہو جائے۔ یہ امکان محض امکان عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ بارہا یہ امکان عمل میں آگیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ عبدالبر کی کتاب جامع البیان میں اس کی کئی مثالیں ملیں گی۔ ہم اپنے اس موجودہ سماج میں بھی دیکھیں تو ایسی بہت سی شہادتیں مل جائیں گی کہ ہمارے علما کی ایک دوسرے سے متعلق رائیں اور تبصرے مختلف ہوں گے اور حد اعتدال و انصاف سے ہٹے ہوئے ہوں گے، اس لئے ہمیں صرف کسی محدث کی رائے کو معیار عدل وحق نہیں بنالینا چاہئے اور نہ ہی اپنے سے اختلاف کرنے والے کو مطعون کرنا چاہئے۔

آج کئی ایک مسئلے ایسے ملیں گے جن میں آج کے علماء علامہ البانی کی تحقیق کی بنیاد پر پہلے کے علماء اہل حدیث ہی کی رایوں سے منحرف ہوگئے ہیں یا یہ کہ غلطی سے درستگی وسچائی کی طرف آگئے ہیں۔ ایسی صورت میں تو آپ سابق محققین اور ان پر عاملین کو برا اور گمراہ تو نہ کہیں گے۔ یہی طریقہ اور طرز فکر ونظر ہمیں ہر ایک کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

ان کا کہنا ہے اور بجا کہنا کہ جن حضرات نے رجال کی جرح وتعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے۔ بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضروری ہے جن کو انھوں نے ثقہ قرار دیا ہو وہ بالیقین تمام روایتوں میں ثقہ ہوں اور جن کو انھوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ اور اس کی تمام روایتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوں، پھر ایک ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔

بیشک مشکل ہے، پھر کیا کریں۔ کیا ہر ایک کے ساتھ درایت کی پخ لگا دیں تو مشکل دور ہوجائے گی اور درایت معتبر ٹھہرے گی۔ درایت کی میزان پر جو صحیح اتریں ان کو لیں اور باقی احادیث وروایات کو دریا بُرد کردیں کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور درایت بھی کیسی؟ جو مدت دراز تک کی ممارست کے بعد حاصل ہو۔ ممارست کے لئے جب تک حدیث کا صحیح علم نہ ہوگا۔ ممارست بھی صحیح نہ ہوگی تو پھر ممارست کے لئے صحیح علم کہاں سے اور کیسے لائیں؟......

ثابت ہوا کہ یہ پخ بے سود ہے۔ درایت کا اضافہ، قرآن واحادیث کے عمومی علم ومطالعہ کے بعد مجتہدین، مفتیان وقضاۃ کے لئے تو صحیح بلکہ ایک حد تک ضروری ہے، باقی جمیع مسلمین کے لئے وہی اصول وضوابط صحیح درست ہیں اور وہی معیار بہتر ومعتبر ہیں جو محدثین نے قائم کئے اور بنا دیے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درایت کے بارے میں ان کا کہنا ہے

"جس طرح ایک معاملہ میں دو قاضیوں کا اجتہاد مختلف ہوتا ہے اور جس طرح قرآن مجید کے معانی میں دو فاضلوں کی تفسیریں مختلف ہوسکتی ہیں، اسی طرح دو محدثوں کی درایت میں بھی اختلاف ممکن ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ محدثین کی مختلف درایت سے ہر روایت معتبر بھی ہوسکتی ہے اور غیر معتبر بھی، نتیجتاً اس کا حاصل عملاً اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ہر روایت غیر معتبر ہوکر رہ جائے گی۔

لاکھوں میں ایک

لاکھوں اور کروڑوں میں مزعومہ معیار کے ایک آدھ ہی فرد ملیں گے جنہیں اپنی ہمہ دانی و ہمہ فہمی کا دعویٰ و گمان ہو، تو انہیں چھوڑ دیئے۔ انہیں موضوع و غیر موضوع صحیح و غیر صحیح آثار و روایات میں سے اپنی عقل و فہم رسا کے ذریعہ حق و صحیح کو پالینے اور خیر کثیر کو سمیٹ لینے دیجئے۔ رطب و یابس کو چھانٹنے اور علیحدہ کرنے دیجئے۔ ایسی بلند و اعلیٰ صلاحیت کے لوگ کم ہی کسی قید و بند میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی دماغی فکر بہاؤ کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ انہیں خوف خدا و گرفت آخرت کے احساس و تصور کے ساتھ قرآن و احادیث کے ذخیرہ سے لعل و گہر چھانٹ لینے دیجئے۔ ان کے لئے وہی حق ہے کہ اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت کے ساتھ تلاش و جستجوئے فضل رب کرتے رہیں۔

آنا وہیں پڑے گا

باقی دوسرے لوگ جو مزعومہ صلاحیت و معیار کے لوگ نہیں ہیں انہیں اسی جگہ آنا اور قیام کرنا پڑے گا، جہاں ہم ہیں۔ جہاں ملت کے سابقین و اوّلین محدثین نے اپنی تلاش و جستجو سے ایمان و یقین کے اعلیٰ مقام پر لا چھوڑا ہے۔ متاخرین اہل ایمان کو علم و معرفت کے اسی گھاٹ سے پانی پینا و سیراب ہونا پڑے گا، جہاں وہ ہمیں خوف خدا اور خوف آخرت کے ساتھ پہنچا گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ بیشک محدثین رحمہم اللہ روایات کو معتبر یا غیر معتبر قرار دینے میں زیادہ تر اسی چیز کا لحاظ فرماتے تھے کہ اسناد و رجال کے لحاظ سے وہ کیسی ہے اس لئے کہ یہ علم و تحقیق کی اوّلین بنیاد ہے، بنیادی ستون ہے، مگر ایسا نہیں ہے کہ محدثین کرام جن کا قرآن و حدیث ہی دن رات کا پڑھنا و سمجھنا تھا۔ قرآن و حدیث ہی جن کا اوڑھنا و بچھونا تھا۔ نعوذ باللہ وہ عقل سے پیدل تھے کہ روایات کی چھان بین کرنے والے، جانچنے و پرکھنے والے روایات کے معنی و مطلب نہ سمجھتے ہوں اور نہ جانتے ہوں اور نہ ان کے مدلول و مفہوم سے نا آشنا ہوں۔ استنباط مسائل الگ چیز ہے۔ انھوں نے سمجھتے ہوئے بھی اسے اپنا مشغلہ نہیں بنایا، بلکہ انھوں نے اس ذخیرہ علم و معرفت کو محفوظ کر دینا ضروری سمجھا اور اس پر اپنے قیمتی اوقات صرف کیے جہاں دنیا قیامت تک اس سے استفادہ اور مسائل کا استنباط کرتی رہے گی۔ اسناد و رجال کے لحاظ سے اگر ائمہ محدثین نے رسول اللہ ﷺ و صحابہ کی طرف منسوب و مرویات کو صحیح و ضعیف، مرفوع و مرسل وغیرہ مختلف خانوں میں چھان پھٹک کر ذخیرہ احادیث کی حیثیت سے محفوظ نہ کر دیا ہوتا تو اطیعوا اللّٰہ کے ساتھ اطیعوا الرسول کو آپ ڈھونڈتے پھرتے اور نہ پاتے۔ اسوۂ رسول آپ کو کہیں نہ ملتا۔ پس ہمیں شکر گزار ہونا چاہئے محدثین کرام کا جو وہ اپنی انتھک کوششوں سے اتنا عظیم کام کر گئے۔ فجزاھم اللہ خیراً کثیرا.

محدثین اور متن حدیث

آپ جانتے ہوں گے کہ کلام کا مقصود اس کے معنی و مفہوم کو جاننا ہوتا ہے اور آپ نے یہ بھی ابھی سنا ہے اور پہلے بھی پڑھا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو کلام پاک کے الفاظ کے ساتھ کلام پاک کے معانی بھی سکھاتے تھے اور بتاتے تھے۔ آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بموجب اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ احادیث رسول کے جمع کرنے والے ان احادیث کے معنی و متن سے بے نیاز و بے فکر ہو کر انہیں اکٹھا کرتے تھے۔ انہیں حدیث کے متن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تھا، وہ بے شعور بے خبر نہ تھے۔ وہ سب سمجھتے تھے کہ اس کا متن قابل قبول ہے یا نہیں۔ وہ جانتے تھے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث ثابت ہوگئی تو معنی و مفہوم کے لحاظ سے بھی بعد میں اس پر جرح و تعدیل ہو جائے گی۔ محدثین محتاط اور ثقہ راویوں کی حدیث کے بعد ٹکڑوں کو ضعیف کہہ دیتے ہیں، جب ان کو دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ وہم یا غلط ہے۔ اب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یا الزام دے سکتے ہیں کہ متن حدیث پر غور کئے بغیر اتنا بڑا فیصلہ لے لیتے ہیں اور یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ یہ قابل قبول نہیں ہے، یہ ضعیف ہے، یہ راوی کا وہم ہے۔

محدثین نے حدیث رسول کو جانچنے و پرکھنے کا جو طریقہ بنایا ہے وہ سوچا سمجھا طریقہ ہے۔ اعتراض کرنے والوں کے پاس انسانی وفطری کمزوریوں کے ساتھ حدیث رسول کا پتہ لگانے کے لئے اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہے؟

وہ مہارت کہاں سے لاتے

اسناد و رجال کو جانچنے و پرکھنے کا اس سے بہتر طریقہ کوئی اور نہ تھا جو محدثین کرام نے اپنایا و اختیار کیا۔ اب اگر ہر حدیث کو حدیث رسول ثابت کرنے کے لئے درایت کی میزان بھی ساتھ لگا دی جاتی تو شروع میں محدثین وہ مہارت کہاں سے لاتے، جو قرآن و حدیث کے بیشتر ذخیرے کے گہرے مطالعہ اور پیہم ممارست سے حاصل ہوتی ہے اور اسلام کی روح اس کے دل و دماغ میں بس جاتی ہے جبکہ احادیث کا کوئی بڑا ذخیرہ اس وقت تک موجود ہی نہ تھا۔ کیا لوگ اس کا انتظار کرتے؟

پھر جب ان کی ایسی گہری نظر پیدا ہو جاتی پھر وہ ہاتھ لگاتے

اور وہ بھی کیا درایت کے استعمال کے بعد حدیث معتبر اور قطعی الثبوت بن جاتی ہے اور اس کا معنی و مفہوم متعین ہو جاتا ہے اور فیصلے و نتیجے میں فرق آ جاتا ہے۔

دونوں طرز فکر کا عملی فرق

دونوں طریقہ ہائے فکر کا عملی فرق و اثر یہ پڑے گا کہ جو اصحاب فکر و نظر، علماء، رجال و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسانید کے ماہرین محدثین کی تحقیقات کو معتبر اور حرف آخر نہ مانیں گے وہ ان کی مرسل وضعیف وغیر مرفوع روایات سے بھی استفادہ واستدلال کر سکیں گے۔ اگر کسی مسئلہ میں ان کے معنی و مفہوم کو مزاج رسول اور روح اسلام سے قریب تر پائیں گے اور جو لوگ ان کی تحقیقات کو معتبر مانیں گے اور حجت قرار دیں گے وہ کمزور کے مقابل قوی حدیث ہی سے استدلال واستفادہ کریں گے۔ اب نئی حدیثیں نہ یہ لا سکیں گے اور نہ وہ... احادیث کی جو کتابیں اب تک چھپ چکی ہیں اور منظر عام پر آ چکی ہیں وہی کتب احادیث واسانید اب بھی مرجع مسلمین ہیں اور رہیں گی۔ اس فرق کا عوام پر کوئی خاص اثر نہ پڑے گا جسے گوارا نہ کیا جا سکے۔

اللّٰهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه.

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس اسلامیہ کے نصاب میں اصول تفسیر
ایک جائزہ

ڈاکٹر فضل الرحمٰن المدنی
شیخ الجامعة المحمدیة، منصورہ، مالیگاؤں

جامعات و مدارس اسلامیہ اور کلیات و معاہد عربیہ کے قیام کا اصل مقصد دین اسلام کی تفصیلی تعلیم و تدریس، شریعت اسلامیہ کی حفاظت، نشر و اشاعت اور تشریح و توضیح ہے۔ یہاں سے ایسے علمائے اسلام اور ماہرین شریعت پیدا کرنا ہے جو دین اسلام کی حفاظت و دفاع اور امت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت اور ارشاد و رہنمائی کا کام بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ ان سے مطلوب حفاظ و قراء، مفسرین و محدثین، بالغ نظر فقہاء، قوانین اسلامیہ کے ماہرین اور عصر حاضر کے تقاضوں سے واقف مبلغین و دعاۃ، قضاۃ و مفتیوں اور اساتذہ و مدرسین کی ایسی فوج تیار کرنا ہے جو زندگی کے ہر میدان میں شریعت اسلامیہ کی صحیح نمائندگی کریں اور اعدائے اسلام کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دے سکیں، جو مدارس و جامعات میں تعلیم و تربیت کا نظام سنبھال سکیں اور مختلف باطل افکار و نظریات اور عقائد و خیالات کی تردید اور اسلامی عقائد و تعلیمات کی اشاعت کے ذریعہ دنیا کو امن وسکون کا پیغام دے سکیں، جو اپنے اسلامی عقائد، تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کی نہ صرف حفاظت کر سکیں بلکہ اس کے تفوق و برتری اور انسانیت کی نجات اور فلاح و بہبودی کے لیے اس کی ضرورت و اہمیت کو ثابت کر سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل علم و اصحاب بصیرت سے مخفی نہیں کہ یہ اسی صورت میں ہوگا جب ان مدارس و جامعات کے نصاب تعلیم کا برابر جائزہ لیا جاتا رہے اور جہاں بھی کوئی کمی اور خامی نظر آئے اس کی اصلاح کی جائے اور حالات و زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے اگر اس میں کسی ترمیم یا حذف واضافہ کی ضرورت محسوس کی جائے تو بلا تکلف کر لیا جائے۔

اس اعتبار سے صفا ایجوکیشنل اینڈ ٹیکنیکل سینٹر کے اراکین اور ذمے داروں نے جو ''مدارس کے نصاب تعلیم میں قرآن کا مقام اور اس کا منہج تدریس'' کے زیر عنوان دوروزہ سمینار کا انعقاد کر کے اس میں مستند اہل علم اور علوم شریعہ کے ماہرین کو قرآنی علوم کے موضوعات پر مقالات پیش کرنے کی دعوت دی ہے وہ بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ اس طرح جہاں ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں قرآن کریم کے مقام اور اس سے متعلق مختلف علوم کی تدریس اور طریقۂ تدریس کا جائزہ ہو جائے گا اور اس کی روشنی میں اس سلسلہ میں بہت ساری مفید تجاویز اور سفارشات سامنے آئیں گی جن پر اگر عمل کیا گیا تو یہ عربی مدارس و جامعات اور مسلمانوں کے لیے بڑی ہی خوش نصیبی کی بات اور بڑا ہی بابرکت عمل ہوگا، کیونکہ اس طرح قرآن کریم وعلوم قرآن کی تدریس اور اس کے ساتھ اعتناء کا جو حق ہے اور اس کو دوسرے علوم پر مقدم کرنے کی اہل علم اور عربی مدارس پر جو ذمے داری اور فرض ہے اس سے کسی حد تک عہدہ برآ ہو سکیں گے۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ علوم اسلامیہ میں قرآن کریم کو سب سے زیادہ اہمیت اور تقدم حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں جس طرح قرآن مجید کے حفظ و تدوین اور تعلیم وتفسیر پر توجہ دی اس طرح کسی دوسرے علم کی جانب توجہ نہیں دی، حتیٰ کہ اس کی خاطر آپ نے ابتدا میں کتابت حدیث سے بھی منع فرمادیا اور پھر اس کی اجازت دی تو صحابۂ کرام نے اس سے اسی قدر استفادہ کیا کہ اس سے قرآن کریم کی ذرا بھی حق تلفی نہ ہو۔ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی جس طرح قرآن کریم کی تعلیم اور حفظ و تدوین پر توجہ دی گئی اس طرح کسی اور علم پر توجہ نہیں دی گئی اور جب لوگ اسالیب قرآن سے بخوبی آشنا اور اس کے معانی و مفاہیم سے باحسن طریق واقف ہو گئے تب احادیث کی تدوین وتصنیف اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت و درایت پر بھرپور توجہ دی۔ اسی طرح مدارس عربیہ میں پڑھائے جانے والے علوم میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ قرآن وعلوم قرآن کی تعلیم پر توجہ دے کر علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین پر عمل کرنا چاہیے۔

دوسری بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اس سمینار میں انھوں نے مسلمانان ہند کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دے کر نہ صرف اپنی عالی ظرفی کا ثبوت دیا ہے بلکہ منہج سلف کی بھرپور اتباع و نمائندگی کی ہے، کیونکہ خیر القرون میں تو مسلمانوں میں اس قسم کی تقسیم اور گروہ بندی تھی ہی نہیں اور بعض علماء کے انداز فکر و طریقہ، استنباط و استخراج میں کچھ اختلاف تھا بھی تو اس کے لیے تعصب اور اس کی بنیاد پر ان کے دلوں میں دوسروں سے نفرت و کدورت نہیں تھی۔ سب ایک دوسرے سے بلاتکلف ملتے جلتے اور افادہ و استفادہ کرتے تھے۔ ہندوستان کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ ہمارے اسلاف نے ندوۃ العلماء لکھنؤ، جمعیۃ العلماء اور اس قسم کی ملّی و تعلیمی تحریکوں اور اداروں کے قیام میں بھرپور حصہ لیا اور تعاون کیا اور کبھی ایسی کوشش نہیں کی کہ دوسرے مسالک اور جماعتوں کے لوگوں کو برائے نام دکھانے کے لیے شریک کریں اور وہ بھی ایسے لوگوں کو جو اپنی جماعت اور مسلک کی صحیح نمائندگی نہ کرسکیں، بلکہ ڈھلمل یقین ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک منہج اور عالی ظرفی کو عام کرے اور تمام مدارس و جامعات اور دینی و ملّی جماعتوں و تحریکوں کے ذمے داروں کو خلوص کے ساتھ اسے قبول کرنے اور حتی الامکان تمام مشترکہ مسائل پر مل جل کر غور کرنے اور باہمی مشورے سے انھیں حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان میں جذبۂ اتحاد و اتفاق کو اور قوی اور راسخ فرمائے، آمین۔

شاید میں اپنے موضوع سے ہٹ کر آپ کی سمع خراشی کر رہا ہوں، مگر اس اہم موضوع پر اس طرح دینی و عصری جامعات کے اساتذہ اور مختلف مسالک کے علماء و ذمے داروں کے اس اجتماع کو دیکھ کر اور ان کے افکار و خیالات کو سن کر مجھے جو خوشی ہوئی ہے یہاں بس اسی کا اظہار مقصود ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ میں مولانا عبدالواحد صاحب مدنی اور ان کے تمام رفقاء کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اہم سیمینار کے انعقاد پر مبارک باد دیتا اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور اس سے متوقع نتائج وفوائد حاصل ہوں۔

قرآن کریم اللہ کا وہ کلام پُر اعجاز ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ پر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا۔ جو مصاحف میں مکتوب اور ہم تک بالتواتر منقول ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے اور جس کی ابتدا سورہ فاتحہ سے اور اور خاتمہ سورہ الناس پر ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی ہدایت اور امت اسلامیہ کے لئے دستور حیات بنا کر نازل فرمایا ہے، جو رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی صداقت کی لا ثانی نشانی اور آپ کی نبوت و رسالت کی روشن دلیل اور قیامت تک کے لئے اس کے منجانب اللہ ہونے کی حجت دامغہ اور معجزہ خالدہ ہے، جس کا چیلنج **لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن** کے قبول کرنے اور اس کے مثل لانے سے دنیا ہمیشہ قاصر رہی ہے اور ہمیشہ قاصر رہے گی، جس میں اُمم سابقہ کے احوال و وقائع اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا بیان ہے، جو ذکر حکیم، صراط مستقیم اور حبل اللہ المتین ہے، جو فصل ہے ہزل نہیں، جو مکمل ہدایت ہے اور اس کا ترک سراپا ضلالت ہے، جس کو سینوں سے لگانے والوں اور اسے اپنا دستور حیات بنانے والوں کے لئے کامیابی ہے اور اس سے اعراض کرنے والوں کے لئے ذلت وخواری ہے، جو رشد و ہدایت کا منبع صافی اور دنیا کے امن وسکون کے لئے ضروری اور کافی و وافی ہے، جس کو پڑھنے سے کبھی سیری اور آسودگی نہیں ہوتی اور جس کی بار بار تلاوت سے اس کی حلاوت وطراوت میں کمی اور جلال و جمال میں نقص کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا، جس کو بار بار پڑھنے اور سننے سے کبھی بھی اکتاہٹ اور گھبراہٹ نہیں ہوتی، جس کو سن کر جن بے ساختہ پکار اٹھے: ﴿**انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنا بہ ولن نشرک بربنا احدا**﴾ جس کی ہر ہر بات مبنی برصداقت اور جس کے ایک ایک لفظ کی تلاوت باعث اجر وثواب اور ہر حکم قابل عمل اور حکمتوں سے پُر اور ہر فیصلہ مبنی برانصاف اور لائق قدر ہے، جس کا نام القرآن، الفرقان، التنزیل، الذکر اور الکتاب ہے، جسے نور، ہدایت، رحمت، شفا، موعظت، عزیز، مبارک، بشیر، نذیر وغیرہ مقدس اور باعظمت اوصاف سے نوازا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین﴾، ﴿ق والقرآن المجید﴾، ﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا﴾، ﴿انہ لتنزیل رب العالمین﴾، ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون﴾، ﴿حٰم والکتاب المبین﴾.

جب تک مسلمانوں نے اس کو اپنا دستور حیات مانا، دنیا کے تمام قوانین کو چھوڑ کر اسے اپنے ملک اور زندگی کے لئے دستور تسلیم کیا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے عزت و سربلندی ان کی قدم بوسی کرتی رہی۔ وہ قافلۂ انسانیت کے سالار بنے رہے اور نہایت عزت و سعادت اور امن وچین کی زندگی گزارتے رہے، لیکن جب انھوں نے اس کو چھوڑ کر دوسرے انسانوں کے وضع کردہ قوانین کو اختیار کرلیا تو ذلت و مسکنت ان کی قسمت بن گئی۔ آج انسانیت شقاوت و جاہلیت کی ظلمتوں میں بھٹک رہی ہے، ہر طرف عدل وانصاف کا خون ہورہا ہے، ظلم وستم اور بے انصافیوں کے درد سے مخلوق الٰہی کراہ رہی ہے، ہر طرف جنگل کے قانون کا راج ہے۔ اس ظلمت و ضلالت اور شقاوت و ہلاکت کا علاج صرف اور صرف قرآنی تعلیمات میں ہے اور اسلام کے سوا دنیا کا کوئی قانون انسانیت کو ہلاکت و بربادی سے نہیں بچاسکتا ہے۔

لیکن قرآنی تعلیمات اور قوانین کی خوبیوں اور ان کی اہمیت وافادیت کے ادراک اور پھر ان پر عمل کرنے کے لئے قرآن کو سمجھنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام خالص عربی تھے اور قرآن ان کی زبان عربی میں تھا، اس لئے وہ عموماً اس کو آسانی سے سمجھتے تھے اور کبھی ان کو کچھ اشکال ہوتا تو بلاتکلف رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ صحیحین میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم﴾ ''جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے خلط ملط نہیں کیا'' کا نزول ہوا تو صحابہ کرام اس سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ''واینا لا یظلم؟'' ہم میں سے کون ہے جس سے ظلم وزیادتی نہیں ہوتی؟ تو آپ نے فرمایا: ظلم سے وہ مراد نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو، بلکہ اس سے مراد شرک ہے اور ﴿ان الشرک لظلم عظیم﴾ کی تلاوت فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نے خود ہی بعض آیات کی تفسیر فرمائی، جیسا کہ عقبہ بن عامر فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول وهو على المنبر (واعدوا لهم مااستطعتم من قوة) الا ان القوة الرمى. (رواه مسلم)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا''وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' تم ان کے لئے جتنی تمہاری استطاعت ہو قوت تیار کرو، سنو قوت تیراندازی ہے۔''

اور صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ قرآن کی قرأت کے ساتھ اس کے معانی ومطالب اور احکام کو سیکھتے اور احکام پر عمل کرتے تھے، صرف تلاوت اور عبارت خوانی پر اکتفا نہیں کرتے تھے، چنانچہ ابوعبدالرحمٰن السلمی فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کرام ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، جیسے حضرت عثمانؓ بن عفان اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ، وہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ دس آیتیں پڑھ لیتے تھے تو جب تک ان کے معانی ومطالب اور احکام کا علم حاصل کر کے ان پر عمل نہیں کر لیتے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اس طرح ہم نے قرأت، معانی اور عمل سب سیکھا۔

(اخرجه ابن جرير في مقدمة تفسيره وصححه احمد شاكر)

خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن کو غور وفکر اور تدبر کرنے اور سمجھنے کے لئے نازل کیا ہے ﴿كتاب انزلناه اليك مباركا ليدبروا آيته وليتذكر اولوا الالباب﴾، ﴿أفلا يتدبرون القرآن ام على قلوبهم اقفالها﴾، ﴿أفلم يدبروا القول﴾، ﴿ولقد يسرنا القرآن فهل من مدكر﴾ اور ظاہر ہے کہ اس کے معانی کو سمجھے بغیر اس میں تدبر اور غور وفکر ممکن نہیں۔ اسی طرح فرمایا ﴿انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون﴾ اور کسی بھی کلام کا عقل وفہم اس کے معانی کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ ہر کلام کا مقصد اس کے معانی کا فہم ہوتا ہے، صرف الفاظ مقصود نہیں ہوتے، اس لئے قرآن کریم جو اللہ کا کلام ہے بدرجہ اولیٰ اس کا مقصد سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔

یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ جب بھی لوگ کسی فن جیسے علم طب یا ریاضی وغیرہ کی کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور مجرد اس کی قرأت پر اکتفا نہیں کرتے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر قرآن کریم جو اللہ کی جانب سے نازل کردہ ایسی آسمانی کتاب ہے جس کے علم وفہم اور عمل پر ہماری نجات و سعادت اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا دارومدار ہے، صرف اس کی قرأت پر کیسے اکتفا کیا جاسکتا ہے؟ یہ صرف عصر حاضر کے مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ بہت سے لوگوں نے اسے صرف کسی کی وفات یا کسی تقریب کے افتتاح کے موقع پر یا مرنے والوں کی قبروں پر ایصال ثواب کے لئے اس کی قرأت پر اکتفا کرلیا ہے اور وہ کسی خوش گلو قاری کی قرأت پر سر دھنتے اور جھوم جھوم کر داد تو دیتے ہیں لیکن جو اس کی اصل برکت اور اس کے نزول کا اصل مقصد ہے، یعنی اس کے معانی ومطالب کا علم، اس میں تدبر و تفکر، اس کی تعلیمات وتوجیہات سے استفادہ، اوامر واحکام کی تعمیل اور منہیات ومحرمات سے اجتناب اس سے محروم ہیں۔

بہر حال ہر اعتبار سے قرآن کا سمجھنا اور اہل علم پر اس کی تفسیر وتاویل میں مہارت پیدا کرنا لازم ہے، اسی واسطے صحابہ کرام سے لے کر عصر حاضر تک مخلص ائمہ کرام اور علماء عظام اس کی تفسیر وتشریح کرتے اور مفسرین کے شروط وآداب اور تفسیر کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالتے رہے ہیں، چنانچہ صحابہ کرام میں خلفائے اربعہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرہ تفسیر قرآن میں بہت مشہور ومعروف تھے، البتہ خلفاء ثلاثہ سے ان کے تقدم وفات کی وجہ سے اور حضرت علیؓ سے ان کے امور خلافت میں مشغولیت کی وجہ سے تفسیری روایتیں کم منقول ہیں، مگر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایتیں بکثرت ہیں۔

تابعین میں مجاہد، عطاء، عکرمہ، طاؤس، سعید بن جبیر، محمد بن کعب القرظی، ابوالعالیہ الریاحی، زید بن اسلم، حسن بصری، مسروق بن اجدع، قتادہ بن دعامہ، عطاء بن ابی مسلم الخراسانی وغیرہ سے علم تفسیر، علم غریب القرآن، اسباب النزول، مکی و مدنی اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کے سلسلے میں روایتیں منقول ہیں، پھر دوسری صدی میں جب تدوین علوم کا دور آیا تو علماء نے ان فنون میں علیحدہ علیحدہ کتابیں اور رسالے لکھے، پھر جب ان مباحث وانواع کو جمع کرکے ایک کتاب میں لکھنے کا دور آیا تو علی بن ابراہیم الحوفی نے تیس جلدوں میں "البرھان في علوم القرآن" لکھی جو مکمل علوم القرآن میں پہلی مفصل کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد علامہ ابن الجوزی نے "فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن"، بدر الدین زرکشی نے "البرهان فی علوم القرآن"، سیوطی نے "الاتقان فی علوم القرآن" لکھی جسے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ عصر حاضر کے علماء میں مصطفیٰ صادق الرافعی نے "اعجاز القرآن"، سید قطبؒ نے "التصویر الفنی فی القرآن" اور "مشاهد القیامة فی القرآن"، شیخ محمد مصطفیٰ المراغی نے "ترجمة القرآن"، مصطفیٰ صبری نے "رسالة ترجمة القرآن"، دکتور محمد عبداللہ دراز نے "النبأ العظیم"، شیخ محمد جمال الدین القاسمی نے "مقدمة تفسیر محاسن التاویل"، شیخ طاہر الجزائری نے "التبیان فی علوم القرآن"، شیخ محمد علی سلامہ نے "منهج الفرقان فی علوم القرآن"، شیخ محمد عظیم زرقانی نے "مناهل الفرقان فی علوم القرآن"، شیخ احمد احمد علی نے "مذکرة فی علوم القرآن"، دکتور صبحی صالح نے "مباحث فی علوم القرآن"، احمد محمد جمال نے "علی مائدة القرآن"، محمد علی صابونی نے "التبیان فی علوم القرآن" اور شیخ مناع القطان نے "مباحث فی علوم القرآن" لکھی۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ علم اصول التفسیر علوم القرآن میں شامل اور داخل ہے اور مذکورہ بالا کتابوں میں سے کئی کتابیں بلاد عربیہ کی کلیات میں داخل نصاب ہیں۔ ان میں قرآن کی تعریف، اس کے اسماء وصفات، قرآن اور حدیث میں فرق، وحی کا معنی، کیفیت نزول، منکرین کے شبہات، مکی مدنی، سب سے پہلے اور آخر میں نازل ہونے والی آیات، اسباب النزول، تدریجاً قرآن کا نزول، جمع وتدوین قرآن، القرأت والقراء، تفسیر کے آداب وقواعد، محکم و متشابہ میں فرق، عام وخاص، مطلق ومقید، منطوق ومفہوم، ناسخ ومنسوخ، اعجاز القرآن، امثال القرآن، اقسام القرآن، جدل القرآن، قصص القرآن، ترجمۃ القرآن اور تفسیر قرآن، شروط المفسر، تفسیر کی نشأۃ اور ارتقا، طبقات المفسرین، تفسیر بالماثور و تفسیر بالرائے، تفسیر کی مشہور کتابوں کا تعارف اور ان کی خصوصیات وغیرہ تقریباً ساری باتیں آگئی ہیں۔

جہاں تک ہندوستان کے دینی مدارس میں اصول تفسیر کی تدریس کے جائزہ کا تعلق ہے، میرے محدود علم کے مطابق اکثر و بیشتر مدارس میں ایک تو شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کی کتاب "الفوز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکبیر فی اصول التفسیر" داخل نصاب ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور فلسفۂ اخلاق وعبادات وغیرہ میں امام ہیں۔ آپ کا شمار ائمہ مجتہدین ومجددین میں ہوتا ہے۔ آپ کو محدث الہند، مسند الوقت اور محی السنۃ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ عصر سلف میں ہوتے تو آپ کو امام الائمہ اور تاج المجتهدین مانا جاتا، جو بھی آپ کی کتابیں پڑھتا ہے آپ کی علمی شخصیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ آپ کی تمام کتابوں کو عموماً اور حجۃ اللہ البالغہ کو خصوصاً بڑی قبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ قرآنیات کے باب میں بھی آپ کی غیر معمولی خدمات ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہندستانی علماء میں سب سے پہلے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اسے تفسیری حواشی وفوائد سے مزین کیا، جس کا نام "فتح المنان فی ترجمۃ القرآن" رکھا، اس کے بعد جتنے بھی ترجمے ہوئے کم وبیش اسی سے مستفاد ہیں۔

اس کے علاوہ انھوں نے "الزہراوین فی تفسیر سورتی البقرۃ وآل عمران"، "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر"، "تاویل الاحادیث" (فی تاویل قصص الانبیاء)، "الفتح الخبیر" اور "قوانین الترجمہ" نام کی کتابیں لکھیں۔ حجۃ اللہ البالغہ کی طرح الفوز الکبیر کو بھی اللہ نے بڑی قبولیت سے نوازا اور علمائے ہند نے اسے مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل کیا اور اس سے خوب استفادہ کیا، مگر ایک تو الفوز الکبیر فارسی میں ہے اور اس کا جو نسخہ مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے وہ اس کا عربی ترجمہ ہے، جس پر لکھا ہوا ہے کہ اسے فارسی سے عربی میں علامہ محمد منیر الدمشقی نے منتقل کیا، پھر بحث المقطعات کا ترجمہ علامہ محمد اعزاز علی دیوبندی نے کیا، جبکہ مولانا ابوالحسن علی الندویؒ کا کہنا ہے کہ یہ کسی ہندوستانی عالم کا ترجمہ ہے، جسے علامہ محمد منیر الدمشقی صاحب المطبعة المنيرية کی طرف منسوب کردیا گیا ہے اور پھر اسی سے مشہور ہوگیا۔ بہرحال اس کا یہی نسخہ قدیم ہے اور عموماً یہی مدارس اسلامیہ کے طلبہ واساتذہ کے پاس رہتا ہے، حالانکہ اس نسخہ میں بعض عبارتوں کا ترجمہ ساقط ہے اور زبان وادب کے اعتبار سے بھی یہ اصل کتاب کے شایان شان نیز عصر حاضر کے اسلوب کے مطابق نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ ترجمہ قاصر ہے اور کتاب کے مطلوبہ مقاصد کو پورا نہیں کرتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ رسالہ انتہائی مختصر ہے اور شاہ صاحب نے بہت سے مقامات پر صرف اشارات وتلمیحات پر اکتفا کیا ہے، جبکہ طلبا کی تفہیم کے لئے تفصیل کی ضرورت ہے۔

تیسرے اصول تفسیر کے بہت سے اہم مباحث سے شاہ صاحب نے اس کتاب میں جو اصل میں کتاب البرهان في علوم القرآن للزركشي اور الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی کا مختصر ہے یا تو تعرض ہی نہیں کیا ہے یا بہت اختصار سے کام کیا ہے، جیسے مفسر کے اوصاف، مصادر تفسیر، مفسر کے شروط، تاریخ تفسیر، قرآن فہمی اور تفسیر کا منہج وغیرہ مباحث، اس واسطے بعض دیگر خصوصیات کی وجہ سے اسے جماعت سادسہ یا کسی مناسب جماعت میں داخل نصاب کر کے اس سے استفادہ تو کیا جاسکتا ہے مگر صرف اسی کی تدریس پر اکتفانہیں کیا جاسکتا۔

اس کا ایک دوسرا ترجمہ ماضی قریب میں مولانا سلمان الحسینی الندوی نے کیا ہے اور ان کے بقول جن عبارتوں کا ترجمہ پہلے نسخہ میں چھوٹ گیا تھا ان کا اس ترجمہ میں انھوں نے استدراک کیا ہے اور اب یہ فارسی نسخہ کا مکمل ترجمہ ہے اور اپنے خیال میں انھوں نے ترجمہ کی عربی عبارت بھی اصل کتاب کے شایان شان اور عصر حاضر کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے، مگر بہت سارے مباحث کی اس کتاب میں کمی کا احساس واعتراف انھیں بھی ہے بلکہ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی مقدمہ میں ان مباحث پر مفصل لکھنے کی خواہش تھی مگر کچھ مشغولیات ومجبوریوں کے سبب ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بہر حال ان اسباب کی بنا پر مدارس عربیہ میں صرف اس کتاب کی تدریس پر اکتفا کرنا اصول التفسیر اور علوم القرآن کے ساتھ ناانصافی ہے، اسی واسطے ملک کے تقریباً تمام بڑے مدارس میں الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی کے منتخب مباحث بھی داخل نصاب ہیں اور استاذ گرامی جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ نے الاتقان کے اہم مباحث کے اختصار اور کتاب التفسير والمفسرون لمحمد حسين الذهبي کے کچھ منتخب مباحث کا ایک قیمتی مجموعہ "فتح المنان بتسهيل الاتقان" کے نام سے تیار کیا ہے، جو جامعہ سلفیہ سے مطبوع ہے اور اس کے اور دیگر بہت سے مدارس کے نصاب میں داخل ہے اور بعض مدارس میں الاتقان کے ساتھ محمد حسین ذہبی کی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التفسیر والمفسرون کے منتخب ابواب اور بعض مدراس میں البرھان فی علوم القرآن للزرکشی مطالعہ میں داخل ہے۔

میرے خیال میں قرآن کریم کی عظمت اور تا قیام قیامت تمام انس و جن کے لئے اس کے دستور حیات ہونے کی حیثیت سے جو اس کا مقام اور اس کی تفسیر و تفہیم اور اس کے اصول و ضوابط کو جاننے کی جو ضرورت ہے اس کے پیش نظر اصول تفسیر اور علوم القرآن کا حق صرف دو سالوں میں دو کتابوں کے پڑھانے سے ادا نہیں ہوتا ہے، مگر عربی مدارس کی مختصر مدت تعلیم اور اسی میں مختلف علوم وفنون کی تدریس کی کوشش اور خاص طور سے موجودہ حالات میں جبکہ ان علوم کے ساتھ عصری علوم کے اضافہ کی کوشش بھی زور وشور سے جاری ہے اور کچھ علوم کا اضافہ لازم بھی ہے، اس فن کی مزید کتابوں کے اضافہ کا مشورہ دیتے ہوئے تردّد ہو رہا ہے، مگر اس میں کمی کا احساس بہرحال ہے، اس واسطے اگر گنجائش نکل سکے تو الفوز الکبیر سے پہلے امام ابن تیمیہؒ کا مختصر رسالہ "مقدمة فی اصول التفسیر" نصاب میں داخل کر دیا جائے، جو الفوز الکبیر کے مقابلہ میں آسان بھی ہے اور اس میں اصول تفسیر کے کئی اہم مباحث آ گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خواہ مطالعہ میں ہی سہی امام زرکشی کی البرھان فی علوم القرآن اور شیخ مناع القطان کی کتاب "مباحث فی علوم القرآن" بھی شامل کیا جائے اور تفسیر کے کچھ اساتذہ کو مکلّف کیا جائے کہ طلبہ اپنے ذاتی مطالعہ سے اگر ان کی کوئی عبارت یا کوئی مسئلہ نہ سمجھ پائیں تو تعلیمی اوقات کے علاوہ وقت میں انھیں استفادہ کا موقع دیں اور سالانہ امتحان سے ایک ماہ قبل اس کا امتحان لیا جائے اور تفسیر کے ساتھ اس کے لئے کم از کم ۲۵ نمبرات رکھے جائیں۔ اس طرح امید ہے کہ طلبہ اس میں محنت کریں گے اور مطالعہ میں مقررہ کتب سے استفادہ کریں گے۔ علاوہ ازیں فضیلت سال آخر کے طلبہ جو بحوث علمیہ لکھتے ہیں ان بحوث کے لئے اس فن کے متعلق عناوین بھی دیے جائیں تا کہ طلبہ اس طرح سے بھی اس فن کی کتابیں پڑھیں اور ان کی معلومات میں اضافہ ہو۔

اگر تخصص فی الحدیث کی طرح تخصص فی التفسیر کا شعبہ بھی عربی مدارس میں کھولا جائے اور اس میں علوم القرآن کے متعلق مفصل محاضرات کے علاوہ طلبہ سے بحوث بھی لکھوائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں تو اور زیادہ مفید ہوگا۔

آج بلاد عربیہ میں عصری علوم کی طرح دینی وعربی علوم میں كلية القرآن، كلية الحديث، كلية الشريعة، كلية الدعوة اور كلية اللغة وغیرہ میں طلبہ بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کرکے اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کررہے ہیں اور اپنے ملک میں بھی عصری علوم کی جامعات میں یہ سارے مراحل موجود ہیں مگر افسوس کہ عربی مدارس میں بارہ سے چودہ سالوں میں پانچ چھ زبانوں کے ساتھ ان سارے علوم کو پڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے، جس سے نقص اور تشنگی کا پایا جانا لازمی ہے۔ آج عربی مدارس و جامعات سخت نازک حالات سے گزر رہے ہیں۔ انھیں اعدائے اسلام کی مختلف سازشوں اور دیگر بہت سی پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا ہے، مگر پھر بھی چند بڑے مدارس میں ہی کیوں نہ ہو، ماجستر (ایم اے) اور دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کے مراحل کا کھولنا ضروری ہے، اس کے بغیر ان مدارس کے فارغین سے ان فنون میں مہارت اور اچھی صلاحیت کی توقع کم ہی رکھنا چاہیے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر میں اسرائیلی روایات
ایک تنقیدی مطالعہ

مولانا احمد مجتبیٰ السلفی
دار الدعوۃ، شاہین باغ، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی

مدارس اسلامیہ میں کتاب اللہ کی تدریس کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام کا مصدر اوّل کتاب اللہ ہی ہے اور یہ تدریس شروع میں ناظرہ سے شرع ہوتی ہے، پھر متوسطہ اور ثانوی درجات سے اس کے معانی کے تراجم مقامی زبان میں شروع کر دی جاتی ہے اور پھر درجہ بدرجہ مختصر یا تفصیلی شرح یعنی تفسیر کی تدریس ہونے لگتی ہے۔ درجہ علیا میں مختصر یا تفصیلی تفسیر تو پڑھائی ہی جاتی ہے، مگر صرف سادہ ترجمہ کے مرحلہ میں بھی اساتذہ مختصراً یا اشارۃً زیر درس آیات سے متعلق مطول کتب تفسیر میں وارد باتیں بتاتے ہیں۔ بنابریں یہ ضروری ہے کہ شروع ہی سے اساتذہ کو کتاب الٰہی کی صحیح تفسیر کے بارے میں متنبہ کر دیا جائے اور اس کے جہاں دیگر ذرائع ہیں، جیسے ترجمہ وتفسیر کی کتابوں کے شروع میں اس موضوع پر مختصر مقالات یا مختصر کتابچے وغیرہ، اسی طرح سیمینار بھی اس کے اہم ذرائع میں سے ہیں۔ ان شاء اللہ اس سیمینار کے وقیع مقالات سے جہاں عام قاری، خطباء، مقالہ نگار اور دعاۃ کو روشنی اور رہنمائی ملے گی وہیں مدارس کے ان اساتذہ کرام کو بھی رہنمائی ملے گی جو قرآن کے معانی کے ترجمہ وتفسیر کی تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں، ان شاء اللہ۔

ہمارے عنوان کا تعلق اصلاً قرآن مجید کی تفسیر میں در آنے والے ایک غلط طریقۂ تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے۔اس لیے ہم نے ضروری محسوس کیا ہے کہ پہلے ایک طائرانہ نظر صحیح طریقۂ تفسیر پر بھی ڈال لی جائے۔

قرآن مجید کا صحیح طریقۂ تفسیر باتفاقِ علماء سلف وخلف محققین یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر اولاً خود قرآن میں تلاش کی جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿**لا تحرک به لسانک لتعجل به، ان علینا جمعه وقرآنه، فاذا قرأناه فاتبع قرآنه، ثم ان علینا بیانه**﴾ (سورة القیامة: ۱۶-۱۹) اس کا ماحصل یہ ہے کہ بفرمان ربانی قرآن مجید کے بیان یعنی تفسیر کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔اب یہ بیان (تفسیر) اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ ایک آیت کا بیان دوسری آیت میں کیا گیا ہو، اسی کو علماء اصولیین کہتے ہیں: **الآیة یفسر بعضها بعضاً.** ''یعنی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کردیتی ہے۔'' اس کے متعلق مفسر کبیر امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ''**ان أصح التفسیر أن یفسر القرآن بالقرآن، فما أجمل فی مکان فانه قد فسر فی موضع آخر.**''

نیز یہ بیان الٰہی اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی آیت کی تفسیر خود فرمادیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف خود اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے۔ارشاد ہے ﴿**وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون**﴾ (سورة النحل: ۴۴) اور اسی کی بابت علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''**فان أعیا ذلک فعلیک بالسنة فانها شارحة القرآن وموضحة له.**''

پھر اگر حدیث رسول میں بھی کسی آیت کا بیان نہ ملے تو اس بابت امام ابن کثیر فرماتے ہیں ''**واذا لم نجد فی القرآن ولا فی السنة رجعنا فی ذلک الی أقوال الصحابة فانهم أدری بذلک لما شاهدوا من القرائن والأحوال التی اختصوا بها، ولما لهم الفهم التام والصحیح ولا سیما علماء هم.**'' اس بابت بھی ہمیں قرآن وسنت کے اندر کافی اشارہ ملتا ہے، جس کی تفصیل کا یہ مقالہ متحمل نہیں۔

ہمیں جو یہاں منقح کرنا ہے وہ یہ کہ یہی صحیح ترین طریقۂ تفسیر ہے اور اسی کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں اور اس طریقۂ تفسیر میں تفسیر کتاب اللہ کی بابت کافی حد تک کفائت موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن سنت یا اقوال صحابہ کے ذریعہ تفسیر میں سب سے زیادہ جس چیز پر دھیان دینا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کسی بھی آیت کی تفسیر میں پیش کی جانے والی حدیث یا قول صحابی کی سند صحیح ہو، جیسا کہ دین کے احکام ومسائل یا فضائل کی روایت میں دھیان رکھا جاتا ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم اپنے موضوع پر آتے ہیں، یعنی ''تفسیر میں اسرائیلی روایات ایک تنقیدی مطالعہ۔''

اسرائیلیات کے ذریعہ تفسیر بھی ایک طریقۂ تفسیر ہے جو ایک حد تک صحیح ہے اور زیادہ حد تک غلط، اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں پہلے یہ وضاحت ہو جائے کہ ''اسرائیلیات'' سے کیا مراد ہے؟

''اسرائیلیات'' اسرائیل کی طرف منسوب ہے جو یعقوب علیہ السلام کا عبرانی نام ہے۔ آپ ہی کی نسل کو اسرائیلی یا بنی اسرائیل کہا جاتا ہے جو بعد میں یہودیوں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے لیے خاص ہو گیا اور اسرائیلیات سے مراد وہ واقعات یا تعلیمات ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب ''توراۃ'' میں مذکور ہیں یا یہودی علماء ومشائخ کے وضع کردہ یہودی ہدایات ہیں جو تلمود کے نام سے موسوم ہیں، جو یہودی ثقافت اور کلچر کی بنیاد ہیں، لیکن تفسیر میں اسرائیلیات سے مراد اغلبی طور پر وہ واقعات ہیں جو قرآن کے کسی اشارہ کردہ واقعہ یا کسی تلمیح کی تشریح میں پیش کیے جاتے ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ اسرائیلیات سے مراد عام طور پر یہودی واقعات و تعلیمات ہوتے ہیں، مگر اہل کتاب ہونے کی وجہ سے نصرانی واقعات و تعلیمات بھی اسرائیلیات ہی کے ضمن میں آتے ہیں۔

اب ہم اس طرف چلتے ہیں کہ آخر تفسیر سے اسرائیلیات کا کیا تعلق ہے اور یہ تعلق کیسے شروع ہوا؟ نیز اس مقالے کے مرکزی نقطہ کو لیتے ہیں، یعنی تفسیر میں اسرائیلی روایات سے مدد لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر لے سکتے ہیں تو کس حد تک؟

تو اس تعلق کی ابتدا یوں ہوئی کہ قرآن نے عبرت اور موعظت کے طور پر کسی واقعہ کی طرف مختصراً اشارہ کیا (اور قرآن اس سلسلے میں صرف اختصار ہی پر اکتفا کرتا ہے، کیونکہ مقصد تاریخ بیانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں عبرت وموعظت ہی ہے۔اس بارے میں قرآن خود ہی اپنا مقصد یوں بیان کرتا ہے:
﴿هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين﴾ (سورة آل عمران: ۱۳۸)
نیز فرماتا ہے: ﴿يايها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور وهدى ورحمة للمؤمنين﴾ (سورۃ یونس:۵۷)
اب ایک مفسر قرآن جب یہ دیکھتا ہے کہ قرآن کے اس مختصر یا اشارہ کردہ واقعہ کی تفصیل تو توراۃ یا انجیل میں موجود ہے، بس وہ اس تفصیل کا اسیر ہو جاتا ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہی معاملہ ہوا، مگر ان کے سامنے اللہ کے رسول صادق المصدوق ﷺ کی اس بابت واضح ہدایات موجود تھیں۔ جیسے آپ کا یہ فرمان "بلغوا عني ولو آية وحدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار." (صحيح بخاری احاديث الانبياء، باب ۵۰)
نیز "لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا آمنا بالله وما أنزل الينا... الآية." (صحيح بخاری، تفسير سورة البقرة، باب ۱۱)
صحابہ کرام ان ہدایات کے سختی سے پابند رہے۔ ان کی روشنی میں انھوں نے اوّلاً تو کسی واقعہ کو لیتے وقت اس کی صحت کا خیال کیا، نیز اپنی آخری شریعت کی کسوٹی پر پرکھا کھرا اترا تو لیا اور جن واقعات میں صدق وکذب کے دونوں پہلو محتمل تھے، ان کے سلسلے میں "لاتصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم" پر عمل کیا، عقائد اور دینی مسائل میں تو اہل کتاب سے کچھ لینے کا تو صحابہ میں خیال تک نہ تھا، کیونکہ ان کے سامنے آپ ﷺ کا یہ فرمان موجود تھا "لو كان موسىٰ حيا ما وسعه الا اتباعي." (مسند أحمد ۳/۳۸۷)
لیکن صحابہ کرام کے عہد زرّیں کے بعد یہ حزم واحتیاط باقی نہ رہ سکا اور تابعین میں سے ہر رطب ویابس کو جمع کرنے والے افراد نے بلا جھجک اسرائیلیات سے مدد لینا شروع کر دیا اور تابعین کے بعد یہ معاملہ اور وسیع ہو گیا، یہاں تک کہ تفسیر کی تدوین کے دور میں یہ اسرائیلی روایات کتب تفسیر میں در آئیں۔
بات ادھوری رہ جائے گی اگر یہ نہ ذکر کیا جائے کہ آخر یہ اسرائیلی روایات صحابہ یا تابعین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آئیں کہاں سے؟ تو اس کا سب سے پہلے مصدر تو خود رسول اکرم ﷺ کے بیان کردہ واقعات ہیں، جن کی صحت میں کوئی کلام نہیں اور دوسرا مصدر وہ اہل کتاب ہیں جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، یا وہ اہل کتاب جو وفات نبوی کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے، جیسے کعب الاحبار۔ ان دونوں کے علاوہ مشہور تابعی وہب بن منبہ کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ مذکورہ دونوں حضرات کے علوم کے جامع ہیں اور اسرائیلی روایات کے سب سے بڑے مصدر یہی ہیں۔ معروف امام المغازی امام محمد بن اسحاق اور ابن جریج بھی اس کے اہم مصادر میں سے ہیں۔

اس طرح اور ان حضرات کے ذریعہ اسرائیلی روایات نے تفسیر میں عمل دخل حاصل کرلیا اور اس سونے پر سہاگہ والا معاملہ یہ ہوا کہ تفسیر کے مدون کرنے والوں نے (الا ماشاء اللہ) اسانید کو حذف کر کے تفسیری روایات کو درج کرنا شروع کر دیا۔ اس غیر علمی عمل نے اسرائیلیات کے لیے دروازہ چوپٹ کھول دیا۔

تفسیر میں اسرائیلی روایات کا مقام و مرتبہ

اس مختصر جائزہ کے بعد اب ہم تفسیر میں اسرائیلی روایات کی اقسام اور ان اقسام کے مقام و مرتبہ کی بابت کچھ گفتگو کرتے ہیں:

۱- اسرائیلی روایات کی پہلی قسم نبی اکرم ﷺ کے بیان کردہ واقعات ہیں جو صحیح اور متصل سندوں سے حدیث و تفسیر کی کتابوں میں مروی ہیں (مذکور نہیں کہہ رہا ہوں) جیسے قرآن میں مذکور موسیٰ علیہ السلام والے بزرگ اہل علم کا واقعہ۔ ان کے نام کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

۲- اسرائیلی روایات کی دوسری قسم وہ روایات ہیں جن کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے، جیسے ہماری آخری شریعت مطہرہ کے مسلمات کے خلاف ہونا یا جیسے عصمت انبیاء کے منافی ہونا یا جیسے تاریخی حقائق کے خلاف ہونا یا جیسے کونی حقائق کے خلاف ہونا (جس کی مثال اوج بن عنق کا واقعہ ہے) وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- اسرائیلی روایات کی تیسری قسم میں وہ روایات آتی ہیں جن کے صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے اور اس کی بابت کوئی واضح دلیل نہیں، یہی وہ قسم ہے جس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: **لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا آمنا بالله وما انزل الينا... الآية (صحيح بخاری)**

اس قسم میں اکثر ایسے واقعات ہیں جن کی تفصیل جاننے سے کوئی دینی و دنیاوی فائدہ نہیں، جیسے اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کیا تھا؟ نام کیا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کس لکڑی کی تھی؟ وہ کون سا درخت تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کی تعیین میں مسلمانوں کے لیے دین و دنیا میں کوئی بھی فائدہ نہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جب ان جیسی روایات کی سند نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام سے صحیح نہ ہو، صرف کعب الاحبار یا وہب بن منبہ وغیرہم کے حوالہ سے یا بغیر ان کے حوالہ کے ان کو بیان کیا گیا ہو تو کیا ضرورت ہے کہ ان کو تفسیر میں بیان کر کے اپنا دین و ایمان برباد کیا جائے؟

اب ہم موضوع کے اس نکتے کو لیتے ہیں کہ تفسیر کی کون سی کتابیں اسرائیلی روایات کا مصدر ہیں:

یہ پہلے مذکور ہوا کہ اسرائیلیات بھی از قبیل روایت ہیں اور تفسیر بالروایہ کی چند معروف کتابیں یہ ہیں: **تفسير مقاتل بن سليمان، تفسير امام عبدالرزاق، تفسير امام ابن ماجه، تفسير عبد بن حميد، تفسير ابن المنذر، تفسير الطبری، تفسير ابن المنذر، تفسير ابن ابی حاتم، تفسير الثعلبی، تفسير الواحدی، تفسير البغوی، تفسير ابن عطيه، تفسير ابن كثير، تفسير الدر المنثور للسيوطی.** ان تفاسیر میں سے تو بعض اب تک مخطوطہ کی شکل میں ہیں اور بعض تحقیق کا جامہ پہن کر زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

ان تمام ہی کتب تفاسیر میں صحیحین کی طرح کیا عام کتب سنن کی طرح بھی روایات لینے میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا ہے، بلکہ بقول امام احمد بن حنبل: تفسیر مغازی و ملاحم ان تینوں کی کوئی اصل نہیں، یعنی ان کی کوئی سند نہیں، یعنی بقول امین الخولی: محکم اور ٹھوس اسانید نہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقول امام ابن تیمیہ ''تفسیر میں موضوعات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔'' نیز ''کتب تفسیر میں موضوعات بہت ہیں۔'' (مقدمہ اصول تفسیر)

تفسیر میں اسناد کے ساتھ کچھ وہی معاملہ ہوا جو تاریخ کے ساتھ ہوا، یعنی کتب حدیث کی طرح حزم واحتیاط سے کام نہیں لیا گیا، اس کی وجہ علامہ ابن خلدون تفسیر میں اسرائیلی حکایات کے راہ پانے کی ایک لمبی توضیح کے اخیر میں یہ لکھتے ہیں کہ ''نہ ان کا تعلق احکام شرعیہ سے تھا جن کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔''

ہاں مذکورہ کتب تفاسیر میں بعض ایسی ضرور ہیں کہ ان کے اندر ضعیف، موضوع یا اسرائیلی روایات کی بہتات نہیں ہے، جیسے تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر ابن کثیر۔

نیز مذکورہ کتب تفاسیر میں بعض میں تو سند سے کام لیا گیا ہے (جیسے تفسیر طبری و ابن المنذر و ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بعض میں صرف ''روی'' یا ''قال فلان'' کر کے پوری سند حذف کر دی گئی ہے یا صرف سابق مؤلفین جو اسانید سے نقل کرتے ہیں ان کا نام دے کر کسی صحابی یا تابعی کا قول نقل کر دیا گیا ہے اور اس منہج کی سب سے بڑی نمائندہ کتاب سیوطی کی ''درمنثور'' ہے۔

جن مؤلفین نے اپنے سے لے کر اللہ کے رسول ﷺ تک یا صحابی و تابعی تک اسانید کا التزام کیا ہے ان کے بارے میں تو پھر بھی یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ **من ذكر السند برئ من العهدة**. (یعنی جس نے سند ذکر کر دی وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا) اب اس روایت کو لینے والے پر واجب ہے کہ اس کی سند کی تحقیق کرے، جو قابل قبول ہو لے لے اور جو قابل قبول نہ ہو چھوڑ دے۔ (ایسا عام روایت کے بارے میں بھی کہا گیا ہے)۔

لیکن کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے والا ہر مدرس، خطیب، داعی اور مقالہ نگار اتنی صلاحیت کا حامل ہوتا نہیں کہ صحیح وضعیف میں امتیاز کرنے کی صلاحیت اس کے اندر ہو، اس لیے ماہر علماء کا یہ فرض بنتا ہے کہ تمام کتب تفاسیر جن میں روایات کا بالاسانید ذکر ہے یا اسانید کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے ان کی صحیح وضعیف روایات کی چھان بین کر کے صحیح وضعیف الگ الگ کر دیں۔

اس بابت فی زمانہ عالم عرب میں کچھ کام ہوا ہے اور جامعات کی تھیسوں میں کسی نہ کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کو لے کر ایسا کام کرنے کی لہر چل گئی ہے، جو خوش آئند بات ہے۔ علامہ احمد محمد شاکر نے تفسیر طبری کی تحقیق میں ایک بڑا کام کر دیا ہے۔ یہ کام گرچہ آپ کے دیگر علمی منصوبوں کی طرح مکمل نہیں ہو سکا ہے، مگر جتنا ہے وہ بقیہ اسانید کے لیے مشعل راہ ہے۔ برادرم شیخ سامی سلامہ نے تفسیر ابن کثیر کی تحقیق و تخریج کر کے اس بابت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ کا کام زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے، فجزاه الله خيراً. احقر نے بھی **الفتح السماوی فی تخریج احادیث تفسیر البیضاوی** کی تحقیق میں لگ بھگ ایک ہزار تفسیری احادیث و روایات پر یہ کام کر دیا ہے جو ریاض سے چھپ چکا ہے، **والحمد لله.**

ضرورت اس بات کی ہے کہ تفسیری روایات پر کئے جانے والے ان سارے کاموں کو برصغیر پاک و ہند کی مقامی زبانوں میں منتقل کیا جائے اور مدارس کے نصاب میں پڑھائے جانے والے نصاب میں اس سے استفادہ کیا جائے۔

خلاصۂ بحث

۱- قرآن مجید کا صحیح طریقۂ تفسیر یہ ہے کہ پہلے قرآن ہی میں تفسیر تلاش کی جائے۔ اگر قرآن میں نہ ملے تو پھر حدیث رسول ﷺ میں تلاش کیا جائے۔ اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو صحابہ کرام کے اقوال میں دیکھا جائے، پھر تابعین سے استفادہ کیا جائے۔

۲- حدیث ہو یا آثار صحابہ و تابعین واتباع تابعین، سب کی سند کا خیال کیا جائے۔

۳- اس تفسیر کو تفسیر نقلی یا تفسیر بالروایۃ یا تفسیر بالماثور کہتے ہیں۔

۴- اسرائیلیات کے ذریعہ کسی قرآنی واقعہ کی تفصیل بھی اسی طریقۂ تفسیر کے ضمن میں آتا ہے۔

۵- اسرائیلیات ان یہودی و نصرانی واقعات و تعلیمات کو کہتے ہیں جو قرآن کے کسی مختصراً ذکر کردہ یا اشارہ کردہ واقعہ کی تفصیل میں اہل کتاب کے حوالہ سے تفسیر میں مذکور ہیں۔

۶- اس کے اسباب قرآن اور تورات و انجیل کے واقعات میں مماثلت اور تفصیل طلب کرنے کا انسانی فطری ذوق ہے۔

۷- اسرائیلیات کے مصادر و مراجع معروف صحابی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور معروف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعی کعب الاحبار، وہب بن منبہ، ابن اسحاق اور ابن جریج رحمہم اللہ ہیں۔

۸- صحابہ کرام کسی بھی اسرائیلی روایت کو لینے میں حدیث رسول لینے کی طرح حزم اور احتیاط کرتے تھے۔

۹- مگر تابعین اور ان کے بعد یہ حزم و احتیاط باقی نہیں رہ سکا۔

۱۰- تفسیر کی تدوین کے وقت اسانید کے حذف نے اس عمل کو زیادہ وسعت دے دی۔

۱۱- تفسیر سے استفادہ کرنے والے ہر عالم کو عقائد و احکام کی احادیث کی طرح تحقیق کے بعد ہی کوئی روایت بیان کرنی چاہیے۔

۱۲- تحقیقی کاموں میں مشغول علماء، ماہرین اسانید کو چاہیے کہ متداول کتب تفاسیر کی تمام روایات کی تحقیق کر کے قاری کے سامنے صحیح اور ضعیف کو واضح کر دیں۔

۱۳- اس سلسلے میں عالم عرب میں بہت حد تک کام ہوا ہے اور کام جاری ہے۔

۱۴- ضرورت ہے کہ اس کام سے مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب میں استفادہ کیا جائے۔

نوٹ: اس مقالے کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱- مقدمہ اصول تفسیر علامہ ابن تیمیہ

۲- التفسیر و المفسرون للدکتور الذہبی

۳- دائرۃ المعارف الاسلامیہ، لاہور

☆—☆—☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تدریس میں سائنسی تحقیقات سے استفادہ کیوں اور کیسے؟

مولانا محمد مظہر الاعظمی
مرتب: مجلّہ افکار عالیہ، مئوناتھ بھنجن، یوپی

دشمنانِ اسلام کو اِس بات کا صرف احساس نہیں بلکہ یقین ہو چکا ہے کہ اس قدر کمزور اور بے بس ہونے کے باوجود مسلمانوں کی طاقت کا راز قرآن کریم میں مضمر ہے۔ وہ قرآن کو اللہ کا آخری پیغام اور حیاتِ انسانی کے لئے لائحۂ عمل مانتے ہیں۔ ان کے دلوں میں قرآن کی عظمت وجلال اس قدر گھر کئے ہوئے ہے کہ اس کے تحفظ کے لئے جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ سکتے ہیں، اس لئے اس روئے زمین اور تاریخ کے اوراق سے اگر مسلمانوں کو قصہ پارینہ بنانا ہے تو اُن کے لوحِ قلب سے قرآن کے نقوش کھرچنے ہوں گے اور دلوں سے اِس کی عظمت ختم کرنی ہوگی، اس کے بعد اس صفحۂ ہستی سے وہ خس وخاشاک کی طرح ختم ہو جائیں گے، جنھیں تیز وتند ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں اور پھر یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ یہاں اس سے پہلے کچھ تھا یا نہیں۔

قرآن کریم کی عظمت ووقار کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے ہر وقت نئے نئے طریقے اپنائے اور مختلف انداز اختیار کئے جاتے ہیں۔ کبھی قرآن میں تحریف کر کے اس کے نسخے مفت تقسیم کرائے جاتے ہیں اور کبھی ردّی کے بھاؤ بیچے جاتے ہیں تاکہ اس کے لفافے بنائے جائیں اور اس کی بے حرمتی ہو۔ چند سال پہلے مسلمانوں کو ایک رسالہ کے چند اوراق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجے گئے تھے، جن میں ننگی تصویروں پر قرآنی آیات چھاپی گئی تھیں۔ خواتین کے لباس اور شراب کی بوتلوں پر قرآن شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن کی عزت و احترام مسلمانوں کے دلوں سے نکل جائے۔

قرآن پر پابندی لگانے کے لئے چاندمل چوپڑا کا سپریم کورٹ میں درخواست دینا، ارون شوری کا اسے جھگڑے اور فساد کی کتاب قرار دینا اور قرآن سے کچھ آیات کے نکالنے کا مطالبہ کرنا بھی اسی کی کڑیاں ہیں۔

سلمان رشدی کی شیطانی آیات پڑھئے تو اندازہ ہوگا کہ اس کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی تحقیر و تذلیل سے زیادہ مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کے متعلق تشکیک پیدا کرنا ہے۔ جس کے لئے حضرت جبرئیل کا کردار عجیب انداز میں پیش کیا گیا، نیز کاتبین وحی کو دکھلایا گیا ہے کہ وہ جو کچھ چاہتے حسب منشا لکھ دیا کرتے تھے۔

اس مختصر روداد کی روشنی میں یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ پوری دنیا مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہے اور اس کے لئے پہلے ان کے دلوں سے قرآن مٹا دینا چاہتی ہے، پس چہ باید کرد۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ دشمنوں کی دشمنی کا گلہ اور شکوہ کر کے اپنی کمزوری چھپائی جائے، بلکہ غیروں کا گلہ اپنی کمزوری چھپانے کا چور دروازہ ہے، اس لئے اس چور دروازے کو بند کر کے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ جب مخالفین اسلام مسلسل ریشہ دوانی میں لگے ہوئے ہیں تو ہم نے کیا کیا؟ کیا دشمنان اسلام کے خلاف شور و ہنگامہ اور فلک شگاف نعرہ مسئلہ کا حل ہے۔ اگر یہی مسئلہ کا حل ہوتا تو عراق پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حملہ سے پہلے اور بعد میں پوری دنیا میں جتنے مظاہرے اور نعرے لگے، جس کی مثال سے تاریخ قاصر ہے، عراق کے پرخچے نہ اڑتے اور اس وقت عالمی منظرنامہ کچھ اور ہوتا، مگر عراق پر اتحادیوں کا حملہ چیخنے اور چلانے کے باوجود جس میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی انسانیت کے نام پر شریک تھے، اس بات کا ثبوت ہے کہ تمام مظاہرے اور نعرے بیکار ہیں، اگرچہ یہ ہمارے جمہوری حقوق ہیں۔ ہمیں اپنے تحفظ کے لئے خود میدان میں اترنا ہوگا، کیونکہ ہم جن سے تحفظ اور امن کی بھیک مانگ رہے ہیں اور کشکول گدائی لئے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں وہ خود ظالم و غاصب ہیں۔ نہ ہمارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے تحفظ مانگنا درست ہے اور نہ ہی وہ دے سکتے ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم عام کر دیں اور مسلمانوں کے ذہن وقلب کے دریچے کھولیں۔ اس کی روشنی سے منور کرنے کے ساتھ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا خوگر بنائیں تاکہ جس طرح نزول قرآن کے زمانے میں ایک منادی کی آواز پر مٹکے اور صراحیاں توڑ دی جاتیں، شراب بہادی جاتی اور جام و مینا کے ساتھ میخانے ویران ہو جاتے، آج بھی اسی طرح قرآن کے احکام وفرامین پر عمل پیرا ہو جائیں، کیونکہ اسلام دشمن طاقتوں اور مخالفین کی ریشہ دوانیوں کا جواب اور قرآن کا تحفظ اسی میں ہے کہ قرآن کو گلے سے لگایا جائے، جس میں انسانیت کی کامیابی وکامرانی کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرآن کا مطالعہ وسعت قلب ونظر کے ساتھ کرتا ہے وہ اس سچائی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اس پیاسی دنیا کو قرآن کے دوآتشہ کی ضرورت ہے، کیونکہ ہر ایک نظامِ زندگی جو انسانی ذہن کی اُپج اور پیداوار ہے، اپنے فطری انجام کو پہنچ کر اپنا اعتبار کھو چکا ہے اور جو باقی بچا ہوا ہے اس کا بھی ثمرہ دنیا دیکھ رہی ہے، مگر عبرت کے لئے دل بینا کی ضرورت ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب　　آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اس وقت دنیا کا رخ

۹ر ستمبر 2004 کے دی ٹائمس آف انڈیا میں نیپولین بوناپارٹ کی درج ذیل تحریر شائع ہوئی ہے جس کو پڑھنے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت انسانیت کی متلاشی دنیا کس طرف جارہی ہے اور یہ حالات ہم سے کیا تقاضا کر رہے ہیں۔

"I hope the time is not far off when I shall be able to unit all the wise and educated men of all the countries and establish a uniform regime based on the principles of the Qur'an which alone are true and which alone can lead men to happiness."

”مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب تمام ملکوں کے دانشور اور تعلیم یافتہ لوگوں کو متحد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے ایک ایسا یکساں نظام حکومت قائم کریں گے، جن کے اصول قرآن پر مبنی ہوں گے اور صرف یہی اصول لوگوں کو خوشیاں دے سکتے ہیں۔"

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کے موضوع پر آج کا سیمینار وقت کی ضرورت اور حالات کے تقاضے کے مطابق منعقد ہوا ہے۔ قابل صد مبارکباد ہیں وہ لوگ جنھوں نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس سیمینار کے انعقاد کا فیصلہ کیا اور شب و روز کی انتھک محنت کے بعد یہ خوبصورت محفل سجائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے اس پرآشوب دور میں یہ سیمینار سنگ میل ثابت ہو۔

قرآن کے موضوع پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس وقت بھی لکھا جا رہا ہے اور مستقبل میں بھی لکھا جائے گا، کیونکہ اس موضوع پر لکھنے کی نہ کوئی سیما ہے اور نہ حد، جہاں پہنچ کر یہ کہا جا سکے کہ ہم اب انتہا کو پہنچ گئے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کا قاری جب اس بحر بیکراں میں اترتا ہے اور جتنی ہی گہرائی میں پہنچتا ہے اتنے ہی قیمتی اور عمدہ موتی نکال کر لاتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ غواص اس کی گہرائی میں اترے اور خالی ہاتھ واپس آئے، اس لئے قیامت تک لوگ موتیاں نکالتے رہیں گے، مگر موتیوں کے کم ہونے کا شکوہ کبھی نہیں ہوگا۔

آبروئے اردو ادب حضرت فضا ابن فیضی فرماتے ہیں:

نیچے اتر خزانے سمندر کی تہ میں ہیں
اٹھ اور اپنی کشتی جاں میں شگاف کر

www.KitaboSunnat.com

مدارس اور قرآن

ہمارے مدارس و جامعات مسجد نبوی اور صفہ کا پرتو ہیں، جہاں شب و روز قرآن پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے میں صحابہ کرام مصروف رہتے تھے۔ اصحاب صفہ نے تو قرآن کے لئے اپنے کو وقف ہی کر دیا تھا۔ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے گرویدہ ہو گئے تھے، یہاں تک کہ ضروریات زندگی سے بھی دست کش تھے۔ اصحاب خیر جو کھجور کے خوشے لا کر رکھ دیتے اسی پر بسر اوقات کرتے اور حیات مستعار کی قندیل کو روشن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے، کیونکہ انھیں تو یقین ہو چکا تھا کہ اس قندیل حیات میں تو اصل روغن کتاب اللہ کا جلتا ہے، جس طرح عام قندیل میں تیل، لیکن اس کی لو باقی رکھنے اور روشنی بڑھانے کے لئے شیشہ بھی درکار ہوتا ہے، جس کے لئے چند کھجوروں کا خوشہ کافی ہے۔

صحابہ کرام نے قرآن فہمی کے جو طریقے اختیار کئے تھے اسے اجمالاً تین قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے:

(۱) رسول اللہ ﷺ سے ضرورت کے مطابق دریافت کرنا۔

(۲) صحابہ کرام کا آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنا۔

(۳) قرآن کے مفہوم پر غور و فکر کرنا۔

قرآن کی تفسیروں میں عموماً یہ تینوں چیزیں پائی جاتی ہیں، البتہ غور و فکر ایک لامتناہی چیز ہے۔ صحابہ کرام نے اپنی استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے کیا، اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین اپنے اپنے انداز میں کرتے رہے اور اس کے بعد سے آج تک قرآن پڑھنے اور اس سے شغل رکھنے والے اپنے اپنے طریقے پر کر رہے ہیں، کیونکہ قرآن نے غور و فکر پر بار بار زور دیا ہے تاکہ امت مسلمہ انجماد کا شکار نہ ہو جائے اور ترقی پذیر حالات کا ساتھ دینے اور اس کے قدم سے قدم ملا کر چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

صاحب "مناهل العرفان" کائنات میں غور و فکر کے متعلق اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اکثر مقامات پر لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس کائنات میں غور و فکر کریں اور پورے زور سے انھیں اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اس صحیفہ کائنات کو بنظر غائر پڑھیں تاکہ اولاً تو کائنات سے صانع کائنات کو پہچانیں اور موجودات سے موجد پر استدلال کر سکیں اور ثانیاً اس لئے کہ اس عظیم قوتوں سے اچھی طرح نفع اٹھائیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور انہی کے نفع کے لئے ان کو مسخر کر دیا ہے، جیسا کہ سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہوا ہے:
>
> اللّٰہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیه بأمره ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون٥

تو یہ بات تعجب خیز نہ ہوگی کہ کائنات میں پھیلی ہوئی ان چیزوں کا ذکر قرآن میں جن الفاظ سے آیا ہے، ان کو لوگ اسی طریقہ پر سمجھیں جس طریقہ کی رہبری انھیں عصر حاضر کا علم اور وہ ثقافت کرتی ہے جو سائنسی علوم کی بدولت پروان چڑھی ہے۔''

(بحوالہ تاریخ افکار وعلوم اسلامی، ج ا، ص ۲۴۸)

قرآن نے کائنات اور خصوصاً انفس وآفاق کے بہت سے ایسے حقائق بیان کئے ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ڈیڑھ ہزار سال قبل بہت مشکل تھا، بلکہ اس وقت بھی بہت سی ایسی پیچیدہ گتھیاں ہیں جنہیں عقل انسانی سلجھانے سے قاصر ہے، لیکن عصر حاضر کی ترقی یافتہ سائنس نے جس کا مزاج تحقیق وجستجو اور حقائق تک پہنچنے کی کوشش ہے، بہت سے مسائل کو حل کر دیا ہے اور بہت سے ایسے امور ہیں جن کا راستہ ہموار کردیا ہے، جو راستہ انشاء اللہ کامیابی کی منزل تک لے جائے گا۔

جن حقائق کو قرآن نے اُس وقت بیان کیا تھا جب اتنے زیادہ جدید وسائل وذرائع نہیں تھے جن کے ذریعہ وہاں تک پہنچنا ممکن ہوتا، آج جب وہاں تک ایک ماہرفن پہنچتا ہے تو یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قرآن ایک سچی کتاب ہے۔ قرآن نے اس احساس اور اعتراف کے متعلق بھی بتادیا تھا کہ لوگ ہماری نشانیوں کو دیکھنے کے بعد قرآن کی حقانیت کو ضرور تسلیم کریں گے۔

قرآن، بائبل اور سائنس کے مصنف ڈاکٹر موریس بوکائلے (Maurice Bucaille) نے 1975 میں فرعون کی لاش کا معائنہ کیا، اس کے بعد انھوں نے اپنی کتاب میں لکھا کہ:

"Those who seek among modern data for proof of the veracity of the Holy Scriptures will find a magnificent illustration of the verses of the Quran deeling with the pharoh's body by visiting the Royal Mummies Room of the Egyptian Museum, Cairo."

''وہ لوگ جو مقدس کتابوں کی سچائی کے لئے جدید ثبوت چاہتے ہیں وہ قاہرہ کے مصری میوزیم میں شاہی ممیوں کے کمرہ کو دیکھیں۔ وہ وہاں قرآن کی ان آیتوں کی شاندار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصدیق پالیں گے جو کہ فرعون کے جسم سے بحث کرتی ہیں۔"

جس طرح فرعون کی ممی قرآن کی حقانیت پر دال ہے، اسی طرح ڈاکٹر موریس بوکائلے کی مذکورہ تحریر بھی جس کے متعلق قرآن نے واضح کردیا تھا کہ:

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسھم حتی یتبین لھم انه الحق.
(سورۃ حم السجدۃ: ۵۳)

"ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف عالم اور ان کی ذات میں دکھلائیں گے، تاکہ یہ بات ان کے لئے واضح ہوجائے کہ قرآن (اللہ) کی برحق کتاب ہے۔"

نشانیوں کو دکھلانے اور ان نشانیوں کو دیکھ کر قرآن کو اللہ کی برحق کتاب تسلیم کرنے کی یہ پیشین گوئی ڈاکٹر موریس بوکائلے کی اس تحریر پر صد فیصد صادق آتی ہے، جو اس بات کا بھی بین ثبوت ہے کہ اس قسم کی کھلی پیشین گوئی جو صدیوں پہلے کی گئی تھی اس کا آج صادق آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہوسکتا۔

سائنسی تحقیقات سے استفادہ کیوں؟

یہ فطری بات ہے کہ جب کسی سنی ہوئی چیز کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرلیا جاتا ہے تو یقین کے اندر اور زیادہ پختگی پیدا ہونے کے ساتھ دلی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے اور اگر پہلے سے پختہ یقین ہو اور وہ مشاہدہ میں آجائے تو مسرت کی انتہا نہیں رہتی

ترا دیدہ و یوسف راشنیدہ   شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اسی طرح قرآن جس کے حرف حرف پر ہم پختہ ایمان و ایقان رکھتے ہیں، اس کے کسی زیروزبر پر شک وشبہ کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ جب اس کے بیان کردہ حقائق سائنسی تحقیقات کے ذریعہ روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتے ہیں اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جاتا ہے تو ایمان و یقین کو جلا ملتی ہے اور خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اس سے مقصد قطعاً یہ نہیں ہے کہ ہم سائنسی تحقیقات سے قرآن کی حقانیت ثابت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ قرآن اپنی حقانیت کے لئے سائنسی تحقیقات کا محتاج نہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید   نہ کہ عطار بگوید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ تدریس قرآن کے دوران، قرآن کے بیان کردہ حقائق کے ساتھ سائنسی تحقیق کو ذکر کرکے، طلبا کے ذہن و دماغ میں اس کی سچائی اور قلب میں اس کی حقانیت نقش کردی جائے، جو عصر حاضر کے ترقی یافتہ اور تہذیب وثقافت سے مرصع قوم ونسل کی ضرورت اور وقت کا تقاضا بھی ہے۔

حضرت تمیم داری اور دجال کا واقعہ

دجال کا واقعہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کرنے کے ساتھ اس کی تفصیلات سے صحابہ کرام کو آگاہ کردیا تھا، جیسا کہ حدیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے، لیکن حضرت تمیم داری نے دجال سے ملاقات کی روداد سنائی تو آپ ﷺ خوش ہوگئے اور صرف آپ خوش ہی نہیں ہوئے، بلکہ صحابہ کرام کو جمع کرکے حضرت تمیم داری کا بیان کردہ دجال سے ملاقات کا پورا واقعہ سنایا۔ ایسا بالکل نہیں تھا کہ جس دجال کے متعلق بتایا گیا تھا اس پر صحابہ کرام کو شک وشبہ رہا ہو اور آپ نے اس تفصیل سے اس شک کو دور کرنا چاہا ہو، بلکہ صرف مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام کے قلوب میں ایمان کی لو اور تیز ہوجائے اور جلا و بالیدگی حاصل ہو۔

صحیح مسلم ج ۲ میں باب قصة الجساسة کے تحت حدیث میں حضرت فاطمہ بنت قیس دجال کا واقعہ اس طرح بیان فرماتی ہیں:

فلما انقضت عدتی سمعت نداء المنادی منادی رسول الله ﷺ ینادی الصلاة جامعة فخرجت الی المسجد فصلیت مع رسول الله ﷺ فکنت فی صف النساء الذی یلی ظهور القوم فلما قضی رسول الله ﷺ صلوته جلس علی المنبر وهو یضحک فقال لیلزم کل انسان مصلاه ثم قال اتدرون لم جمعتکم؟ قالوا الله و رسوله اعلم. قال انی والله ماجمعتکم لرغبة ولا لرهبة ولکن جمعتکم لأن تمیماً الداری کان رجلاً نصرانیاً فجاء فبایع و اسلم و حدثنی حدیثاً وافق الذی کنت أحدثکم عن مسیح الدجال حدثنی أنه رکب فی سفینة بحریة مع ثلاثین رجلاً من لخم و جذام فلعب بهم الموج شهراً فی البحر ثم ارفؤا الی جزیرة فی البحر حین مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السفینة فدخلوا الجزیرة فلقیتھم دابة اھلب کثیر الشعر لایدرون ماقبلہ من دبرہٖ من کثرة الشعر، فقالوا ویلکِ ما انتِ قالت انا الجساسة، قالوا وما الجساسة قالت یا ایھا القوم انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلاً فرقنا منھا ان تکون شیطانة قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان رایناہ قط خلقاً واشدہ وثاقاً مجموعة یداہ الی عنقہٖ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت؟ قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم، قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینة تجریة فصا دفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شھراً ثم ارفَئنا الی جزیرتک ھذہٖ فجلسنا فی اقربھا فدخلنا الجزیرة فلقیتنا دابة اھلب کثیر الشعر لا ندری ماقبلہ من دبرہٖ من کثرة الشعر فقلنا ویلکِ ماانتِ؟ فقالت انا الجساسة قلنا وما الجساسة؟ قالت اعمدوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیک سراعاً وفزعنا منھا ولم نَاْمَن ان تکون شیطانة فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانھا تستخبر، قال اسألکم عن نخلھا ھل تثمر قلنا لہ نعم قال اما انھا یوشک ان لا تثمر قال اخبرونی عن بُحیرةَ طَبَریة قلنا عن ای شانھا تستخبر قال ھل فیھا ماء قالوا ھی کثیر المال، قال اما ان ماء ھا یوشک ان یذھب قال اخبرونی عن عین زُغَر قالوا عن ای شانھا تستخبر قال ھل فی العین ماء وھل یزرع اھلھا بماء العین قلنا لہ نعم ھی کثیرة الماء واھلھا یزرعون من ماء ھا قال اخبرونی عن نبی الامیین مافعل، قالوا قد خرج من مکة ونزل یثرب، قال اقاتلہ العرب قلنا نعم، قال کیف صنع بھم فاخبرناہ انہ قد ظھر علی من یلیہ من العرب واطاعوہ قال قال لھم قد کان ذاک قلنا نعم قال اما ان ذاک خیر لھم ان یطیعوہ وانی مخبرکم عنی انی انا المسیح الدجال وانی اوشک ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا ھبطتھا فی اربعین لیلةً غیر مکة وطیبة منھما محرمتان علی کلتاھما کلما اردت ان ادخل واحدة او واحدا منھما استقبلنی ملک بیدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السیف صُلتاً یصدنی عنها وان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها قالت قال رسول الله ﷺ وطعن بمخصرتهٖ فی المنبر هذه طیبة هذه طیبة هذه طیبة یعنی المدینة الاهل کنت حدثتکم ذلک فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث تمیم انه وافق الذی کنت احدثکم عنه وعن المدینة ومکة الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لابل من قبل المشرق ماهو من قبل المشرق ما هومن قبل المشرق ما هو واومیٰ بیدهٖ الی المشرق قالت حفظت هذا من رسول الله ﷺ.

''جب میری عدت گزر گئی تو میں نے پکارنے والے کی آواز سنی، وہ پکارنے والا منادی تھا رسول اللہ ﷺ کا، پکارتا تھا نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔ میں بھی مسجد کی طرف نکلی اور میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں اس صف میں تھی جس میں عورتیں تھیں لوگوں کے پیچھے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو منبر پر بیٹھے اور آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہر ایک آدمی اپنی نماز کی جگہ پر رہے، پھر فرمایا: تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں اکٹھا کیا ہے؟ وہ بولے: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: قسم خدا کی میں نے تم کو رغبت دلانے یا ڈرانے کے لئے جمع نہیں کیا ہے، بلکہ اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا۔ وہ آیا اور اس نے بیعت کی اور مسلمان ہوا اور مجھ سے ایک حدیث بیان کی جو موافق پڑی اس حدیث کی جو میں تم سے بیان کیا کرتا تھا، دجال کے باب میں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ شخص یعنی تمیم داری سوار ہوا سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ، جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے، سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا کی سمندر میں (شدت موج سے جہاز تباہ رہا) پھر وہ لوگ جا لگے سمندر میں ایک ٹاپو کی طرف سورج ڈوبتے، پھر وہ جہاز سے بلوار (یعنی چھوٹی کشتی) پر بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت بالوں والا ملا کہ اس کا آگا پیچھا معلوم نہ ہوتا تھا بالوں کی کثرت کی وجہ سے، لوگوں نے اس سے کہا: اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا: جاسوس کیا؟ اس نے کہا: اس مرد کے پاس چلو جو دیر میں ہے، اس واسطے کہ وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم نے کہا کہ جب اس نے مرد کا نام لیا تو ہم اس جانور سے ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو۔ تمیم نے کہا: پھر ہم چلے دوڑتے ہوئے یہاں تک کہ دیر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا، جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ، درمیان دونوں زانو کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں ٹخنوں تک لوہے سے۔ ہم نے کہا: اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: تم قابو پاگئے میری خبر پر (یعنی میرا حال تم کو اب معلوم ہو جائے گا) تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں جو سمندر میں سوار ہوئے تھے جہاز میں، لیکن جب ہم سوار ہوئے تو سمندر کو جوش میں پایا، پھر ایک مہینہ کی مدت تک لہر ہم سے کھیلتی رہی، بعد اس کے آ لگے اس ٹاپو میں، پھر ہم بیٹھے چھوٹی کشتی میں اور داخل ہوئے ٹاپو میں، سو ملا ہم کو ایک بھاری دم کا جانور بہت بالوں والا۔ ہم نہ جانتے تھے اس کا آگا پیچھا بالوں کی کثرت کی وجہ سے، ہم نے اس سے کہا: اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ سو اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔ ہم نے کہا: جاسوس کیا؟ اس نے کہا: چلو اس مرد کے پاس جو دیر میں ہے کہ البتہ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے، سو ہم تیری طرف دوڑتے آئے اور ہم اس سے ڈرے کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو، پھر اس مرد نے کہا: مجھ کو خبر دو بیسان کے نخلستان سے، ہم نے کہا کہ کون سا حال اس کا تو پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں اس کے نخلستان سے پوچھتا ہوں کہ پھلتا ہے؟ ہم نے اس سے کہا کہ ہاں پھلتا ہے۔ اس نے کہا کہ خبردار رہو کہ وہ وقت قریب ہے کہ وہ نہ پھلے گا۔ اس نے کہا کہ بتلاؤ مجھ کو طبرستان کا دریا، ہم نے کہا: کون سا حال اس دریا کا تو پوچھتا ہے؟ وہ بولا: اس میں پانی ہے۔ لوگوں نے کہا: اس میں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا: البتہ اس کا پانی عنقریب جاتا رہے گا، پھر اس نے کہا: خبر دو مجھ کو زغر کے چشمے سے۔ لوگوں نے کہا: کیا حال اس کا پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: اس چشمہ میں پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے اس سے کہا: ہاں، اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ کھیتی کرتے ہیں اس کے پانی سے۔ اس نے کہا: مجھ کو خبر دو عرب کے پیغمبر سے۔ لوگوں نے کہا: وہ مکہ سے نکلے اور مدینہ گئے۔ اس نے کہا: کیا عرب کے لوگ اس سے لڑے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیوں کر انھوں نے عربوں کے ساتھ کیا؟ ہم نے کہا: وہ غالب ہوئے اپنے گرد و پیش کے عربوں پر اور انھوں نے اطاعت کی ان کی۔ اس نے کہا: یہ بات ہو چکی؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: خبردار رہو، یہ بات اس کے حق میں بہتر ہے کہ پیغمبر کے تابع دار ہوں اور البتہ میں تم سے اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح ہوں یعنی دجال، تمام زمین کا پھرنے والا اور البتہ وہ زمانہ قریب ہے جب مجھ کو اجازت ہوگی نکلنے کی، سو میں نکلوں گا اور سیر کروں گا اور کسی بستی کو نہ چھوڑوں گا جہاں نہ جاؤں۔ چالیس رات کے اندر سوائے مکہ اور طیبہ کے، وہاں جانا مجھ پر حرام ہے، یعنی منع ہے۔ میں جب ان دو بستیوں میں سے کسی کے اندر جانا چاہوں گا تو میرے آگے بڑھ آئے گا ایک فرشتہ اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی۔ وہ مجھ کو وہاں جانے سے روک دے گا اور البتہ اس کے ہرنا کہ پر فرشتے ہوں گے جو اس کی چوکیداری کریں گے۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے اپنے پشت خار سے منبر پر ٹکوادیا اور فرمایا کہ طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے، یعنی طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ خبر دار ہو، بھلا میں تم کو اس حال کی خبر دے چکا ہوں تو اصحاب نے کہا کہ ہاں۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اچھی لگی تمیم کی بات جو موافق پڑی اس چیز کے جو میں تم کو دجال، مدینہ اور مکہ کے حال سے فرمادیا کرتا تھا۔ خبر دار رہو کہ البتہ دریائے شام یا دریائے یمن میں ہے نہیں بلکہ وہ پورب کی طرف ہے، وہ پورب کی طرف ہے، وہ پورب کی طرف ہے۔ (پورب کی طرف بحر ہند ہے، شاید دجال بحر ہند کے کسی جزیرہ میں ہو) اور آپ نے اشارہ کیا پورب کی طرف۔ فاطمہ بنت قیس نے کہا: تو یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے یادرکھی۔'' (ترجمہ علامہ وحید الزماں)

اس طویل روایت سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ تمیم داری کا واقعہ سنانے کے لئے منبر پر بیٹھے تو ہنس رہے تھے اور واقعہ سنانے سے پہلے فرمایا کہ حدثنی حديثاً وافق الذی کنتُ أحدثكم عن مسيح الدجال. ''تمیم داری نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی ہے جو اُس حدیث کے موافق ہے جسے میں بیان کیا کرتا تھا'' اور پھر آخر میں واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کہ الاهل کنت حدثتكم ذلك فقال الناس نعم، فانه اعجبني حديث تميم انه وافق الذی کنت احدثكم عنه وعن المدينة و مكة. ''خبر دار! کیا میں تم کو اس سے متعلق بتا نہیں چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ مجھ کو اچھی لگی تمیم کی بات جو موافق پڑی اس چیز کے جو میں تم سے بیان کیا کرتا تھا دجال اور مدینہ و مکہ کے متعلق۔''

چونکہ حضرت تمیم داری کے سفر کا یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی ان باتوں کے موافق تھا، جس کو صحابہ کرام سے بیان فرما چکے تھے، اس لئے خوشی کا اظہار کیا اور صحابہ کرام کو اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے سنایا۔

مجزز مدلجی کی موافقت پر اظہار مسرت

عن عائشة قالت دخل علی رسول الله ﷺ ذات يوم مسروراً فقال يا عائشة الم ترى ان مجزِّزاً المُدلِجي دخل علی فرأى اسامة و زيداً وعليهما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطیفة قد غطیا رؤسهما وبدت اقدامهما فقال ان هذه الاقدام بعض من بعض.
(صحیح مسلم، ج ۱، کتاب الرضاع)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس خوش وخرم آئے اور فرمایا کہ اے عائشہ! تجھے نہیں معلوم کہ مجزز مدلجی میرے پاس آیا، اسامہ اور زید کو ایک چادر میں لپٹے لیٹے ہوئے دیکھا، دونوں کے سر ڈھکے ہوئے اور پیر کھلے ہوئے تھے تو کہا کہ یہ پیر بعض بعض سے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے علم قیافہ کی بنیاد پر مجزز مدلجی کے بیان پر خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ خوش خبری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دی، کیونکہ یہ بیان امر واقعہ کے موافق تھا، جسے اہل عرب بھی علم قیافہ کی صحت کی بنیاد پر تسلیم کرتے تھے۔

عون المعبود کے مصنف نے اس معنی کی روایت نقل کرنے کے بعد امام خطابی کا قول تحریر فرمایا ہے کہ فی هذا الحدیث دلیل علی ثبوت امر القافة وصحة الحکم بقولهم فی الحاق الولد وذلک ان رسول اللّٰه ﷺ لایظهر السرور الا بما هوا حق عنده. یعنی اس حدیث میں قیافہ اور اس کی بنیاد پر بچے کو باپ سے ملا دینے کے حکم کی صحت پر دلیل ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جو چیز صحیح ہوتی تھی اسی پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔

آج کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور میں بہت سی سائنسی تحقیقات ایسی آرہی ہیں جو قرآنی حقائق کی موافقت کرتی ہیں، اس لئے مذکورہ دونوں احادیث کی روشنی میں درس قرآن کے دوران تحقیقات سے استفادہ کرنا ہمارے لئے بالکل ضروری ہے، جو وقت کی ضرورت اور حالات کا تقاضا بھی ہے۔ قرآن کے موافق تحقیقات کو یہ کہہ کر ٹھکرانا کہ قرآن نہ سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی قرآن کو سائنس کی تائید کی ضرورت ہے، بہت ہی نامناسب اور غیر معقول بات ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور آپ نے حضرت تمیم داری کے واقعہ اور مجزز مدلجی کی بات پر خوشی کا اظہار فرمایا، جبکہ آپ کو قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ اپنی باتوں کے لئے ان واقعات سے تائید حاصل کریں اور نہ ہی صحابہ کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایمان وایقان اور اس کی پختگی کے لئے ان واقعات کا سنایا جانا ضروری تھا، مگر جو مقصد ان واقعات کی صحت سے اس وقت حاصل کیا گیا تھا وہ آج کی تحقیقات بتا کر حاصل کیا جاسکتا ہے جو قرآن کے موافق ہوں۔

ذیل میں چند ایسی مثالیں دینے کی کوشش کی گئی ہے، جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہوجائے گی کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں جو تحقیقات ہوئی ہیں وہ کس طرح قرآنی حقائق سے موافقت کررہی ہیں۔

فرعونِ موسیٰ کی لاش ایک علامت

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک... آیة. (سورۃ یونس: ۹۲)

''پس آج ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو (سمندر کی موجوں سے) بچالیں گے تاکہ ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں، (قدرت حق کی) ایک نشانی ہو۔''

یہ آیت کریمہ فرعون موسیٰ سے متعلق ہے، جس میں اس کے غرق آب ہونے اور اس کی لاش کو بچا کر بعد میں آنے والوں کے لئے سامان عبرت بنانے کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ ہزاروں سال پرانا ہے۔ نزول قرآن تک کسی کو نہیں معلوم تھا کہ فرعون کی لاش محفوظ بھی ہے، لیکن قرآن نے اس اعلان کے ذریعہ کہ لتکون لمن خلفک... الآیة. ایک عجیب چیز پیش کردی، جسے ایک حیرت انگیز واقعہ سمجھا گیا، پھر بھی قدیم مفسرین کے لئے اس آیت کی تفسیر میں مشکلات تھیں، کیونکہ قرآن کے بیان سے لاش کا محفوظ ہونا تو متحقق ہوچکا تھا، لیکن چودہ سو سال تک کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ لاش کہاں محفوظ ہے، جس کی وجہ سے قرآن کی روشنی میں یہ کہنا تو آسان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو نشانی بنادیا ہے، مگر عملاً اس نشانی کا دکھلانا مشکل تھا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں رقم طراز ہیں:

> ''آیت ۹۲ کا مضمون بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے، یعنی مشیت الٰہی کا یہ فیصلہ کہ فرعون کے جسم کو غرق ہونے سے نجات دی جائے گی، تاکہ آنے والی قوموں کے لئے قدرت حق کی نشانی ہو اور اسی لئے قدیم مفسرین کو حل مطلب میں مشکلات پیش آئیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین کی یہ مشکلات ۱۸۹۸ء میں اس وقت دور ہوئیں جب پروفیسر لاریٹ (Loret) نے مصر کے ایک قدیم مقبرہ میں جا کر دریافت کیا کہ فرعون کی لاش موجود ہے۔ اس کے ۹ سال بعد ۸/ جولائی ۱۹۰۷ء کو الیٹ اسمتھ (Elliot Smith) نے فرعون کی لاش پر لپٹی ہوئی چادر کو ہٹایا اور اس کی باقاعدہ سائنسی تحقیق کی تو لاش پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی پائی گئی، جو کھارے پانی میں اس کے غرقابی کی کھلی علامت تھی۔ (تفہیم القرآن وعظمت قرآن)

مذکورہ تحقیق کے بعد اب یہ بتانا آسان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح فرعون کی لاش کو بعد میں آنے والوں کے لئے سبق اور نشانی بنا دیا، کیونکہ اس کی لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے، جسے جانے والے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو لوگ وہاں تک نہیں پہنچ پاتے وہ فوٹو اور سی ڈی وغیرہ کے ذریعے دیکھتے ہیں، اس کی سی ڈی اب بالکل عام ہو چکی ہے۔ گویا اس کی لاش کو اس طرح نشانی بنا دیا کہ اس نشانی کو پوری دنیا اپنے گھر بیٹھی ہوئی دیکھ رہی ہے، جو قرآن کی صداقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

جنین کے لئے علقہ اور مضغہ کی تعبیر

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين٥ ثم جعلناه نطفة في قرار مكين٥ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فكسونا العظام لحماً ثم انشأناه خلقاً آخر فتبارك الله أحسن الخالقين٥ (سورة المؤمنون: ۱۲-۱۴)

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے ٹھیکرے سے پیدا کیا٥ پھر ہم نے اسے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پہنچا دیا، پھر نطفہ کو منجمد خون بنا دیا، پھر اس منجمد خون کو گوشت کا ایک ٹکڑا بنا دیا، پھر اس ٹکڑے سے ہڈیاں پیدا کیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے تخلیق کے دوسرے مرحلہ سے گزار کر اسے پیدا کیا۔ پس برکت والا ہے اللہ جو سب سے عمدہ پیدا کرنے والا ہے۔''

مذکورہ آیات میں جنین کی نشو ونما اور اس کے مراحل کا ذکر اتنی باریکی اور لطافت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ وہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی حیرت انگیز چیز ہے، کیونکہ قرآن کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزرا، اس وقت جنین کے ابتدائی مراحل کو دیکھنے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کرنے کا تصور بھی محال تھا، اسی لئے اس صدی کے ماہرین یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ''قرآن سائنس سے آگے ہے۔''

آیت میں جنین کے ابتدائی مراحل کے لئے دو لفظ علقہ اور مضغہ کا استعمال زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ جن دونوں کے استعمال نے اس فن کے ماہرین کی آنکھیں کھول دیں کہ یہ الفاظ جس مرحلہ کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں وہ مراحل ان الفاظ سے حیرت انگیز حد تک موافقت رکھتے ہیں۔

علقہ کا لفظ منجمد خون (لوتھڑا) اور جونک کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن مترجمین نے خون کے لوتھڑے کا ہی ترجمہ کیا ہے، جو لوتھڑا جونک سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس مرحلہ میں خون کا یہ ٹکڑا جونک سے مشابہت کے ساتھ اسی جونک کی طرح رحم سے چپک جاتا ہے اور جس طرح جونک خون چوستی ہے اسی طرح یہ بھی غذا حاصل کرتا ہے۔

In comparing a leech to an embryo in the "alaqah" stage, we find similarity between the two, Also, the embryo at this stage obtains nourishment from the blood of the mother, similer to the leech, which feeds on the blood of others."

(A breif Illustrated guide to understanding Islam, page 6).

''علقہ کے مرحلہ میں جب ہم جونک (Leech) کا جنین سے موازنہ کریں تو دونوں میں ہمیں بہت مطابقت ملے گی، اس مرحلہ میں جنین ماں کے خون سے اپنی غذا ٹھیک ایسے ہی حاصل کرتا ہے، جیسے ایک جونک دوسرے کے خون سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے۔''

ڈاکٹر کیتھ مور جو جنینیات کے ماہر اور اس موضوع پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جب ان سے علق کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ عرب میں پائی جانے والی جونک اور چوبیس دن کے جنین میں حیرت انگیز طور پر مشابہت پائی جاتی ہے، مزید یہ کہ اس مرحلہ پر جنین رحم کی دیوار سے جونک کی طرح لپٹ جاتا ہے۔ (عقلیات اسلام، ص ۹٦)

جنین کا دوسرا مرحلہ مضغہ کا ہے، جس کا معنی گوشت کا ٹکڑا اور چبائی ہوئی چیز کے ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی تفصیل درج ذیل عبارت میں ہے:

The next stage mentioned in verse is the mudghah stage. The Arabic word mudghah means "chewed - like substance" if one were to take a piece of gum and chew it in his or her mouth then compare it with an embryo at the mudghah stage. We would conclude it with an embryo at the mudghah stage acquires the appearance of a chewed like substance. This is because of the somites at the back of the embryo that somewhat resemble teethmarks in a chewed substance. (A brief illustrated guide to understanding Islam, page 8 by I.A.Ibrahim)

’’آیت میں جنین کے نشو ونما کا دوسرا مرحلہ جو بیان کیا گیا ہے وہ ہے مضغہ، اس کے معنی Chewed- like substance یعنی چبائی ہوئی چیز کے ہے۔ اگر کوئی گوند (یا چیونگ گم) کا ایک ٹکڑا لے اور اسے اپنے منھ میں رکھ کر چبائے اور اس کو مضغہ مرحلہ کے جنین سے ملائے تو وہ اس کی شکل کو مضغہ مرحلہ کے جنین کی شکل کا پائے گا۔ جنین کی پشت پر Somites (ریڑھ کی ہڈی) ہونے کی وجہ سے یہ جنین چبائی ہوئی چیز پر دانتوں کے نشان جیسا دکھائی دیتا ہے۔‘‘

ڈاکٹر کیتھ مور سے جب مضغہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے پلاسٹک کی ایک چھوٹی سی چیز تیار کی اور پھر اسے اپنے دانتوں سے چبایا اور بتایا کہ ۲۸ روز کے جنین کی شکل ہو بہو ایسی ہی ہوتی ہے اور اس پر جو نشانات پائے جاتے ہیں وہ بھی دانتوں کے نشان کے مماثل ہوتے ہیں۔ مذکورہ حقائق کی وضاحت اور قرآنی بیان و سائنسی تحقیقات میں حیرت انگیز موافقت کے بعد اس نے برملا کہا کہ:

’’مجھے اس بات نے حیرت میں ڈال دیا، جب مجھے یہ پتہ چلا کہ قرآن نے ساتویں صدی عیسوی میں جو حقائق پیش کیے وہ کس قدر درست اور سائنسی صداقتوں کے حامل ہیں۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہاڑوں کے لئے ”فی“ اور ”اوتاد“ کی معنویت

وجعلنا في الارض رواسي ان تميد بهم. (الانبياء: ۳۱)

”اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنادیے تاکہ وہ (زمین) انھیں (مخلوق کو) لے کر ہلتی نہ رہے۔“

والقى في الارض رواسي ان تميد بكم. (سورة لقمان: ۱۰)

”اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں ہچکو لے کھلائے۔“

الم نجعل الارض مهادا o والجبال اوتادا o (النباء: ۶-۷)

”کیا ایسا نہیں کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح (اس میں) گاڑ دیا۔“

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روئے زمین پر اونچے اونچے فلک بوس پہاڑوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ زمین توازن کے ساتھ برقرار رہے۔ ڈھلکے، چھلکے اور ہچکولے نہ کھائے، نیز لفظ ”اوتاد“ جو میخ اور کھونٹی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ پہاڑ مٹی کے ٹیلوں اور تودوں کی طرح زمین پر رکھے اور پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ میخ کی طرح گاڑے ہوئے ہیں، لیکن ڈیڑھ سو سال پہلے تک پہاڑوں کے متعلق یہ خیال عام تھا کہ یہ سب زمین پر رکھے ہوئے ہیں، جس کا اندازہ قرآن کے مترجمین کے ترجمہ سے بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے جعلنا في الارض اور القى في الارض کا ترجمہ زمین پر کیا ہے۔ ”فی“ اور ”اوتاد“ کی معنویت کا عقدہ اس وقت کھلا جب سائنسی تحقیقات سے ثابت ہو گیا کہ یہ پہاڑ زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور جس طرح کھونٹی کا جتنا حصہ باہر رہتا ہے اس سے زیادہ عموماً اندر ہوتا ہے۔ اسی طرح ان پہاڑوں کا معاملہ ہے کہ جتنے حصہ اور اونچائی کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس سے زیادہ اندر ہے۔

"Modern earth science have proven the mountains have deep roots under the surface of the ground and that these roots can reach several times their elevations above the surface of the ground. So the most suitable word to describe mountains on the basis of this information is word 'peg'."

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جدید زمینی سائنس نے یہ ثابت کر دیا کہ پہاڑوں کی زمین کے اندر گہری جڑیں ہوتی ہیں اور یہ جڑیں زمین کے اوپر کے پہاڑ کے مقابلہ میں زمین کے اندر کئی گنا زیادہ گہری ہوتی ہیں، اس وجہ سے اس گہرائی کی بنا پر اسے میخ یا کھونٹی (peg) کا نام دینا زیادہ مناسب ہے۔"

۱۹۸۷ء میں رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے اسلام آباد (پاکستان) میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں ایک امریکی سائنس داں نے قرآن کی ان چند آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے کہا (جن میں پہاڑ کو میخ کہا گیا ہے) کہ سو سال پہلے سائنس دانوں کا یہ خیال تھا کہ پہاڑ ایسے ہی ٹیلے ہیں جیسے ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں یا قدرتی طور پر مسلسل آندھی وطوفان کے نتیجہ میں کسی جگہ مٹی، ریت اور پتھروں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، مگر اب جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہاڑ ایک میل اونچا ہو تو اس کی جڑ کئی میل تک گہری ہوتی ہے، جس طرح میخ کا کچھ حصہ اوپر نظر آتا ہے جبکہ اس کا بڑا حصہ زمین میں ہوتا ہے۔

(ماہنامہ محدث پاکستان، ستمبر ۲۰۰۳ء)

سائنسی تحقیقات سے استفادہ کیسے

قرآن کے موافق سائنسی تحقیقات کی جو میں نے چند مثالیں پیش کی ہیں، اس قسم کی تحقیقات سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھنے والے طلبہ کا واقف ہونا عصر حاضر کا تقاضا ہے، کیونکہ جس طرح ان تحقیقات سے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے، اسی طرح غیر مسلموں کے سامنے اسلام اور قرآن کا تعارف کرانے کے ساتھ قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کا معقول اور مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ بہت سے نومسلموں کے قبول اسلام کی وجہ اس قسم کی تحقیقات بھی ہیں، جس کی حقانیت اور عصری معنویت اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی نصرانی ہی تھے، لیکن انھوں نے بھی دجال سے ملاقات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور اسلام قبول کر لیا۔

مدارس و جامعات کے موجودہ نصاب تعلیم میں کتاب وسنت کے افہام وتفہیم اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رموز کو سمجھنے کے لئے جتنے بھی علوم معاون کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں وہ سب لازمی اور ضروری ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب بھی موجودہ نصاب میں کتاب کے اضافہ کی بات آتی ہے تو سب سے اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کتاب کو داخل نصاب کیا جائے تو نصاب بھاری ہوگا اور اگر کسی کتاب کی جگہ داخل کیا جائے تو کس کتاب کو نکالا جائے، کیونکہ تمام کتابیں اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ کسی کتاب کا کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، اس لئے یہ اہم اور مشکل سوال ہے کہ سائنسی تحقیقات سے استفادہ کی ایسی کون سی صورت ہو کہ نصاب تعلیم بوجھل اور طلبہ کی استطاعت سے باہر بھی نہ ہو اور استفادہ بھی آسان ہو۔

میرے علم اور ناقص معلومات میں طلبہ کے ذہن وفکر کے معیار کی اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں قرآن کے موافق تحقیقات کو جمع کیا گیا ہو، بلکہ جستہ جستہ مختلف رسائل و جرائد اور بعض کتابوں میں جزوی طور پر یہ چیزیں ملتی ہیں، اس لئے طلبہ کا ان سے استفادہ آسان نہیں۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ طلبہ کے معیار کو سامنے رکھ کر کوئی کتاب ترتیب دی جائے اور اس کے لئے کسی ماہر فن اور متخصص کی خدمت حاصل کی جائے یا چند ماہرین پر مشتمل ایک بورڈ بنا کر یہ کام اس کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ یہ کام جلد اور آسانی سے ہو سکے اور اس کے بعد یہ کتاب نصاب میں اس طرح داخل کی جائے کہ طلبہ اسے برداشت کر سکیں، یعنی ہفتہ میں صرف ایک ایک دو گھنٹی اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر طلبہ کے لئے مطالعہ میں رکھ دی جائے جس کا باقاعدہ دیگر نصابی کتابوں کی طرح امتحان بھی ہوتا کہ طلبہ اسے پڑھیں اور مقصد حاصل ہو۔

چوں کہ مدارس و جامعات کے طلبہ جدید سائنسی اصطلاحوں سے ناواقف ہوتے ہیں، نیز انگریزی زبان میں ہونے کی وجہ سے ان کا بآسانی یاد کر لینا بھی مشکل ہوتا ہے، اس لئے کتاب کی ترتیب میں اس بات کی بھی کوشش ہونی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ان پیچیدہ اور غیر مانوس اصطلاحوں سے اعراض کیا جائے تاکہ اصل مقصود کو سمجھنے میں پیچیدہ اصطلاحیں رکاوٹ نہ بنیں، کیونکہ ہمارا مقصود تو صرف قرآن سے سائنسی تحقیقات کی موافقت پیش کرنا ہے نہ کہ سائنسی علوم وفنون اور ان کی اصطلاحوں سے واقف کرانا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہل اور آسان اسلوب میں کتاب ترتیب دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس کتاب سے طلبہ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی حسب استطاعت استفادہ کریں گے اور ان کو بھی قرآن کی حقانیت کو عصری اسلوب میں سمجھنے کا موقع ملے گا۔

طلبہ کے استفادہ کی دوسری شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عربی درجات کی تمام جماعتوں میں ہفتہ میں ایک روز کسی ایسے استاذ کے لکچر کا انتظام کیا جائے جسے جدید تحقیقات سے دلچسپی ہو اور وہ پوری تیاری کے ساتھ اپنی معلومات طلبہ تک پہنچائے، لیکن اس لکچر میں جو کچھ بتایا جائے اس کے امتحان کا بھی نظم ہو، بصورت دیگر استاذ تو لکچر کی تیاری کرے گا، مگر طلبہ اسے غیر ضروری سمجھ کر توجہ نہیں دیں گے اور مقصد فوت ہو جائے گا۔

طلبہ کے استفادہ کی تیسری شکل یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ماہرین کا محاضرہ منعقد کیا جائے جس میں تمام اساتذہ اور طلبہ شریک ہوں، لیکن محاضرہ اور درس کا جو فرق ہے وہ رہے گا اور محاضرہ کے ذریعہ اس طرح استفادہ ممکن نہیں جیسے درس سے ہوتا ہے، لیکن نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔

سائنسی تحقیقات سے استفادہ کا مذکورہ طریقوں کے علاوہ ایک طریقہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ قرآن اور اس کی تفسیر پڑھانے والے اساتذہ خود ان مقامات کی وضاحت کریں، جن کی موافقت سائنس کر رہی ہے۔ یہ طریقہ مذکورہ طریقوں سے بہت آسان ہے مگر مشکل بھی۔ آسان اس وجہ سے کہ مذکورہ طریقوں میں سے کسی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی، مگر مشکل اس اعتبار سے کہ ہر استاذ کو اس قسم کے فنون سے دلچسپی نہیں ہوتی اور بغیر دلچسپی اور شوق کے اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنا اور طلبہ کے سامنے پیش کرنا مشکل ہے، اس لئے اگر اس آخری طریقہ کو اختیار کرلیا جائے تو میرے خیال میں قرآن کی تدریس میں سائنسی تحقیقات سے استفادہ سب سے آسان ہوگا۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن ترمذی میں أبواب فضائل القرآن
ایک مطالعہ

مولانا عبد اللہ مدنی جھنڈانگری
رئیس مرکز التوحید، مدیر مسئول ماہنامہ نورتوحید، نیپال

سنن ترمذی کے مصنف کا اسم گرامی محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک السلمی الترمذی ہے، کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ نے آپ کے تعارف میں یہ جملہ تحریر فرمایا ہے: أحد الأئمة الذین یقتدی بهم فی علم الحدیث و أحد العلماء الحفاظ الأعلام. آپ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی۔ سن وفات دوسوانا سی (۲۷۹ھ) ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب جامع الترمذی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ خود مصنف کے بقول: من کان فی بیته هذا الکتاب فکأنما فی بیته نبیٌ یتکلم. ''جس کے گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس گھر میں نبی محو کلام ہیں۔''

بعض اعتبار سے جامع ترمذی کو دیگر کتب حدیث میں امتیاز حاصل ہے۔ حسن ترتیب، عدم تکرار، فقہی مذاہب اور استدلال کے بیان اور اقسام حدیث: صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معلل کی وضاحت کی بنیاد پر یہ کتاب نمایاں مقام کی حامل ہے، البتہ اپنی جلالت علمی کے باوجود احادیث کی تصحیح و تحسین میں آپ کو متساہل قرار دیا گیا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں: ''لا یعتمد العلماء علی تصحیح الترمذی.''

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ امام ترمذی جب تصحیح و تحسین میں متفرد ہوں، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر اعتماد نہیں کیا جاتا، لیکن جب دوسرے ان کی موافقت کرتے ہوں تو تصحیح وتحسین قابل اعتماد ہے۔ (تفصیل کے لیے مقدمہ تحفۃ الاحوذی ملاحظہ فرمائیں)

اس مختصر سی ضروری تمہید کے بعد ''ابواب فضائل القرآن'' پہ ایک نظر ڈالی جارہی ہے۔

ابواب فضائل القرآن کے تحت ۲۵ ابواب قائم کیے گئے ہیں، جن میں کل ۵۲ احادیث مذکور ہیں۔ باب ما جاء في سورة الاخلاص میں سب سے زیادہ ۶ حدیثیں لائی گئی ہیں۔ سورۃ بقرہ اور آیۃ الکرسی کی فضیلت میں ۴، بقیہ کسی باب میں ۲-۲، ۳-۳، دیگر ۹ ابواب میں ایک ایک حدیث ذکر کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی فضیلت، قاری قرآن کی عظمت، تعلیم قرآن کا بیان، تلاوت قرآن کا اجر، قرآن سے بے توجہی کی بے برکتی، حفظ کے بعد قرآن بھولنے کا گناہ، نبی اکرم ﷺ کا اسلوب قرأت وتلاوت، قرآن کی تلاوت اور اللہ سے سوال، تبلیغ قرآن کی شدید خواہش جیسے ابواب کے علاوہ بقیہ ابواب کا تعلق، فاتحة الكتاب، آیت الكرسی، سورة بقره کی آخری آیات، سورة آل عمران، سورة كهف، سورة يٰسين، حٰم الدخان، الملک، اذازلزلت، أخلاص اور معوذتین کے فضائل سے ہے۔

☆ آغاز فاتحة الكتاب کی فضیلت کے بیان سے ہوا ہے۔ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا اور سورۃ فاتحہ کی بابت آپ نے فرمایا کہ اس کے مثل تورات، انجیل، زبور اور خود قرآن میں دوسری کوئی سورت نہیں ہے۔ اس روایت میں سورۃ فاتحہ کا نام أم القرآن اور سبع مثاني - سبعٌ من المثاني - بھی بتایا گیا ہے۔ یہ روایت حسن صحیح ہے۔

☆ دوسرا باب سورہ بقرہ اور آیت الکرسی سے متعلق ہے۔ راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس روایت سے سورۃ البقرۃ کی فضیلت بایں طور واضح ہوتی ہے کہ آپ نے ایک نوعمر کو سورہ بقرہ حفظ ہونے کی وجہ سے ایک جماعت کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ الفاظ ہیں:

أمعك سورة البقرة؟ قال: نعم، قال: ''اذهب فأنت أميرهم.'' اشراف میں سے ایک صاحب گویا ہوئے، اللہ کے رسول! خدا کی قسم، سورہ بقرۃ میں نے صرف اس لیے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد کیا کہ اسے تہجد میں نہ پڑھ سکنے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے فرمایا: قرآن سیکھو، اسے پڑھو، قرآن سیکھنے، اس کے پڑھنے اور عمل کرنے کی مثال ایسی تھیلی کی مانند ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ بکھری ہوئی ہو اور وہ شخص جو قرآن تو سیکھے مگر سو جائے اس حال میں کہ قرآن اس کے سینے میں محفوظ ہو، وہ مشک کی اس تھیلی کی طرح ہے جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو۔ یہ روایت درجہ حسن تک پہنچتی ہے۔

سورۃ بقرہ کی فضیلت میں دوسری حدیث اس طرح ہے:

لاتجعلوا بیوتکم مقابر وان البیت الذی تُقرأ البقرة فیه لا یدخله الشیطان.

حدیث حسن صحیح.

اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں ذکر و طاعت کے مشاغل جاری رہیں ورنہ وہ قبرستان کی طرح ہوں گے اور یہ کہ سورہ بقرہ کی تلاوت سے شیطان دور دور رہتا ہے۔ سورہ بقرہ اور آیت الکرسی سے متعلق تیسری اور چوتھی حدیث کو امام ترمذی نے "**هذا حدیث غریب**" کہا ہے۔

☆ تیسرے باب میں حضرت ابوایوب کی ایک دیو سے ملاقات کا ذکر ہے، جس کے لیے غول کا لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے، جس کے معانی انسانوں کو کھانے والا شیطان یا شکل و صورت اور رنگ وروپ بدلنے والے جن و شیطان ہیں۔ اس شیطان نے حضرت ابوایوب کی گرفت سے رہائی پانے کے لیے شیطان سے بچاؤ کا یہ نسخہ بتایا تھا کہ تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تائید فرمائی اور شیطان کو جھوٹا قرار دیا — **صدقت وھی کذوب** — امام ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن غریب ہے۔

☆ چوتھے باب کی پہلی حدیث میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی تلاوت کا فائدہ بتایا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہر شر اور خوف وخطر سے محفوظ رہے گا۔ دوسری روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ان آخری آیات کی مستقل تین دن کسی گھر میں تلاوت سے شیطان قریب بھی نہیں جائے گا۔ یہ حدیث نئے نسخوں میں غریب بتائی جاتی ہے، لیکن علامہ منذری نے ترغیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس حدیث کے ذکر کے بعد کہا:

رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب، تحفہ ۱۵۴/۸۔

☆ پانچواں باب سورہ آل عمران سے متعلق ہے۔ سورہ بقرہ کی فضیلت کا بیان بھی مذکور ہے۔ راوی نواس بن سمعان ہیں، حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن سورۃ البقرہ اور آل عمران کے پڑھنے کا ثواب قرآن پڑھنے والے کے آگے ہوگا۔ آپ نے ان کی مثال بھی پیش کی۔ یہ دو الگ الگ چھتریوں کی طرح ہوں گے یا دو کالے گھنے بادلوں کے مانند یا پر پھیلائے ہوئے پرند کے سائبان جیسے۔ یہ سورتیں اپنے قاری کی سفارش بھی کریں گی۔

☆ چھٹے باب میں سورہ کہف کی تلاوت کے وقت بدلی کی شکل میں سکینت وطمانیت کے نزول کا ذکر ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

دوسری حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھنے سے فتنہ دجال سے محفوظ رہا جا سکے گا۔ من قرأ ثلاث آیات من أول الکھف عصم من فتنة الدجال۔

☆ ساتویں باب میں مذکور حدیث سورہ یٰسین کی اہمیت کا اظہار کرتی ہے۔ حدیث میں یٰسین کو قرآن کا دل کہا گیا ہے اور فضیلت یہ بتائی گئی ہے کہ اسے ایک بار پڑھنے سے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (حدیث حسن غریب)

☆ آٹھواں باب حم الدخان کی فضیلت میں ہے۔ رات کو اس سورت کی تلاوت کرنے والا اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں... أصبح یستغفرله سبعون ألف ملک. یہ حدیث غریب ہے۔ دوسری روایت: من قرأ حم الدخان فی لیلة الجمعة غفر له. ہے، یہ حدیث بھی غریب ہے۔

☆ نویں باب میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو ایک واقعہ کے ضمن میں آئی ہے۔ کسی صحابی نے ایک خیمہ غیر شعوری طور پر ایک قبر پر لگا دیا، اچانک انھوں نے سورۃ الملک پڑھتے ہوئے ایک انسان کی آواز سنی۔ صاحب خیمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! بلا سمجھے میں نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا دیا تھا، اچانک اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک انسان کے سورۃ الملک پڑھنے کی آواز سنائی دی، اس نے مکمل تلاوت کی تھی۔ آپ نے فرمایا: هي المانعة، هي المنجية تنجيه من عذاب القبر. یہ سورت عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔

یہ حدیث غریب ہے۔ صاحب تحفہ نے یحیٰی بن عمرو بن مالک کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس باب کی دوسری روایت بتاتی ہے کہ قرآن کی ایک سورت نے جو تیس آیات پر مشتمل ہے، ایک شخص کی سفارش کی، نتیجے میں اسے بخش دیا گیا۔ یہ حدیث مرتبہ حسن تک پہنچتی ہے۔ تیسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول بیان ہوا ہے کہ آپ الم تنزیل اور تبارک الذی بیده الملک پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔

☆ دسواں باب ”اذا زلزلت“ کے فضائل پر مشتمل ہے۔ اس سورت کی تلاوت کرنے والا نصف قرآن کے مساوی ثواب حاصل کرے گا۔ ایسے ہی قل یایها الکافرون پڑھنے والا ربع قرآن اور قل هو الله أحد کا قاری ثلث قرآن کی تلاوت کے اجر کا مستحق ہوگا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

اس باب کی دوسری روایت میں بھی انہیں سورتوں کے مذکورہ ثواب کا بیان ہوا ہے، یہ حدیث بھی غریب ہے۔

تیسری حدیث میں ایک نادار صحابی کو ”قل هو الله أحد“، ”إذا جاء نصر الله والفتح“، ”قل یٰأیها الکافرون“، ”إذا زلزلت الأرض“ کے ثواب کے حوالے سے آپ نے شادی کا حکم فرمایا ہے، البتہ اس حدیث میں إذا زلزلت الأرض کا ثواب ربع قرآن کے برابر بتایا گیا ہے، یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ترمذی کی تحسین کے باوجود سلمہ بن وردان کے ضعف کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تحفہ)

☆ باب نمبر ۱۱ میں ”سورة الأخلاص“ اور ”سورة اذا زلزلت“ کی تلاوت کا اجر وثواب بیان ہوا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ایک شب میں تہائی قرآن تم میں سے کوئی پڑھنے سے قاصر ہے؟ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے ”الله الواحد الصمد“ کی تلاوت کی اس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلث قرآن پڑھ لیا۔ (حدیث حسن)

بعض نسخوں میں "من قرأ قل هو الله أحد، الله الصمد" بھی ہے۔ ویسے "الله الواحد الصمد" اس سورت کا نام بھی ہو سکتا ہے، اختلاف قرأت کی بنیاد پر بھی ممکن ہے۔ حضرت عمرؓ "الله أحد الله الصمد" بغیر قل کے پڑھتے تھے۔ (تحفہ)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن احکام، اخبار اور توحید پر مشتمل ہے اور اس سورت میں توحید کا بیان ہے، اس لیے تہائی قرآن کے مساوی ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ "الأحد" اور "الصمد" جمیع اوصاف کمال اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جو دوسری سورتوں میں وارد نہیں ہوئے۔

ثلث قرآن کے مساوی ہونے کی شرح میں اختلاف ہے۔ صاحب تحفة الأحوذی کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سورت کا پڑھنے والا ثلث قرآن کی تلاوت کے ثواب کا مستحق ہوگا۔

اس باب کی دوسری روایت میں سورہ اخلاص پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

تیسری حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ دن میں جو شخص دو سو مرتبہ "قل هو الله أحد" پڑھے گا، اس کے پچاس برسوں کے گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیے جائیں گے، الا یہ کہ وہ قرض دار ہو۔ اسی سند سے ایک دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: جو آدمی اپنے بستر پہ سونے کا ارادہ کرے اور دائیں کروٹ پر لیٹے پھر سو بار "قل هو الله أحد" پڑھے، قیامت کے دن اللہ اس سے کہیں گے: یا عبدی أدخل علي يمينك الجنة. "میرے بندے! داہنی جانب جنت میں داخل ہو جاؤ۔" (حدیث غریب)

چوتھی حدیث میں "قل هو الله أحد" کو ثلث قرآن کے برابر بتایا گیا ہے۔

پانچویں حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل ہوا: اکٹھے ہو جاؤ میں تمہارے سامنے ثلث قرآن کی تلاوت کروں گا۔ کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ نے "قل هو الله أحد" کی تلاوت فرمائی، پھر گھر میں داخل ہو گئے۔ لوگ باہم گفتگو کرنے لگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ نے فرمایا تھا: ثلث قرآن پڑھوں گا، ایسا لگتا ہے یہ آسمان سے خبر آئی ہے۔ آپ دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے کہا تھا: ثلث قرآن کی تلاوت کروں گا، یہ سورت ثلث قرآن کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ هذا حديث حسن صحيح غريب.

اس باب کی چھٹی اور آخری حدیث کچھ طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی مسجد قبا میں امامت کرتے تھے اور کوئی سورت پڑھنے سے قبل ہر رکعت میں "قل هو الله أحد" پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ یا تو صرف "قل هو الله" پڑھیں یا اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھیں۔ وہ اپنے معمول کو چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئے، بلکہ یہ بھی کہا کہ تم سب چاہو کہ اسی معمول کے مطابق پڑھتا رہوں تو ٹھیک ورنہ امامت چھوڑ دوں۔ وہ ان کی بزرگی کے سبب دوسرے کی امامت بھی ناپسند کرتے تھے۔ آخر کار نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی، آپ نے استفسار فرمایا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ "قال يا رسول الله انی أحبها فقال رسول الله ﷺ ان حبها أدخلك الجنة." اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔ حديث حسن غريب (صحيح).

☆ "باب ما جاء في المعوذتين" بارہواں باب ہے۔ تعوذ کے حوالے سے قرآن میں "قل أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" جیسی دوسری کوئی سورت قرآن میں نہیں ہے۔ ان دو سورتوں کے بارے میں آپ نے فرمایا: "لم يُرَ مثلُهن" سحر اور نظر بد کے لیے یہ دونوں سورتیں مفید ہیں۔ آپ نے سحر کے اثرات کو انہیں کے ذریعے دور فرمایا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث حضرت عقبہ ابن عامر سے مروی ہے، جن کو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھ لیا کریں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

☆ قاری قرآن کی فضیلت سے متعلق قائم کردہ باب نمبر ۱۳ میں ماہر و مشاق شخص کے ساتھ تلاوت میں کمزور شخص کے لیے بھی بشارت ہے۔ ماہر تلاوت کرنے والا انبیاء، معززین و مقربین اور اطاعت گزار اشخاص کے ساتھ ہوگا جبکہ اٹک اٹک کر پڑھنے والے کے لیے دوہرا اجر ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ تلاوت میں کمزور شخص ماہر تلاوت کرنے والے سے زیادہ اجر پائے گا، بلکہ اسے قرأت کا اجر بھی ملے گا اور مشقت برداشت کرنے کا ثواب بھی۔

اس باب کی دوسری روایت ضعیف ہے جس کے مطابق قرآن پڑھنے والا، یاد کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا جنت میں داخل ہوگا اور اس کی سفارش سے اس کے اہل خانہ میں سے دس افراد جنت میں جائیں گے جو جہنم کے مستحق تھے۔

☆ چودھواں باب قرآن کریم کی فضیلت سے متعلق ہے۔ ذکر کردہ حدیث کی سند مجہول ہے، اس روایت میں قرآن کو فتنے سے نجات کا سبب بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں۔

☆ پندرھویں باب کا تعلق تعلیم قرآن سے ہے۔ ابوعبدالرحمٰن تابعی نے حضرت عثمانؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر کم من تعلم القرآن وعلمه. ''سب سے بہتر تم میں وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور اس کی تعلیم عام کرے۔'' راوی حدیث ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں: اسی فضیلت کے پیش نظر میں یہاں بیٹھ کر قرآن کی تعلیم میں مشغول ہوں۔ یہ سلسلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے حجاج بن یوسف کے عہد تک قائم رہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

☆ سولھویں باب میں قرآن کے ایک حرف کے پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا، اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوگا۔ آپ نے ''الم'' کو ایک حرف نہیں قرار دیا بلکہ الف، ل، م کو علیحدہ علیحدہ حرف شمار فرمایا۔ حدیث حسن صحیح غریب.

☆ سترھواں باب ''قرآن اللہ سے تقرب کے لیے بے مثل ہے۔''

اس میں دو رکعت نماز کی ادائیگی کو اللہ کے نزدیک افضل عمل بتایا گیا ہے اور یہ کہ بندہ جب تک نماز میں مشغول ہوتا ہے اس کے سر پر نیکیوں کی جھڑی لگی ہوتی ہے۔ ان البر لیُذر علی رأس العبد مادام فی صلاته. یہ بھی بتایا گیا کہ قرآن اللہ سے تقرب کے لیے بے مثل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخہ ہے۔ یہ حدیث غریب ہے، بکر بن خنیس متکلم فیہ ہیں۔

☆ باب نمبر اٹھارہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے اندر قرآن کا کوئی جز نہیں ہے یعنی اسے قرآن یاد نہیں ہے وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ حدیث حسن صحیح.

اس باب کی دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صاحب القرآن سے کہا جائے گا، پڑھو اور چڑھتے جاؤ، جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے تھے اسی طرح پڑھو۔ قرآن کی آخری آیت تک جہاں پہنچو گے وہی تمہاری منزل قرار پائے گی۔ حدیث حسن صحیح. باب کی تیسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن قرآن صاحب قرآن کے لیے اللہ سے عرض کرے گا: مولا! اسے زیور سے آراستہ کردے، تو اسے کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ دوبارہ عرض کرے گا: اللہ مزید عنایت فرما، پھر کرامت کا خلعت عطا ہوگا۔ قرآن کہے گا: اللہ اس سے راضی ہوجا۔" اللہ اس سے راضی ہوجائے گا اور کہے گا: تم قرآن پڑھو اور درجات عالیہ تک چڑھتے جاؤ۔ ہر آیت کے بدلے ایک نیکی بڑھائی جائے گی۔ حدیث حسن صحیح.

☆ باب نمبر ۱۹ میں قرآن یاد کرنے کے بعد بھلا دینے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: میرے آگے میری امت کی نیکیاں لائی گئیں۔ اس میں مسجد سے نکالے جانے والے تنکے کا بھی ذکر تھا۔ میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے، اس میں ذنب اعظم یہ تھا کہ قرآن کے حفظ کی توفیق ملنے کے بعد اسے بھلا دیا گیا۔ حدیث غریب ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کا تذکرہ میں نے محمد بن اسماعیل سے کیا، ان کے نزدیک یہ معروف نہیں تھی۔ فلم یعرفه واستغربه.

☆ "من قرأ القرآن فلیسال الله به" بیسواں باب ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو اپنی حاجت کا اظہار اللہ سے ہی کرنا چاہیے۔ حضرت عمران بن حصین کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو قرآن پڑھ کر بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ نے "انا لله وانا الیه راجعون" پڑھتے ہوئے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جو قرآن پڑھے اسے اللہ سے ہی سوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہئے۔ مستقبل میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں گے۔ حدیث حسن.

دوسری روایت حضرت صہیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھے وہ مومن نہیں ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو آہستگی سے پڑھنا چاہئے۔ فرمایا:

"الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة والمُسِرُّ بالقرآن كالمُسرّ بالصدقة. حديث حسن غريب.

☆ باب نمبر ۲۱ میں سونے سے قبل سورہ بنی اسرائیل وزمر پڑھنے کا بیان ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: "كان النبی ﷺ لا ينام حتی يقرأ بنی اسرائيلَ والزمر." امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

باب کی دوسری حدیث حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

آپ کا معمول تھا کہ سونے سے قبل مسبِّحات پڑھتے تھے اور فرمایا: اس میں ایک ایسی آیت ہے جو سو آیتوں سے بہتر ہے۔ حدیث حسن غریب ہے۔ مسبّحات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے آغاز میں سُبحانَ یا سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ جیسے الفاظ مذکور ہیں، جو سات ہیں: سبحان الذی أسری، الحديد، الحشر، الصف، الجمعة، التغابن، الأعلى. سو آیات سے بہتر آیت لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھی گئی ہے، تاکہ تمام سورتوں کی تلاوت کی جاتی رہے۔ یہ روایت حسن غریب ہے، راوی بقیہ ابن الولید کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ یہ کثیر التدلیس ہیں۔

☆ باب نمبر ۲۲۔ سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھنے کی فضیلت میں ہے۔ فرمان نبوی میں بتایا گیا ہے کہ جس نے صبح کے وقت تین بار "أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم" پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں، اللہ رب العالمین اس کے لیے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمائیں گے، جو شام تک اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہیں گے۔ اسی دن اگر اسے موت آگئی تو وہ درجہ شہادت پر فائز ہوگا۔ جو شخص ان آیات کو شام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت پڑھے گا صبح تک اسے یہی شرف حاصل ہوتا رہے گا۔ حدیث حسن غریب.

☆ باب نمبر۲۳۔ اس میں آپ کی قرأت کا اسلوب بیان کیا گیا ہے۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپ نماز پڑھتے پھر اتنی دیر تک سو جاتے، جتنی دیر نماز پڑھی تھی۔ پھر آپ اتنی ہی دیر نماز پڑھتے جتنی دیر کے لیے آپ سوئے تھے، پھر آپ اتنی دیر کے لیے سو جاتے جتنے وقت تک نماز ادا کی تھی۔ صبح تک یہی کیفیت رہتی تھی۔ حضرت اُمّ سلمہ نے پھر آپ کی تلاوت کا انداز بیان کیا

"فاذا هی تنعتُ قراءۃً مفسرۃً حرفاً حرفاً" آپ کا طرز تلاوت اس طرح تھا کہ ہر حرف شمار کیا جا سکتا تھا۔ حدیث حسن صحیح غریب.

اس باب کی دوسری حدیث میں اس امر کی حضرت عائشہؓ کی جانب سے ایک سوال کے جواب میں وضاحت ہوئی ہے کہ وتر، شب کے اوّل و آخر دونوں حصوں میں پڑھی جا سکتی ہے۔ شریعت نے گنجائش رکھی ہے، صلاۃ اللیل میں قرأت جہراً و سراً دونوں کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح غسل جنابت سے متعلق یہ آسانی ہے کہ چاہے تو سونے سے قبل غسل کر لے یا صرف وضو کر کے سو جائے (پھر اٹھ کر غسل کر لے)۔ حدیث حسن غریب۔ شریعت میں دی جانے والی سہولیات اللہ کی نعمت ہیں۔ اس کو جذبہ شکر کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔ (تحفہ)

☆ باب نمبر۲۴۔ حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی اس شدید خواہش کا ذکر کیا ہے جس کا اظہار قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی غرض سے آپ قبائل کے سامنے موسم حج میں فرماتے تھے: ألا رجلٌ یَحمِلُنی اِلی قومِه فان قریشا قد مَنعونی أن أُبلّغَ کلامَ ربّی. "کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اپنی قوم تک لے چلے، قریش نے تو مجھے اپنے رب کا کلام دوسرے تک پہنچانے سے روک رکھا ہے۔ (حدیث حسن صحیح غریب، صححه الحاکم)

حدیث مذکور کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب آپ قرآن کی تبلیغ و دعوت کا فریضہ انجام دیتے تو تلاوت مرتل ہوتی، ہر ہر حرف واضح ہوتا تا کہ لوگ مستفیض ہوں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور وفکر کر سکیں۔

☆ باب نمبر ۲۵۔ اس باب میں ذکر کردہ حدیث میں اللہ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ جس شخص کو تلاوت قرآن میں مشغولیت کے سبب ذکر و دعا کی مہلت نہ ملی اسے اپنی حاجت طالب کرنے والوں سے بہتر اور زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے کلام کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے مخلوق کے مقابلے میں خود اللہ کی عظمت۔ حدیث غریب۔ عطیہ العوفی اور محمد بن الحسن بن ابو یزید الھمدانی ضعیف ہیں۔ اگر یہ روایت ضعیف نہ ہوتی تو ذکر و دعا سے زیادہ اجر و ثواب قاری قرآن کو حاصل ہونے کی بڑی واضح دلیل بنتی۔

ابواب فضائل القرآن کی ۵۲ احادیث میں سے ۲۹ صحیح روایات ہیں، جنہیں محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی نے صحیح سنن الترمذی میں شامل فرمایا ہے۔

مذکورہ روایات سے قرآن کریم کی عظمت روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کا اجر و ثواب اور مقام و مرتبہ واضح ہو رہا ہے۔ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لیے ایک ایسے حصار کے طور پر سامنے آ رہا ہے جس سے شیطان کے مکر سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ اس سے نظر بد اور جادو کے اثرات کا ازالہ ہوتا ہے۔ یہ انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے، باعث ہدایت و طمانیت ہے۔ اس کی تلاوت سے دنیاوی سعادتوں اور اخروی نعمتوں کے حصول کی امید ہوتی ہے۔ قرآن کا متعلم افضلیت کا مستحق قرار پاتا ہے اور معلم قرآن سب سے بہتر ہونے کا لقب حاصل کرتا ہے۔ ہر ہر حرف کے بدلے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قرآن سے لگاؤ رکھنے والے تاج وخلعت سے نوازے جائیں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی جس سے بڑی کسی دوسری نعمت کا مرد مومن کے نزدیک کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

ترمذی کے ابواب فضائل قرآن میں مذکور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے قرآن کی جو عظمت و رفعت آشکارا ہو رہی ہے، امت ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لے کہ اس عظیم الشان کتاب سے ہمارا تعلق کس حد تک ہے؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ امت کے بیشتر افراد قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم کے مقصد نزول سے ناواقف ہیں، اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا تو دور خود اس کی تلاوت سے بھی غفلت برتی جا رہی ہے۔ کیا یہ افسوس ناک امر نہیں ہے کہ ایک بڑی تعداد بچپن میں قرآن کی تعلیم نہیں حاصل کر پا رہی ہے۔ سمجھنا کیا پڑھنا بھی نہیں جانتی۔

ایک طرف اس کتاب حکیم سے ہماری بے توجہی کا یہ عالم ہے، دوسری طرف دنیا اس کتاب کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ رہی ہے۔ کہیں قرآنی آیات کو تبدیل و تحریف کا نشانہ بنا کر اسے بے اثر کیے جانے کی سعی ہو رہی ہے۔ کہیں مخصوص آیات کو قرآن سے خارج کیے جانے کے مطالبات کیے جا رہے ہیں۔ دنیا یہ حقیقت تسلیم کر چکی ہے کہ جب تک قرآن باقی ہے، قرآنی تعلیمات زندہ ہیں، دلوں میں قرآن کی عظمت برقرار ہے، مسلمانوں کو ان کی مخصوص ثقافت سے کاٹنے کی ہر کاوش رائیگاں جائے گی۔ کاش! ہم اپنے عقائد و اعمال قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ڈھال لیں۔ اسے اپنی زندگی کا دستور بنا لیں اور ہمارے شب و روز کے معمولات اسی کے مطابق انجام پائیں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت قرآن اور اس کے تقاضے

مولانا ارشد سراج الدین مکی
مدیر معاون ماہنامہ اردو بک ریویو، نئی دہلی

قرآن مجید اللہ وحدہٗ لاشریک کا کلام ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات عظیم اور بابرکات ہے، اسی طرح اس کا کلام بھی۔ اللہ کا کلام ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کے اندر وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، جو کسی اعلیٰ وارفع کلام کے اندر ہونی چاہئیں۔ قرآن کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب ہے اور اس نے قیامت تک اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن آج بھی اپنی اصل صورت میں محفوظ ہے، جیسا کہ وہ ساتویں صدی عیسوی میں محمد عربی ﷺ پر اترا تھا۔ قرآن کا اپنی اصلی صورت میں باقی رہنا اس کو دوسری کتب سماویہ سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی محفوظیت قرآن کی اصل امتیازی خصوصیت ہے۔ قرآن کی حفاظت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إنّا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون. (الحجر: ۹)

''بلاشبہ یہ یاددہانی ہم ہی نے نازل کی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

''قرآن کی صداقت کا یہ واضح ثبوت ہے کہ آج قرآن لفظاً لفظاً اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ نہ صرف امت کے حفاظ اسے نسلاً بعد نسلٍ سینہ بہ سینہ نقل کرتے رہے، بلکہ نبی ﷺ کے زمانے سے یہ تحریری شکل میں بھی منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس کا قدیم ترین نسخہ جو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جو مصحف عثمانی کہلاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، آج بھی دنیا میں موجود ہے۔'' (مولانا شمس پیرزادہ، تفسیر دعوۃ القرآن، جلد اوّل، ممبئی، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۴۷۷)

جہاں قرآن مجید کا ایک ایک حرف اس کی عظمت بیان کر رہا ہے، وہیں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی عظمت ذہن نشین کرنے کے لیے بے نظیر مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو نہیں ہوتی البتہ مزہ اس کا میٹھا ہوتا ہے۔'' (مسلم جلد اوّل، کتاب فضائل القرآن، باب فضیلۃ حافظ القرآن)

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا مگر اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کی مثال کھجور کی سی ہے۔''

ان دونوں روایتوں میں فرق کی نوعیت بس اتنی ہے کہ ایک روایت میں قرآن پڑھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے نتائج بیان کیے گئے ہیں اور دوسری روایت میں قرآن نہ پڑھنے مگر اس کے مطابق عمل کرنے کے نتائج بیان کیے گئے ہیں۔

''کائنات ایک راز ہے اور جو کتاب اس راز کو کھولتی ہے وہ قرآن ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کتاب الٰہی کے بغیر کوئی شخص حیات و کائنات کے معمے کو حل نہیں کر سکتا ...... اس معمے کو خدا کی کتاب حل کرتی ہے۔ اس آسمان کے نیچے آج قرآن ہی ایک ایسا صحیفہ ہے جو پورے یقین کے ساتھ تمام حقیقتوں کے بارے میں ہم کو قطعی علم بخشتا ہے۔ جن لوگوں نے کتاب الٰہی کے بغیر کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے اندھوں کے پاس ایک ہاتھی کھڑا کر دیا جائے اور پھر ان سے پوچھا جائے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے تو جس کا ہاتھ اس کی دم پر پڑے گا وہ کہے گا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے، جیسے مورچھل۔ کوئی کان ٹٹول کر کہے گا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے سوپ۔ کوئی پیٹھ پر ہاتھ پھیرے گا اور کہے گا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے تخت۔ کوئی پاؤں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھو کر کہے گا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے کھمبا۔ تمام بے خدا فلسفیوں اور مفکروں کا یہی حال ہے۔ انھوں نے کائنات کے اندر حقیقت کو ٹٹو لنے کی کوشش کی مگر علم کی روشنی سے چونکہ وہ محروم تھے، اس لیے ان کی تمام کوششوں کا ماحصل اس کے سوا اور کچھ نہ نکلا، جیسے کوئی شخص اندھیرے میں بھٹک رہا ہو اور اٹکل کے ذریعے الٹے سیدھے فیصلے کرتا رہے۔'' (مولانا وحیدالدین خاں، عظمت قرآن، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۴۱-۴۵)

اس اعتبار سے مدارس میں پڑھنے اور پڑھانے والے حد درجہ خوش نصیب ہیں۔ انھیں انبیاء کرام کی وراثت حاصل ہے۔ العلماء ورثة الانبياء. ان حضرات کو اس حدیث کا صحیح مصداق بننے کی کوشش کرنی چاہیے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه. (بخاری)

''تم میں سے بہترین وہ ہے کہ جس نے قرآن سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا۔''

یعنی اہل ایمان میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں اور قرآن پڑھیں اور پڑھائیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ دینی مدارس نے ماضی بعید ہی میں نہیں بلکہ ماضی قریب میں بھی اپنی متعدد ذمے داریوں کی ادائیگی کے لیے نہایت گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ انھی خدمات کی قدر افزائی کے لیے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ایک بڑی حقیقت کا پتہ دیتے ہیں:

''ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو۔ غریب مسلمانوں کے بچوں کو انھی مکتبوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور یہ درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا، میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ وقرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوین کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ (یہاں بھی) — تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی — تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے ہمیں مدارس کے طلباء میں ایمان و یقین کی برقی لہر دوڑانا ہوگی، جس کے نتیجے میں سند فضیلت حاصل کرنے والے طلباء:

(۱) قرآن وسنت کا گہرا علم اور دینی بصیرت رکھتے ہوں اور اسلامی اخلاق وکردار کے حامل ہوں۔

(۲) اعلاء کلمۃ اللہ کا سچا جذبہ رکھتے ہوں۔

(۳) وقت کے اہم مسائل پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں اور عصر حاضر کے مسائل و معاملات پر مطالعہ کرنے کا عزم رکھتے ہوں۔

(۴) گروہی، تنظیمی، فقہی اور مسلکی تعصّبات و اختلافات سے بالاتر وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح وتعمیر کا فریضہ انجام دینے کے لیے آمادہ ہوں۔

قرآن کی تدریس

مدارس نے ماضی میں قرآن کریم کی تعلیم کا جو روشن باب رقم کیا ہے، وہ اب امتدادِ زمانہ کی وجہ سے صرف اپنی روایتی شکل میں باقی رہ گیا ہے۔ اب صورت حال بڑی ناگفتہ بہ ہے۔ اکثر دینی مدارس میں قرآن کریم کی تعلیم براہ راست متن کی بنیاد پر نہیں دی جاتی۔ قرآن پڑھانے کے بجائے قرآن کی بعض تفسیریں پڑھانے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قرآن کو براہ راست قرآن سے سمجھنے کی کوشش کم ہی کی جاتی ہے۔ یہ قرآن کی بڑی حق تلفی ہے۔

''معلّم قرآن کا فرض ہے کہ وہ اپنے طلباء کے لیے قرآن فہمی کی راہ ہموار کرے اور ان کے اندر قرآن کا خاص ذوق پیدا کرنے کی کوشش کرے، جیسے ایک سائنس داں کی شاگردی میں اگر طالب علم نے محض سائنس کی کچھ معلومات حاصل کیں اور Scientific attitude اسے حاصل نہ ہو، اس کے سوچنے اور غور کرنے کا ڈھنگ سائنٹفک نہ ہوسکا تو اس نے کچھ حاصل نہ کیا۔ ٹھیک اسی طرح طلباء کے اندر اگر Quranic Attitude پیدا نہ ہو، سمجھئے کہ طلباء نے قرآن سے استفادہ نہیں کیا۔ طالب علم کو اگر وہ نگاہ مل جائے جو قرآن ان کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسے وہ دل میسر آ جائے، جیسا دل قرآن کو مطلوب ہے، اس وقت ہمیں سمجھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ قرآن کی تعلیم دینے میں ہمیں کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے، لیکن اگر قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی طلباء تنگ نظر رہے، پستی فکر ونظر سے انھیں نجات نہ مل سکی، کشادہ دلی کی کیفیت، بردباری، عفو وکرم اور ایثار وقربانی کی لذت سے وہ ناآشنا ہی رہے تو سمجھئے کہ وہ قرآن پڑھنے کے باوجود قرآن سے دور ہیں۔ ہم انھیں قرآن کے قریب لانے میں ناکام ہیں۔'' (مولانا محمد فاروق خان، قرآن کے تعلیمی وتدریسی مسائل، دینی مدارس اور ان کے مسائل، مقالات سیمینار، اعظم گڑھ، ۱۹۹۰ء)

''عام طور پر قرآن کی تعلیم مکمل کرنے کے باوجود قرآن کے طلباء کی زندگیوں میں کوئی امید افزا تبدیلی کے آثار نظر نہیں آتے۔ وہ قرآن پڑھنے سے پہلے جیسے کچھ تھے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی وہ وہی رہتے ہیں۔ اُن کی فکر میں نہ وہ وسعت پیدا ہوتی ہے اور نہ ان کے قلب میں وہ فراخی دکھائی دیتی ہے، جو قرآن کو مطلوب ہے...... اس میں جہاں طلباء کی کوتاہیوں کا دخل ہوسکتا ہے، وہیں اس سے کہیں زیادہ طریق تعلیم کا دخل ہے۔ تعلیم دینے والا بالعموم خود اس احساس سے خالی ہوتا ہے کہ وہ کتنی عظیم اور رفیع المرتبت چیز پیش کرنے جارہا ہے اور اس سے خود اس کی اپنی زندگی کتنی منور ہونی چاہیے۔ جو شخص خود عظمت اور بڑائی کے مفہوم سے بے خبر ہو وہ اپنے طالب علموں کو بڑا کیسے بنا سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کا مقصد ایسے افراد پیدا کرنا ہے جو بڑائی اور عظمت کے پیکر ہوں......۔'' (قرآن کی تعلیم وتدریس کے سلسلے میں ایک بڑی کوتاہی، محمد فاروق خاں، دینی مدارس اور ان کے مسائل، اعظم گڑھ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳)

قرآن کی عظمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان قرآن کو اپنے جملہ مسائل کے لیے راہنما بنائے۔ اسی کتاب کی رہنمائی میں ہی انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے منزل پا سکتے ہیں۔ اسی کتاب پر عمل کرکے ہی انسانیت کی تعمیر ہوسکتی ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وادی ''صفا'' سے قرآن کی آواز

رفیق احمد رئیس سلفی
مدیر: ماہنامہ ''نداء الصفا'' نئی دہلی

قومی اور بین الاقوامی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو جن حالات کا سامنا ہے، ان سے باخبر ہونا اور ملت کو باخبر رکھنا ایک دینی و ملّی فریضہ ہے۔ اس فریضہ کی اہمیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب ہم ذرائع ابلاغ میں اپنے کچھ ایسے ہمدردوں کو دیکھتے ہیں جو مسلمانوں کی ہر سستی اور کمزوری کو ''دجال اکبر'' کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی منتشر اور غیر مربوط زندگی کو مربوط کرنے اور اپنی حالت سدھارنے کی طرف ان کو متوجہ کرنے کی بجائے وہ انھیں یہ کہہ کر تھپکیاں دیتے رہتے ہیں کہ تمہاری محرومیوں کے پیچھے تمہارے دشمنوں کا ہاتھ ہے۔ ان کے ان سطحی تجزیوں نے ملت کے خاصے لوگوں کو بصیرت و بصارت دونوں سے محروم کر دیا ہے۔ ہمارا بھائی ہماری جھونپڑی کو مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگا رہا ہے اور ہم اپنا احتساب کرنے اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑنے کے بجائے ان لوگوں پر تنقید کر رہے ہیں جو تیل کا ذخیرہ رکھتے اور اسے بازار میں سپلائی کرتے ہیں۔

بیماری سے شفا اسی وقت ملتی ہے جب مرض کی صحیح تشخیص ہو جائے۔ صحیح تشخیص کے لیے گہرا علم، وسیع تجربہ اور اخلاص سبھی کچھ ہونا ضروری ہے۔ چند خبریں پڑھ کر اور سن کر اگر ہم خود کو سیاسیات کا ماہر اور ایک بڑا صحافی تصور کرنے لگیں تو اس سے بڑی کوئی دوسری حماقت نہیں ہو سکتی۔ افغانستان اور عراق کے مسئلہ میں اجتماعی طور پر ہم نے جس بے شعوری کا ثبوت فراہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور ہمارے عوام نے جس جذباتیت کا قدم قدم پر مظاہرہ کیا ہے، اس سے ملت کی بچی کھچی ساکھ بھی داؤ پر لگ چکی ہے۔ دینی صحافت سے وابستہ ہمارے بعض تجزیہ نگار یہ تو بتاتے ہیں کہ کہاں کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے، لیکن وہ یہ نہیں بتاتے، ایسا کیوں ہو رہا ہے اور اس کو روکنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

ملت اسلامیہ ہند کے سامنے بھی گوناگوں مسائل ہیں، ان میں سے بعض یقیناً ہمارے کرم فرماؤں کے پیدا کردہ ہیں، لیکن مسائل کی ایک خاصی تعداد ایسی ہے جن کے صرف ہم ذمہ دار ہیں اور جن کا حل بھی خود ہمارے پاس ہے۔ ہمیں اپنے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے سے کس نے روکا ہے؟ ہمارے طلبہ کو اخلاص کے ساتھ محنت کرنے اور مقابلہ کی دنیا میں آگے بڑھنے سے کس نے منع کیا ہے؟ زندہ قوموں کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی نصرت اور اپنے اعتماد کے ذریعہ اپنی مشکلات کا صحیح ادراک کرتی ہیں اور پھر ان پر قابو پانے کی جی جان سے کوشش کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جو قومیں حرارت و زندگی کی نعمتوں سے محروم ہو جاتی ہیں وہ اپنی کمزوری اور کاہلی کا اعتراف نہ کر کے اپنے مسائل کے لیے دوسروں کو ذمہ دار قرار دیتی ہیں اور پھر یہ لے اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ان کی سرگرمیاں درجہ صفر تک پہنچ جاتی ہیں اور ذلت و نکبت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

ملت اسلامیہ ہند کے سامنے ایک اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ دین سے محبت اور اس سے وابستگی کا تقاضا ہے کہ دینی مدارس کی سرگرمیاں جاری رہیں اور ملت کے بچے ان میں تعلیم حاصل کر کے ان اقدار کی حفاظت کریں جن پر ہمارے ملّی وجود کی اساس قائم ہے۔ مادّی زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے یہاں عصری تعلیم کا بھی غلغلہ بلند ہو اور نونہالان ملت علوم جدیدہ کے میدان میں پیش قدمی کریں۔ ایک زمانہ میں تعلیم کا سارا انتظام اس کا اپنا تھا اور تعلیم کے تمام شعبوں میں اس کو قیادت و سیادت حاصل تھی، لیکن انگریزوں کے دور اقتدار سے وہ تعلیم کے میدان میں پچھڑتی چلی گئی اور آزادی کے بعد بھی اس کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا۔ اب اعداد و شمار کے لحاظ سے وہ ہندوستان کی ان قوموں میں شمار کی جاتی ہے جو تعلیمی لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہیں۔ تعلیمی پسماندگی کی شکار قوموں کے لیے حکومت کے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصوبے بھی ہیں، اس کا مخصوص بجٹ بھی ہے، لیکن جذبہ خدمت وخلوص کے فقدان کی وجہ سے کہیں کوئی حالت سدھرتی نظر نہیں آرہی ہے۔

دینی مدارس میں مسلمان بچوں کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔ ان مدارس کا صرف یہی کارنامہ نہیں ہے کہ انھوں نے بے سروسامانی کے باوجود دینی اقدار اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا ہے، بلکہ ان کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ ملت کے ایسے بہت سے بچے جو معاشی تنگی کی وجہ سے نہ تعلیم حاصل کر سکتے تھے اور نہ صحیح ڈھنگ سے زندگی گزار سکتے تھے، ان کو ان مدارس نے سہارا دیا ہے اور زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کرکے ایک ذمہ دار اور باعزت شہری بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ان مدارس کے مستفیدین کی اگر تاریخ مرتب کی جائے تو حیرت سے ہماری نگاہیں کھلی رہ جائیں گی۔ قابل مبارک باد ہیں ہمارے نظمائے مدارس اوران کی انتظامیہ کے دیگر محترم حضرات جنھوں نے مادّیت کے اس دور میں نونہالان ملت کی تعلیم و تربیت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور شب و روز کی محنت سے وہ نظام ترتیب دیا ہے جو ملت کی آبرو اور اس کی تہذیبی قدروں کا محافظ ہے۔

حالات بدل رہے ہیں، زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب آرہا ہے، دنیا سمٹتی جارہی ہے۔ صرف تعلیم ہی نہیں زندگی کے تمام شعبوں میں نئے نئے تجربات کیے جارہے ہیں اور مختصر وقت میں زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوششیں تیز ہورہی ہیں۔ ان حالات میں کیا ہم اپنے مدارس کو اسی راہ پر چلنے دیں جس پر وہ صدیوں سے چلے آرہے ہیں؟ کیا ان میں پڑھایا جانے والا نصاب دور حاضر کی ضرورتوں کو پوری کرسکتا ہے؟ کیا اس کے فارغین عصر حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکتے ہیں؟ جدید دنیا کی تفہیم کے لیے جو علمی بصیرت ضروری ہے، کیا وہ ہمارے فارغین کے اندر پیدا ہورہی ہے؟ اس طرح کے بیسیوں سوالات ہیں جو آج ہمارے سامنے ہیں۔ صدق وصفا کے پیکر ہمارے بعض بزرگوں کی مخلصانہ رائے یہ ہے کہ ہمارا روایتی سلسلہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ عصری تقاضوں سے اسے ہم آہنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قدیم نظام میں کوئی تبدیلی کی گئی تو سب کچھ درہم برہم ہوجائے گا۔ سوچنے کا یہ انداز اور یہ موہوم اندیشے دونوں درست نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مقاصد عزیز ہیں تو ہمیشہ طریقۂ کار پر نظر ثانی لازمی طور پر کرنا ہوگی۔

۱۱ر ستمبر کے مشہور واقعہ کے بعد دنیا کا جو منظر نامہ سامنے آیا ہے وہ اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے لیے ایک بڑی آزمائش ہے۔ بعض اسلام دشمن عناصر اسلامی تعلیم کو اپنی تنقیدوں کا نشانہ بنارہے ہیں، وہ دینی مدارس کے بارے میں یہ رائے قائم کیے ہوئے ہیں کہ یہ دہشت گردی کے مراکز ہیں، جہاں مسلمان بچوں کو تربیت دے کر اپنے مخالفین کو ٹھکانے لگانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کہیں قرآن کو تشدد آمیز تعلیمات کا مجموعہ قرار دیا جارہا ہے۔ بعض لوگ بزعم خویش قرآن کو بے ضرر بنارہے ہیں، کہیں جہاد وقتال کی آیات قرآن سے خارج کی جارہی ہیں اور کہیں یہود ونصاریٰ کے کردار کو نمایاں کرنے والی آیات اس سے الگ کی جارہی ہیں۔ قرآن اور اسلام کے یہ دشمن اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کی ان حرکتوں سے نورِ الٰہی کی روشنی ماند پڑ جائے گی اور روئے زمین پر اللہ کی آخری حجت اپنی حیات آفریں تعلیمات سے تہی دست ہوجائے گی اور پھر آخر میں مسلمان ان کی خواہشات کے غلام بن جائیں گے۔

حالات کے اس نازک موڑ پر سب سے بڑی ذمے داری دین اسلام کے نمائندوں پر عائد ہوتی ہے۔ دینی مدارس اور ان سے وابستہ طلبہ واساتذہ صرف مسلمانوں ہی کے نہیں بلکہ پوری انسانیت کا سرمایہ ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف ان غلط فہمیوں کا ازالہ کریں جو اسلام دشمن طاقتیں پھیلا رہی ہیں، بلکہ عملی اقدامات کے ذریعے اس دنیا کے لیے اور انسانی سماج کے لیے اپنی اہمیت وضرورت بھی ثابت کریں۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے دینی تعلیمی نظام کو اور زیادہ چست بنائیں اور اس کے نصاب میں عصری ضرورتوں کے مطابق انقلابی تبدیلی پیدا کریں۔

آج جس قرآن کو دنیا نے موضوع بنا رکھا ہے اور جس کی بعض تعلیمات سے وہ پریشانی محسوس کررہی ہے اس قرآن کے تعلق سے ہمارا رویہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔ دینی مدارس میں قرآن کا نصاب پڑھ کر فارغ ہونے والے طلبہ کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو متن قرآن ہاتھ میں لے کر قرآن کا درس دینے اور اس کی تفسیر کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ قرآن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمتوں کی دریافت تو دور کی بات ہے، یہاں بڑے بڑے احکام سے متعلق قرآنی آیات اور ان کی سورتوں کا ہمیں علم نہیں ہے۔ فقہ اسلامی کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مسئلہ پیش آئے تو پہلے قرآن میں دیکھا جائے، نظریاتی اعتبار سے ابتدا سے انتہا تک ہم طلبہ کو یہی پڑھاتے بھی ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ غیر حافظ کے لیے قرآن سے آیت وضو ڈھونڈ نکالنا مشکل ہے۔ قرآن کی تلاوت، اس پر فکر وتدبر اور مطالعہ کتب تفاسیر کا جو سلسلہ قائم رہنا چاہیے، بدقسمتی سے فارغین میں اس پہلو سے کوئی بیداری پیدا کرنے میں ہم ناکام ہیں۔

حالات کے اسی تناظر میں صفا شریعت کالج نے یکم و۲؍مارچ ۲۰۰۵ء کو دوروزہ آل انڈیا سمینار ''دینی مدارس کے نصاب میں قرآن کا مقام اوراس کا منہج تدریس'' کے موضوع پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ سمینار بحمد للہ بہت کامیاب رہا اور شرکائے سمینار نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ دور حاضر میں مدارس کی معنویت بڑھی ہے اور انھیں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے ہم اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرسکتے ہیں۔ دینی مدارس کے ذمہ داران، دینی تنظیموں اور جماعتوں سے وابستہ اصحاب علم وفضل، یونیورسٹیوں اور عصری درس گاہوں سے وابستہ حضرات نے متفقہ طور پر صفا شریعت کالج کے اس اقدام کو جرأت مندانہ قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ دیگر ادارے بھی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کو مربوط ومستحکم کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس سمینار کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ایک مشترک مقصد کے لیے مختلف مکاتب فکر کے نمائندے ایک اسٹیج پر اکٹھا تھے اور قرآن مجید نے جس امت واحدہ کا تصور پیش کیا ہے، اس کا عملی طور پر مظاہرہ کررہے تھے۔ ہندوستان کے موجودہ سیاسی وثقافتی پس منظر میں بین المسالک اتحاد واتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ صفا شریعت کالج نے اپنے اس سمینار کے ذریعے ایک خاموش پیغام یہ بھی دیا ہے کہ ہمیں اپنے مشترک مقاصد کے لیے سر جوڑ کر ایک ساتھ بیٹھنا چاہیے۔

شرکائے سمینار نے قرآن کی عظمت کے مختلف پہلو اجاگر کیے، اس کی تدریس وتعلیم کے مراحل پر روشنی ڈالی، موجودہ نصاب اور اس کے طریقۂ تدریس میں جو کمیاں ہیں اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشاندہی کی۔ بعض اہم تفاسیر کے طریقۂ تدریس اور طریقۂ استفادہ پر خصوصی مقالات پیش کیے گئے، جن سے حاضرین نے بطور خاص فائدہ اٹھایا۔ اصول تفسیر کے حوالہ سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے افکار و خیالات زیر بحث آئے اور دور جدید میں ان کی معنویت کو محسوس کیا گیا اور بعض معاصر مفسرین کے افکار و نظریات بھی زیر بحث آئے اور بڑے احترام کے ساتھ ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان پر علمی اور سنجیدہ تنقید کی گئی۔

اس سمینار کو فکری غذا اور توانائی استاذ محترم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ نے فراہم کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف سمینار کے منصب صدارت کو زینت بخشی، بلکہ اس کی تمام نشستوں میں از اوّل تا آخر موجود رہے۔ اپنا گراں قدر مقالہ پیش فرمانے کے ساتھ ساتھ دو نشستوں کی صدارت بھی فرمائی اور اپنے بیش قیمت افکار و خیالات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا۔ سلفی اداروں کے اس طرح کے علمی پروگراموں میں ڈاکٹر صاحب کی شرکت اور سرپرستی ان کی ایک عظیم خدمت ہے، جس کا ہر سطح پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمینار کی کارروائی اور اس کی تجاویز وسفارشات

— ادارہ

اعلان کے مطابق یکم و ۲/ مارچ ۲۰۰۵ء کو صفا شریعت کالج کے زیر اہتمام دو روزہ آل انڈیا سمینار کا انعقاد ہوا۔ اس کا افتتاحی اجلاس ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ کی صدارت اور مولانا رفیق احمد رئیس سلفی (علی گڑھ) کی نظامت میں صبح ۱۰ بجے شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک اور حمد ونعت کے بعد سمینار کے داعی اور صفا شریعت کالج کے ناظم محترم مولانا عبدالواحد مدنی کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا، اس کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی نے افتتاحی خطاب سے نوازا۔ موصوف نے اپنے خطاب میں قرآن اور اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ناظم دینیات ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی نے اپنے خطاب میں اسلام اور قرآن کی تعلیمات کے خلاف پیدا کی جانے والی غلط فہمیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور مدارس میں پڑھائے جانے والے قرآنی نصاب کا جائزہ لیتے ہوئے ذمہ داران مدارس سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے نصاب میں تفسیر ابن کثیر ضرور شامل کریں۔ اس کے بعد مولانا خلیل الرحمٰن عمری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، شیخ صلاح الدین مقبول، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، مولانا عبدالوہاب خلجی اور مولانا اصغر علی امام مہدی نے صفا شریعت کالج کو مبارک باد پیش کی اور سمینار کے موضوع کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی۔ اخیر میں صدر سمینار ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے اپنے خطاب سے مجلس کو مستفید فرمایا اور تفصیل سے اس سمینار کے مقاصد اور اس کی اہمیت وضرورت پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افتتاحی نشست کے بعد دو دنوں تک مقالات کی خواندگی کے لیے کل چار نشستیں ہوئیں اور درج ذیل عناوین کے تحت علما اور دانشوروں نے مقالات پیش کیے:

عظمت قرآن اور اس کے تقاضے (مولانا ارشد سراج الدین مکی)، حفظ قرآن مجید کا نصاب اور اس کا طریقۂ کار (مولانا اسعد اعظمی)، جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم)، درجات عالمیت وفضیلت میں حفظ قرآن کی ضرورت و طریقۂ کار (مولانا عبدالمنان سلفی)، مدرسۃ الاصلاح میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی)، ہندوستان کے سلفی مدارس میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی)، تدریس وتفہیم قرآن میں فکر فراہی سے استفادہ: ایک تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی)، مسلکی نقطۂ نظر سے تدریس قرآن: فوائد ونقصانات (مولانا محمد جرجیس کریمی)، کتب تفاسیر میں اسرائیلی روایات: ایک تنقیدی مطالعہ (مولانا احمد مجتبیٰ مدنی)، طلبائے مدارس عربیہ میں قرآن فہمی کا ذوق: احتساب و جائزہ (ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری)، تفسیر بالماثور کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس (مولانا ارشد فہیم الدین مدنی)، جامعہ دار السلام عمر آباد میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی عمری)، الاتقان فی علوم القرآن: طریقۂ تدریس و استفادہ (مولانا عبدالعلیم ماہر)، مدارس کے موجودہ نصاب میں کتب تفاسیر: ایک جائزہ (مولانا سلطان احمد اصلاحی)، تفسیر بیضاوی: طریقۂ تدریس و استفادہ (مولانا شریف اللہ سلفی)، تدریس وتفہیم قرآن میں فکر فراہی سے استفادہ: ایک تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی)، جامع ترمذی میں ابواب فضائل قرآن: ایک مطالعہ (مولانا عبداللہ مدنی)، القرطبی کی الجامع لاحکام القرآن: طریقۂ استفادہ (ڈاکٹر توقیر احمد فلاحی)، تفسیر ابن جریر طبری: طریقۂ تدریس و استفادہ (ڈاکٹر احسان اللہ فہد)، تدریس قرآن میں جدید سائنسی تحقیقات سے استفادہ، کیوں اور کیسے؟ (مولانا محمد مظہر اعظمی)، ہندوستان کے شیعی مدارس میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (ڈاکٹر نثار احمد اعظمی)، تفسیر بالرائے کی نمائندہ کتابوں کا طریقۂ تدریس: ایک جائزہ (مولانا محمد احمد اثری)، مقدمہ فی اصول التفسیر لابن تیمیہ: ایک مطالعہ (مولانا ابوالبرکات اصلاحی)، دینی مدارس میں تدریس قرآن کی مطلوبہ ترجیحات (مولانا ابوالعاص وحیدی)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم: اہمیت اور طریقۂ کار (رفیق احمد رئیس سلفی، علی گڑھ)۔

علاوہ ازیں درج ذیل چار مقالے سمینار کو موصول ہوئے۔ کسی وجہ سے ہمارے یہ چاروں معزز مہمان شریک سمینار نہ ہو سکے:

ترجمہ معانی القرآن، مسائل ومشکلات اور امکانات (مولانا محمد فاروق خاں)، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس قرآن: ایک جائزہ (ڈاکٹر جمشید احمد ندوی)، تفسیر فتح القدیر: طریقۂ تدریس واستفادہ (مولانا عزیز الرحمٰن سلفی)، دینی مدارس میں اصول تفسیر کی تدریس: جائزہ و سفارشات (ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی)۔

۲ر مارچ کی اختتامی نشست ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ نظامت کے فرائض مولانا عبدالواحد مدنی نے انجام دیے۔ ڈاکٹر نثار احمد اعظمی، مولانا اصغر علی امام مہدی، مولانا مقبول احمد فلاحی بلریا گنج، مولانا شبیر احمد اٹوا، مولانا محمد مقیم فیضی، مولانا انعام اللہ فلاحی چوکنیاں، مولانا ابوالعاص وحیدی نے اپنے مفید تاثرات پیش کیے۔ اخیر میں ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری صاحب نے تفصیل سے سمینار کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ اسی نشست میں سمینار کے کنوینر اور ماہنامہ نداء الصفا کے مدیر مولانا رفیق احمد رئیس سلفی نے تجاویز و سفارشات پیش کیں۔ افتتاحی اجلاس کے آخر میں سمینار کے داعی مولانا عبدالواحد مدنی نے کلمات تشکر ادا کیے۔

اس سمینار میں دہلی، اعظم گڑھ، لکھنؤ، بنارس، مئو کے علاوہ اضلاع بستی، گونڈہ، سدھارتھ نگر، مہراج گنج، سنت کبیر نگر سے بڑی تعداد میں علما اور دانشوروں نے شرکت کی۔

تجاویز وسفارشات

۱- تمام مقالہ نگاران اور دیگر شرکائے سمینار کا احساس ہے کہ یہ سمینار وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سمینار کے بعد تسلسل برقرار رکھتے ہوئے علاقائی طور پر آئندہ بھی اس طرح کے سمینار منعقد کیے جائیں۔

۲- بڑے مدارس کے اساتذہ اور ذمہ داران کا ایک اجتماع طلب کیا جائے، جس میں قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق نصاب تعلیم اور تجاویز پر تفصیل سے غور کیا جاسکے۔

۳۔ قرآن کریم کے جملہ متعلقہ موضوعات و مسائل پر ریسرچ و تحقیق کے لیے ایک ''قرآنی تحقیقی ادارے'' کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جدید کتابیں تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اسی ادارے سے ہندوستانی مصنفین کی قرآن کریم سے متعلق تصنیفات کی طباعت کا بھی انتظام کیا جائے۔

۴۔ علوم قرآن پر توسیعی محاضرات کا اہتمام کیا جائے اور ماہرین قرآن کی ایک جماعت وقفے وقفے سے مختلف مدارس میں قرآن سے متعلق تمام موضوعات پر لکچر دے۔

۵۔ قرآن کے مقام اور منہج تدریس کے تعلق سے مدارس دینیہ کے نصاب کو بہتر بنانے کے لیے مقالہ نگاروں نے جو تجاویز پیش کی ہیں، مقالات کی روشنی میں انھیں باختصار تیار کیا جائے، پھر انھیں تمام مدارس کے ذمے داروں کی خدمت میں بھیجا جائے، تاکہ وہ ان پر غور کرکے ان کی تنفیذ میں تعاون پیش کرسکیں۔

۶۔ قرآنی پیغام کو معاشرے میں عام کرنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں، مثلاً عام اجتماعات منعقد کیے جائیں، مختصر تعارفی رسائل مختلف زبانوں میں تیار کرکے شائع کیے جائیں۔

۷۔ اس سمینار کا ایمان ہے کہ قرآن کریم امن عالم کی ضامن کتاب ہے۔ دنیا میں اس وقت فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی کا جو بازار گرم ہے وہ قرآن کے پیغام کو ترک کردینے کا نتیجہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی تعلیم سے موجودہ دنیا کو روشناس کرایا جائے۔

۸۔ اسلام دشمن عناصر اپنی تحریروں اور تقریروں میں قرآن اور اس کی تعلیمات پر جو جارحانہ تنقیدیں کرتے ہیں اور اس کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں، ان کا سنجیدگی سے علمی جواب دیا جائے اور ہر طرح کی جذباتیت سے دور رہنے کی پوری کوشش کی جائے۔

۹۔ دینی مکاتب کے ناظرہ تعلیم میں قرأت وتجوید کا بھرپور اہتمام کیا جائے اور قرآن کی تعلیم کے لیے مکاتب میں حافظ اور مجود مدرسین کی خدمات حاصل کی جائیں، تاکہ مکاتب میں قرآن کی ناظرہ تعلیم بہتر ہوسکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- سمینار کا عامۃ المسلمین سے مطالبہ ہے کہ گھروں میں مرد، عورت، چھوٹے بڑے سبھی قرآن کی تلاوت کا باضابطہ اہتمام کریں اور مستند تراجم قرآن کے ذریعہ کتاب اللہ کے مفاہیم سمجھنے کی کوشش کریں۔

۱۱- دینی مدارس کے درجات عالمیت میں ''تفسیر ابن کثیر'' داخل نصاب کی جائے، نیز تفسیر قرآن کے اساتذہ مذکورہ تفسیر کے مطالعہ کا خصوصی اہتمام کریں۔

۱۲- چونکہ صفا شریعت کالج اس سمینار کا داعی ہے، اس لیے اسی سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ مذکورہ امور پر بعض مرکزی اداروں کے اشتراک وتعاون سے قائدانہ کردار ادا کرے اور ذمہ داران مدارس کو مدعو کر کے ان کے ذریعہ یہ تجاویز پاس کرائے اور عملی اقدام کرے۔

☆—☆—☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہیم بک ڈپو مئوناتھ بھنجن

FAHEEM BOOK DEPOT

1st Floor, Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Mau N.B. U.P.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ